اُردو ترجمہ کتاب

روضۃ القیّومیہ

مصنّفہ

جناب صاحبزادہ بزرگوار حضرت مولٰنا خواجہ کمال الدین شیخ محمد احسان معصومی مجددی

یہ کتاب مستطاب حضرات قیوم اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات میں ایسی جامع اور مکمل ہے کہ اسکی مثل اور کوئی کتاب نہیں کتاب ہٰذا کے چار حصے ہیں ہر حصہ میں ایک ایک قیوم کے حالات بہ تفصیل ذیل درج ہیں۔ رکن اوّل دراحوال حضرت خزینۃ الرحمۃ محبوب سبحانی شہباز لامکانی امام ربانی مجدد الف ثانی قیوم اول رحمۃ اللہ علیہ معہ احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل ہر سال قیومیت و مکاشفات و کرامات و حادثات زمانہ و وقعات سلطنت وغیرہ۔ رکن دوم دراحوال حضرت عروۃ الوثقےٰ امعصوم زمانی قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ معہ احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل ہر سال قیومیت و مکاشفات و کرامات و حادثات زمانہ و وقعات سلطنت وغیرہ۔ رکن سوم دراحوال حضرت امام حزب اللہ حجۃ اللہ قیوم ثالث خواجہ محمد نقشبند ثانی علیہ الرحمۃ معہ احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل ہر سال قیومیت و مکاشفات و کرامات عالیہ مع واقعات و حادثات سلطنت وغیرہ۔ رکن چہارم دراحوال حضرت پیر دستگیر قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیا قیوم رابع خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ مع احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل قیومیت و مکاشفات مع وقعات و حادثات سلطنت وغیرہ۔

اس کتاب گوہر نایاب کو بڑی تلاش و تجسس کے بعد بہم پہنچا کر اردو ترجمہ کراکے چھپوایا گیا ہے اُمید ہے کہ عاشقان دربار مجددیہ اور دلدادگان سرکار معصومیہ خاکبوسان حضرت حزب اللہ فدایان بارگاہ خلیفۃ اللہ اسے حرز جاں بنائینگے۔ خوشخط اعلےٰ کاغذ۔ قیمت جلد اوّل ہر دو حصّہ [illegible] ، جلد دوم ہر دو حصّہ [illegible] مجلد [illegible]

المشتہر

اللہ والے کی قومی دکان مالک ملک چنن الدین خلف ملک فضل الدین مرحوم ککے زئی نقشبندی مجددی

ومالک رسالہ اسرار تصوّف بازار کشمیری - لاھور

سلسلہ تصوف نمبر (۱۳۶)

اردو ترجمہ کتاب

حضرات القدس

دفتر دوم

من تصنیف ملا بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

جس کا

مولانا عرفان احمد خان صاحب انصاری قادری چشتی نے مولانا احمد حسین خان صاحب

نقشبندی مجددی قادری امروہی کے ایما سے ترجمہ فرمایا

جسکو

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زئیاں —— بازار کشمیری

لاہور نے

بصرف زر کثیر با محاورہ اردو ترجمہ کرا کر نہایت صحت و صفائی کے ساتھ

طالبان دربار مجددیہ نقشبندیہ کیلئے

مشہور عالم پریس لاہور باہتمام مہتمم بندت رگناتھ داس کے چھپوایا

طبع اول .... (تعداد ۱۰۰۰) .... قیمت ۲؍

اُردو ترجمہ کتاب

حضرات القدس

دفتر دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و نعت

مقدس بارگاہوں کی پاک تعریفیں اور محبت کی معتدل ہواؤں کی بزرگ پاکیں اُس بلند بارگاہ کے لئے مخصوص ہیں۔ جس نے عالمِ نیرنگ کو پردہ عدم سے میدانِ ظہور میں جلوہ گر فرمایا اور اپنی ازلی اور قدیم صفتوں کا اس مخلوق حادث کو مظہر بنایا یہی نہیں بلکہ عدم کا طلسم توڑ کر اس کو موجود اور اپنی صفات وشیون کا آئینہ کیا اور اس سے انبیا واولیا کو پیدا کیا۔ جو خلقت کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہوئے۔ انہی کی وساطت سے اپنے فیضان وبرکات کا عالم پر نزول فرمایا۔ پھر اُن کو اپنی خلعتِ خلافت اور خطابِ نیابت سے سرفراز اور ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کے نام سے ممتاز فرمایا اُن سے بیعت کرنے کو اپنی بیعت کے اسم سے اعزاز بخشا۔ وہ عجیب وغریب امور جو طاقتِ بشری سے ناممکن ہیں اُن کے یدِ بیضا سے ظاہر اور ہویدا فرمائے۔ کچھ عجیب کاروبار ہیں کہ خاک نے کیسی ترقی پیدا کی اور عدم نے قِدم کی طرف کتنا عروج حاصل کیا۔ یہ سب محبتِ الفت کے کارخانے ہیں۔ اور کل عشق ہی کی بود و نمود ہے۔ کہ مشیتِ أَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ ایجادِ افرادِ کائنات کا باعث ہوئی۔ اور حقیقتِ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ ہی تکوینِ عالم کا سبب ٹھیری

یہی سبب ہے کہ سب حمد کنندوں کی حمدیں جو بارگاہ احدیت کے لئے مختص اور درگاہ عالی عزت سے بلا تعلق کسی اور کے مخصوص نہیں۔ اُس سے سرکار احمدی کو باسم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متصف کر کے کل تعریفات اور توصیف کو آپکے نام نامی میں منضم فرما کے اپنے محبوب پر نثار فرمایا۔ چنانچہ ارشاد لِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ اس امر کی خبر دیتا ہے۔ افلاک کیا کل کائنات کو آپ کی راہ میں تصدق فرما دیا۔ اپنے دوستوں کو آپکے وجود مسعود سے خبردار فرمایا۔ تاکہ غائبانہ آپسے محبت پیدا کریں۔ اور اپنا عتقاد وایمان آپکے ساتھ درست کریں۔ اور آپ کے نام نامی کے ذکر سے فیوض و برکات لیں۔ کہ محبوب کے دوست کی محبت خود محبوب کی محبت ہے۔ اسی لئے خاص خاص انبیا نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار کی تمنا کی۔ اور ایک جماعت مرسلین نے آپ کی اُمت میں داخل ہونے کی استدعا کی۔ بارگاہ ایزدی نے اپنے محبوب کو دونو طریقے ظاہر و باطن کے عطا فرمائے ظاہر کو عام کیا اور باطن کو خاص ؛

علما کو طریقہ ظاہری عطا کیا۔ اور اولیا کو علوم باطنی مرحمت فرمائے نسبت باطن احکام ظاہر کی طرح مفصل و مسلسل جناب خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارباب ولایت تک پہنچی۔ اور تا قیامت اسی طرح فیضان کا سلسلہ باقی رہیگا۔ آیہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ اسی مضمون کو ادا کر رہی ہے ؛

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَتَسْلِیْمَاتُهٗ عَلٰی مَحْبُوْبِهٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاٰلِهِمْ وَاَصْحَابِهٖ وَاَصْحَابِهِمْ وَجَمِیْعِ اَتْبَاعِهٖ وَاَتْبَاعِهِمْ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَوْلِیَاءِ وَالْاَتْقِیَاءِ وَمُتَوَسِّلِهِمْ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ اللہ تعالےٰ کی رحمتیں اور عنایتیں اس کے محبوب پر اور تمام انبیا اور آپ کی تمام متبعین اور ان کے تمام متبعین اور تمام اولیا و اتقیا اور اُن کے متوسلین پر بیشمار ذرات عالم ہر روز ہزاروں بار قیامت تک نازل ہوتی رہیں ؛

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ کے بندہ خاکسار ہیچ مقدار دور از کار بدر الدین بن شیخ ابراہیم سرہندی ارباب بصیرت کی خدمات میں ظاہر کرتا ہے کہ جب دفتر اول کتاب حضرات القدس جو کہ بذکر حالات مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے تا بذکر مقامات حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ مسلسل ترتیب پا لیا اور اس میں حضرت خواجہ کے صاحبزادوں اور بعض مریدوں کے حالات بھی مختصر بیان کئے گئے ہیں، ختم ہو گیا۔ اب دفتر دوم کو شروع کرتا ہوں جو میرے پیر دستگیر قدس اللہ تعالےٰ اسرارہ العزیز کی کرامات و درجات و کمالات و احوال و اقوال و اعمال پر مشتمل ہے۔ اس کتاب مستطاب کی تصنیف کا باعث اصلی آنجناب کے مناقب کا بیان کرنا ہے اس کے ساتھ آپ کے صاحبزادوں اور بعض خلفا اور مشہور ترین مریدوں کے حالات کا تذکرہ شامل کر دیا گیا۔ چونکہ یہ کتاب بارہ حضرات پر مشتمل ہے اور دفتر اول حضرت اول پر ختم ہو گیا۔ باقی گیارہ حضرات اس دفتر میں بیان کئے جائینگے اور حضرت ثانی سے اُس کا آغاز کیا جائیگا۔

یہ دفتر بحکم خُذُوا الْعِلْمَ مِنْ اَفْوَاہِ الرِّجَالِ روایات ثقات و صلحا عالی درجات سے اخذ کر کے جن کی اسناد میں کسی طرح کا شک و شبہ کو رستہ نہیں ہے جمع کیا گیا ہے اور اس بارہ میں بے حد احتیاط کی گئی ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَمِنْہُ الْاِسْتِعَانَۃُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ اللہ تعالےٰ توفیق کا مالک۔ اور اسی سے مدد اور اسی پر بھروسہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت دوم

بیان میں حالات و مقامات شیخنا و امامنا و قبلتنا قطب الاقطاب غوث شیخ و شباب مجدد الف ثانی خازن رحمت رحمانی بحر اسرار الٰہیہ زینت سلسلہ نقشبندیہ دلیل عرفا و محققین ختم علماء راسخین شیخ الاسلام و المسلمین حضرت شیخ احمدؒ فاروقی سرہندی نقشبندی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہے :-

آپ کا انتساب طریقۂ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ سے ہے آپ خلفائے حضرت خواجہ میں سب سے زیادہ عالم اور کامل تھے۔ بہت سی مخلوق جو دریائے غفلت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ کی طفیل سے ساحلِ دوامِ حضور پر پہنچی۔ اور دشتِ گمراہی کے سرگردان آپ کے توسط سے شاہ راہِ ہدایت پر آئے فضلا و علما اطراف بلاد سے آپکی خدمت میں مور و ملخ کی طرح دوڑ کر جمع ہوئے۔ اور مشائخ وقت نے اپنی مشیخت ترک کر کے آپ کی پاک صحبت اختیار کی۔ اولیاء عصر آپ کی اطاعت کو قربِ صمدی جانتے تھے۔ اور بادشاہ قیصر سب پروانہ وار آپ کے والہ و شیفتہ تھے آپ اپنے وقت کے قبلۂ روزگار اور کعبۂ دیار تھے۔ وصول فیض و ہدایت اور حصول فضل و رحمت شرق سے غرب اور جنوب سے شمال تک تمام عالم کے لئے آپ کے وقتِ ظہور سے ہو رہا ہے۔ اور تاقیامت آپ کے توسط سے ہوتا رہیگا۔ آپ کا افاضہ آپ کی توجّہ کا منتظر اور آپ کا افادہ آپ کے ارادہ کا امیدوار نہیں ہے۔ بلکہ نورِ آفتاب و ظہورِ ماہتاب کی طرح تمام افرادِ کائنات پر بالتفصیل تابان و درخشان ہے۔ آپ کی مثال دریائے محیط کی ہے کہ اپنے حال پر قائم ہے۔ اس کی روانی توجہ متوجہ و خلوص مخلص پر موقوف ہے اگر دریا چاہے کہ کسی فردِ خاص یا جماعت پر اپنا افاضۂ فیضان کرے۔ تو اس کی بخشش میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔ ایک لمحہ میں مالامال کر دے گا۔ آپ کا معاملہ بس عقل و فہم سے باہر ہے عقلِ ناقص کی وہاں رسائی نہیں ہے۔ وفات حضرت محبوب ذی الجلال علیہ و علےٰ آلہ التسلیمات سے ہزار سال کے بعد بوجہ کمال اتباع حضرت سردارِ دو عالم کے وارثتاً حاصل ہوا ہے مثلُ اُمّتی کمثلِ المطرِ لا یُدری اَوَّلُھم خیرٌ اَم آخرُھم یہ ہی صفت

کی شان بارش کی سی ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا اول بہتر ہوگا یا آخر، آپ کے وجودِ مسعود کی طرف مشعر ہے کیونکہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہزار سال کے بعد آپ پیدا ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد آئیگا جو میرے دین متین کو از سر نو زندہ کریگا۔ مجدد صدی اور مجدد ہزار میں سو اور ہزار بلکہ زیادہ کا فرق ہے۔ ہزار سال چاہیئے تاکہ ایک گوہر وجود میں آسکے ؎

ہزار سال ببایدکہ تا بباغ یقین　　ز شاخ ہمت تو چوں گلے ببار آید
بہر قران بہر قرن چوں توئی نبود　　بروزگار چو تو کس بروزگار آید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرتو بعد ہر صدی کے لباس قطب وقت میں ظہور کرتا ہے اور ارشاد وہدایت فرماتا ہے۔ مگر کسوت قطب الاقطاب میں کہ ہزار سال تک اس کی طینت کی تخمیر کی جاتی ہے اور مادرِ دہر تینتیس ۳۳ اور دس سال تک شکم میں رکھتی ہے۔ اور دائرۂ قضا تین لاکھ ساٹھ ہزار دن تک کنار ہدایت میں تربیت فرماتا ہے اور مشاطۂ ازل بارہ ہزار ماہ تک زیورِ ظاہر و باطن سے اُس کو محلی و مزین کرتی ہے اور زینت صوری ومعنوی سے آراستہ۔ اس لئے اس کا ظہور اتم واکمل ہوتا ہے اور تجدید اس صورت میں کہ وہ بالکل حقیقت و معنی کا ظہور ہے۔ سب مخلوق کو عام اور شامل ہو سکتی ہے +

؎ زہے دولت مادرِ روزگار　　کہ نورِ چنیں پرورد در کنار

ترجمہ۔ کیا دولت مادر روزگار کو حاصل ہوگئی کہ ایسا نور پرورش کرتی ہے +

یہی وجہ ہے کہ کارخانہ رحمت وخزانۂ فضل واحسان آنحضرت کے حوالہ کیا گیا۔ اور بارگاہ رب العالمین سے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے خطاب مستطاب وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ آیا۔ اور اس کے بعد آپ کے اسم محمدؐ نے اسم احمدؐ پر توڈالا (صلے اللہ علیہ وسلم) **قطعہ** ؎

توخازن گنج رحمت مولائی　　ہنگام نثار مشاطہ حسن ملت بیضائی
بعد از ہزار زر انجام تست حرف نامت پیدا　　از روئے حساب اول و آخر در رحمہائی

ترجمہ۔ آپ خزینہ اور گنجینۂ رحمت الٰہی کے ہیں۔ بوقت نثار ہونے دین روشن کے حسن کے، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزار سال کے بعد آپ کا ظہور ہے دیکھو یہ اللہ تعالےٰ کی اول وآخر کی رحمتیں +

آپ کا ازلی نام علم الٰہی میں عبدالرحمٰن ہے۔ آپ اعجوبۂ روزگار اور خلاصۂ عطیاتِ پروردگار تھے۔ خدا کی بے شمار صنعتوں نے آپ جیسا بوالعجوبہ پیدا کیا۔ مظہریتِ محمدیہ کی اس سے بہتر اور کیا دلیل ہوگی۔ کہ اسرار مقطعاتِ قرآنی کہ اپنے محبوب کے ساتھ راز سبحانی ہیں۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے آپ کے باطن پر ظاہر کئے گئے۔ اس خدیو کارخانہ ہستی کی منقبت اس گرفتارِ خود پرستی سے کیا ہو سکتی ہے۔ اور محمدت اُس کدخدائے سرائے وجود کی اس گرفتار ہستی سے کب ممکن ہے۔ آپ کے اطوار و اسرار و مقامات و کرامات بارش کے قطروں اور آسمانوں کے ستاروں سے زیادہ ہیں۔ قرطاس عالم اس کے لئے کارآمد نہیں ہو سکتے۔ اور دریاؤں کی سیاہی اور درختوں کے قلم اُس کے لئے کفایت نہیں کر سکتے۔ جو صد انسان اُس کے تصوّر کی تاب نہیں لا سکتا ؎

از کتابِ حسن او جزویست اوراقِ فلک	در کتابش نقطۂ بیش نیست الا آفتاب
وصف یک نقطۂ حالش نتوانست نوشت	تا سرِ انگشت نویسندہ نفرسودے قلم

ترجمہ۔ ہفت آسمان آپ کے محاسن کی کتاب کا ایک جزو ہیں۔ اور آفتاب کی اُس کے ایک نقطہ سے زیادہ حیثیت نہیں ہے۔ آپ کے حالات کا ایک نقطہ نہیں کہا جا سکتا یہاں تک کہ بالکل قلم فرسودہ نہ ہو جائے۔

اس پر بھی میں کوشش کرتا ہوں۔ اور بجائے دریا کے قطرہ پر اور بعوض خرمن کے خوشہ پر۔ اور بجائے گلستان کے پھول پر اور بجائے خمخانہ کے ایک جام پر اکتفا کر کے مختصراً لکھتا ہوں۔ سنو سنو!

آپ کا نسب شریف

آنجناب کا نسب انسب امیر المومنین امام العادلین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔ کہ آپ صاحبزادے شیخ عبدالاحد کے ہیں۔ اور وہ فرزند شیخ زین العابدین بن شیخ عبدالحی بن شیخ محمد بن شیخ حبیب الدین بن امام رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحاق بن شیخ عبداللہ بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیر الدین بن

شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ واعظ اصغر بن شیخ عبداللہ واعظ اکبر بن شیخ ابوالفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے +

انتساب آنجناب رض در سلسلہ چشتیہ رح

آنجناب رضی اللہ عنہ کا انتساب سلسلہ چشتیہ میں اپنے ماجد مخدوم والد شیخ عبدالاحد سے ہے۔ اور ان کو شیخ رکن الدین سے ان کو اپنے والد ماجد قطب عالم شیخ عبدالقدوس غزنوی گنگوہی حنفی سے جو نسباً و مذہباً حنفی ہیں اُن کو اُن کے شیخ محمد سے ان کو اُن کے والد شیخ احمد عارف سے اُن کو ان کے والد اور شیخ شیخ احمد عبدالحق سے۔ اُن کو شیخ جلال الدین پانی پتی سے ان کو شیخ شمس الدین ترک پانی پتی سے اُن کو حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر رح سے ان کو حضرت شیخ فریدالدین مسعود اجودھنی مشہور بہ گنج شکر رح سے ان کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی رح سے ان کو حضرت خواجہ معین الدین سنجری اجمیری رضی اللہ عنہ سے ان کو حضرت شیخ عثمان ہرونی رح سے ان کو حضرت شیخ حاجی شریف زندنی رح سے ان کو حضرت شیخ مودود چشتی رح سے اُن کو حضرت ابو یوسف چشتی رح سے ان کو حضرت شیخ ابو محمد چشتی رح سے ان کو حضرت شیخ ابو احمد چشتی رح سے اُن کو حضرت شیخ ابو اسحاق شامی رح سے اُن کو شیخ ممشاد علو دینوری رح سے اُن کو حضرت شیخ ابو ہبیرہ بصری رح سے ان کو حضرت شیخ حذیفہ مرعشی رح سے ان کو حضرت شیخ ابراہیم ادھم رح سے اُن کو حضرت فضیل بن عیاض سے اُن کو حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رح سے ان کو حضرت شیخ حسن بصری رح سے اُن کو امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ان کو حضرت رسالت پناہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے +

انتساب آنجناب قدس در سلسلہ قادریہ

سلسلۂ قادریہ میں آپ رض کا انتساب آپ کے والد ماجد سے تھا اور ان کو حضرت شیخ رکن الدین رح مذکور سے ان کو حضرت سید ابراہیم معین حسنی الایرجی القادری رح سے ان کو حضرت شیخ بہاءالدین انصاری حسنی القادری رح سے ان کو حضرت شیخ احمد محی الدین قادری رح

سے ان کو اپنے والد حضرت سید موسیٰ قادری رحمۃ سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید عبدالقادر رحمۃ سے اُن کو ان کے والد حضرت سید حسن رحمۃ سے ان کو اُن کے والد حضرت سید فخرالدین ابونصر رحمۃ سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید ابو صالح رحمۃ سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ سے ان کو اُن کے والد حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ❊

آنجناب کو سلسلۂ قادریہ میں اس کے علاوہ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ کے مقبول نظر ہونے کی وجہ سے حضرت شاہ سکندر نبیرۂ شاہ موصوف رحمۃ سے انتساب حاصل ہے حضرت شاہ کمال رحمۃ نے باوجود اپنے صاحبزادے شاہ عماد کی موجودگی کے خلافت حضرت شاہ سکندر کو عطا فرمائی تھی۔ حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ فضیل سے انتساب تھا اُن کو حضرت سید گدا رحمٰن ثانی رحمۃ سے ان کو حضرت سید شمس الدین عارف رحمۃ سے اُن کو حضرت سید ابوالفضل رحمۃ سے اُن کو حضرت گدا رحمٰن رحمۃ اول سے اُن کو حضرت سید ابوالحسن رحمۃ سے اُن کو حضرت سید شمس الدین صحرائی رحمۃ سے اُن کو حضرت سید عقیل رحمۃ سے اُن کو سید بہاؤالدین رحمۃ سے اُن کو حضرت سید عبدالوہاب رحمۃ سے ان کو حضرت سید شرف الدین رحمۃ سے اُن کو حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ سے اُن کو اپنے والد ماجد حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اُن کو اُن کے والد ماجد حضرت سید ابوصالح رحمۃ سے اُن کو ان کے والد ماجد حضرت سید عبداللہ جیلی رحمۃ سے اور اُن کو اُن کے والد حضرت سید یحییٰ زاہد رحمۃ سے۔ اُن کو اُن کے والد حضرت سید محمد رحمۃ سے اُن کو ان کے والد حضرت سید داؤد رحمۃ سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید موسیٰ ثانی رحمۃ سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید عبداللہ رحمۃ سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید موسیٰ الجون سے اُن کو اُن کے والد حضرت عبداللہ سید المحض رحمۃ سے ان کو اُن کے والد حضرت حسن مثنیٰ رحمۃ سے ان کو اُن کے والد حضرت امام حسن علیہ السلام سے اُن کو اُن کے والد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ❊

انتساب آنجناب رحمۃ در مصافحہ

آنجناب رضی اللہ عنہ نے مصافحہ حضرت حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی مشہور حاجی رمزی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اُنھوں نے حضرت حاجی سلطان ادہمی رحمۃ سے کیا تھا جنکی

عمر ایک سو دس برس کی ہوئی تھی۔ انہوں نے حضرت شیخ محمود سفرائنی رحمۃ سے انہوں نے حضرت شیخ سعید معمن حبشی رحمۃ سے انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شرف مصافحہ حاصل کیا ہے۔ اس کی تفصیل کتاب سنوات الا تقیاء میں بیان کی گئی ہے۔

انتساب آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وطریق نقشبندیہ

سلسلۂ علیہ نقشبندیہ میں آنجناب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے انتساب کی تفصیل اس کتاب کے دفتر اول سے آغاز میں مفصل بیان کر دی گئی ہے۔ مگر یہاں بھی مجملاً بیان کے لئے اس نظم پر اکتفا کیا جاتا ہے:۔

شجرۂ منظوم

رسید فیض بصدیق زاحمدِ مختار	از و رسید بسلمان مخزنِ اسرار
از و بقاسم و جعفر ابو یزید از و	از و بخرقانی و ز بوعلی ابرار
از وست یوسف و ز عجدوانی و عارف	ز فغنوی ست برامیتنی بزرگوار
از وست حضرت بابا پس ست امیر کلال	بہائے ملت و دین نقشبند فخر کبار
عقیب این ہمہ یعقوب چرخی ست دگر	از و بخواجہ عبید اللہ و قف اسرار
از وست زاہد و درویش خواجہ امکنگی	از و بخواجہ باقی ست معدنِ انوار
از و امام زمان قطب وقت شیخ احمد	کہ ہست بانیٔ این راہ منبعِ اسرار

ولادت و طفولیت و تعلم آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ماہ شوال ۹۷۱ھ ہجری میں بلدہ معظمہ سرہند حرسہا اللہ سبحانہ عن الآفات میں واقعہ ہوئی۔ جب آپ سن تعلیم کو پہنچے تو ایک مکتب میں آپ کو داخل کیا گیا۔ مدت قلیل میں آپ نے حفظ قرآن مجید ختم فرمادیا۔ اور اپنے والد شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔ اکثر علوم آپ نے اپنے والد کے پاس حاصل فرمائے۔

اس کے بعد آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور مولانا کمال کشمیری رحمۃ سے جو

آپ کے زمانہ کے محقق و مدقق اور اپنے وقت کے علامہ و عابد و زاہد تھے معقول کی بعض کتابیں جن میں مولانا کی قابلیت مشہور تھی۔ کمال تحقیق و تدقیق کے ساتھ ختم فرمائیں حدیث شریف کی بعض کتابیں مولانا یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ سے جو شیخ حسین خوارزمی کبروی رح کے خلیفہ تھے، پڑھیں۔ اور حرمین محترمین میں اکابر سے سند حدیث حاصل فرمائی۔ اور سلسلہ علیہ کبرویہ میں مولانائے موصوف سے بیعت کی۔ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو گئے۔ اور اس مدت میں اکثر علوم کی تحصیل فرمائی تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے والد ماجد کے حضور میں درس علوم میں مشغول ہوئے۔ اثناء مطالعہ اسباق میں بعض دقائق علوم ظاہر ہوتے تھے۔ تو آپ ان کو حواشی کتب پر تحریر فرماتے تھے۔ کتب تفسیر حدیث و صحاح ستہ وغیرہ کے درس دینے کی اجازت اور حدیث مسلسل بالاولیت الرّاحمون یرحمھم الرحمٰن ارحمو من فی الارض یرحمکم من فی السّماءِ کی اجازت صرف ایک واسطہ سے قدوۃ المحققین وزبدۃ المحدثین شیخ عبدالرحمٰن سے جو ایک بڑے محدث اور علامۂ زمانہ تھے، آپ کو حاصل تھی۔

ذکر تصانیف آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اثنائے تحصیل علوم ظاہر میں آپ نے عربی و فارسی میں متعدد رسالے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تحریر فرمائے۔ چنانچہ رسالہ تہلیلیہ اور رسالہ اثبات نبوت اور رسالہ رد شیعہ انہی رسائل میں سے ہیں۔ آپ کی زبردست قابلیت علمی اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے۔ کہ علامۂ ابوالفضل نے قرآن مجید کی تفسیر بے نقط کا ایک ورق تحریر کیا تھا۔ اور علماء ہندوستان مثل مولانا جمال لاہوری تلوی وغیرہ کے اس کی مجلس میں حاضر رہتے تھے۔ اتفاقاً ایک مقام پر تحریر تفسیر سے مجبور ہو گئے۔ ابوالفضل نے حضرت کو تکلیف دی کہ علماء اس مقام پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور مجبوری کے معترف ہیں اگر آپ اس مقام کی تفسیر بے نقط جو معنی تحت اللفظ کو شامل ہو۔ تحریر فرمائیں۔ تو نہایت احسان ہو گا۔ ہم اس بارہ میں حیران ہیں۔ حضرت قدس سرہٗ نے قلم برداشتہ اس مقام کی تفسیر جس میں ساری مجلس حیران تھی حروف بے نقط میں کمال

تفصیل بیان و تحریر مقاصد و ذکر قصص و شانِ نزول کے ساتھ کہ عقل عقلاء اس کے تصور سے کوتاہی کرتی ہے۔ تحریر فرمائی۔ اور اس کے بعد ہر روز تفسیر بے نقط تحریر فرمایا کرتے تھے۔ شیخ ابوالفضل اور تمام علماء و فضلاء متحیر ہو گئے۔ اور حضرت کے کمال تبحر کا اعتراف کیا۔ تفسیر مذکور کا زیادہ تر حصہ حضرت کی اعانت سے انجام پایا۔ یہ واقعہ حضرتؒ کے زمانۂ ارشاد سے قبل کا ہے ؛

الحاصل حضرت قدس سرہٗ نے تحصیل و تدریس کے بعد اپنے والد ماجد کی صحبت اختیار فرمائی اور کمالاتِ باطنیہ کا اکتساب اور انوار سلسلۂ قادریہ و چشتیہ کا اپنے والد بزرگوار کے پاس سے فرمایا۔ آپ کے والد ماجد نے آخر وقت میں اپنے تمام خرقوں میں سے خرقۂ خلافت حضرت ہی کو عطا فرمایا اور اپنا جانشین مقرر کیا حضرتؒ نے اپنی بعض تصانیف میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ اس فقیر کو نسبتِ فردیت کا فتاع اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوا تھا۔ فقیر کے والد نے اس نسبت کو ایک بزرگ سے جو جذبۂ قوی سے متصف اور خوارق میں مشہور تھے، حاصل کی تھی۔ اُن بزرگ سے مراد حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری ہیں ؛

دوسرے مقام میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ فقیر کو توفیق عباداتِ نافلہ خصوصًا اداء صلوٰۃ نافلہ میں اپنے والد سے مدد پہنچی ہے ان کو یہ سعادت اُن کے سلسلۂ چشتیہ کے شیخ یعنی شیخ عبدالقدوس حنفی غزنوی گنگوہی سے حاصل ہوئی تھی ؛

عزم سفر حج حضرت ایشاں و ملاقات با حضرت خواجہ

آپؒ ہمیشہ زیارت بیت اللہ اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیقرار رہتے تھے۔ مگر اپنے والد ماجد کی خدمت اور تحصیل کمالات کی وجہ سے اس شوق کو پورا نہ فرما سکتے تھے۔ جب آپ کے والد بزرگوار کا ۱۰۰۷ھ ہجری میں وصال ہو گیا۔ تو پھر اس شوق نے غلبہ کیا۔ اور تجرید و تفرید کے ساتھ اس سفر مبارک کے لئے روانہ ہوئے۔ اور کسی کو اس ارادہ کی اطلاع نہ دی۔ جب آپ دہلی پہنچے تو شیخ کشمیری رحمۃ سے جو حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ کے مخلص قدیمی تھے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بسبیل تذکرہ حضرت خواجہ کے مناقب و فضائل و کرامات بیان کئے

چونکہ آپ کو بھی اس نسبت عزیز الوجود کا قدیم سے اشتیاق تھا۔ اور اپنے والد ماجد کو بھی اس طریقۂ علیہ کا شائق دیکھا تھا۔ اس لئے غلبہ شوق سے بے اختیار ہو کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ملازمت کے لئے روانہ ہوئے۔ تاکہ حضرت سے ذکر اور مراقبہ حاصل کر کے اس کو راہ حرمین یثرب و حجاز کا توشہ بنائیں۔ حضرت خواجہ نے ملاقات ہوتے ہی فرمایا۔ کہ آپ زیارت بیت اللہ کے لئے جا رہے ہیں۔ اگر چند روز یہاں مقیم رہیں تو ممکن ہے کہ جس چیز کو آپ وہاں طلب کریں گے یہیں پا لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ صرف تین دن یہاں مقیم رہو۔ اگر اس کے بعد بھی ارادہ سفر مصمم رہے تو روانہ ہو جانا۔ آپ نے اس بات کو قبول فرمایا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی عادت قدیمی یہ تھی کہ جو طالب آپ کی خدمت میں آتے تھے وہ ایک مدت مدید اور عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ اور طریقہ کی خواہش کرتے۔ آپ اُن کو طریقہ نہ بتلاتے۔ بلکہ نصیحت کرتے تھے۔ کہ کسب حلال کرو اور عیال و اطفال کے حقوق پورے کرو۔ اس کے بعد بھی اگر اُن میں طلب کی سچائی ملاحظہ فرماتے تو استخاروں کے بعد تعلیم طریقہ فرماتے۔ مگر حضرت نے آنجناب کے لئے اپنی اس وضع قدیمی کو ترک فرمایا اور تصرف باطنی و اخلاق ظاہری سے آپ کو اسیر دام کیا۔ اور طریقہ کی تعلیم دی۔ ہر روز بلکہ ہر وقت آپ کا کام ترقی پذیر رہتا تھا۔ اور برسوں کا معاملہ ساعتوں میں پورا ہوتا تھا ؎

گلے بردند زیں دہلیزہ پست
بداں درگاہ والا دست بر دست

ترجمہ اس پست دہلیز سے ایک پھول درگاہ بلند میں ہاتھوں ہاتھ لے گئے +

تھوڑی مدت میں آپ مقصود سے واصل ہو گئے اور اپنے ہمعصروں میں فائق ہو گئے۔ اور مراتب کمال و تکمیل و قطبیت و فردیت الی ماشاء اللہ تعالے پر فائز ہوئے +

آپ نے اپنے مجمل حالات ابتدائی ایک مکتوب میں جو طریقہ کے بیان میں ہے اس طرح ذکر فرمائے ہیں :۔

مکتوب

فقیر کے دل میں جب اس رستہ کی طلب پیدا ہوئی تو عنایت خداوندی جل و علا راہنما بنی اور ولایت پناہ حقیقت آگاہ اس طریقہ کے رہبر جس کے ابتدا میں ہی انتہائی

مقامات حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس رستہ کے مالک جو مراتب ولایت تک پہنچاتا ہے۔ دین پسندیدہ کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور امام حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچایا جو خانوادۂ نقشبندیہ کے خلیفہ اکبر تھے۔ حضرتؒ نے فقیر کو ذکر اسم ذات جل سلطانہٗ کی تعلیم دی۔ جس سے بڑا لطف اور لذت مجھے حاصل ہوئی۔ اور کمالِ شوق کی وجہ سے یہ وزاری پیدا ہوئی ؂

ایک روز کیفیتِ بے خودی جو اکابرِ طریق کے پاس ایک معتبر چیز ہے اور اُس کو غیبت کہا جاتا ہے ظاہر ہوئی۔ اس بے خودی میں ایک دریائے محیط نظر پڑا جس میں عالم کی صورتوں اور شکلوں کو سایہ کی طرح میں پاتا تھا۔ یہ بے خودی رفتہ رفتہ غالب ہو گئی اور دیر دیر تک کبھی ایک پہر اور کبھی دو پہر تک رہنے لگی اور کبھی ساری رات غالب رہتی تھی۔ میں نے یہ کیفیت حضرت خواجہ کی خدمت مبارک میں عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ کسی قدر فنا حاصل ہوئی ہے ؂

آپؒ نے اور ذکر کرنے سے مجھ کو منع فرما دیا۔ صرف اُس کی آگاہی کے لئے حکم دیا۔ دو دن کے بعد مجھ کو فنائے اصطلاحی حاصل ہوئی۔ میں نے یہ کیفیت بھی آپ سے عرض کی تو فرمایا کہ اپنے کام میں مشغول رہو۔ اس کے بعد فنائے فنا حاصل ہوئی۔ میں نے جب اُس کو عرض کیا تو فرمایا کہ کیا تم عالم کو ایک دیکھتے ہو اور واحد اور متصل پاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہی بات فنائے فنا میں معتبر ہے۔ کہ باوجود دید کے اتصالِ بے شعوری حاصل ہو۔ چنانچہ یہ فنا اسی رات مجھ کو حاصل ہوئی تھی۔ اس کیفیت کے علاوہ میں نے یہ بھی آپ سے عرض کیا کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہٗ تعالےٰ کے ساتھ حضوری پاتا ہوں۔ اس کے بعد ایک نور جو تمام اشیا کو محیط تھا۔ ظاہر ہوا۔ میں نے اس کو حق جل و علا سمجھا۔ وہ نور سیاہ رنگ کا تھا۔ میں نے یہ واقعہ بھی عرض کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حق جل سلطانہٗ پردۂ نور میں ظاہر ہوا ہے۔ اور یہ انبساط جو اس نور میں معلوم ہو رہا ہے علمی ہے یہ بسبب ذات جل شانہٗ کے اشیا متعددہ کے ساتھ متعلق ہونے کے جو بالا و پست میں واقع ہوئی ہیں منبسط معلوم ہوتا ہے پس اس انبساط کی نفی کرو۔ اس کے بعد سے وہ نور سیاہ جو منبسط ہوا تھا منقبض ہونا شروع ہوا۔ اور مختصر ہوتے ہوتے ایک نقطہ رہ گیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا اس نقطہ کی بھی نفی کرو اور حیرت میں آؤ۔ میں نے

ایساہی کیا۔ وہ نقطہ بھی زائل ہو گیا۔ اور حیرت حاصل ہوئی۔ کیونکہ اس مقام میں شہود حق خود بخود ہے۔ میں نے جب یہ عرض کیا تو فرمایا کہ یہی حضور حضورِ نقشبندیہ ہے۔ اور نسبتِ نقشبندیہ عبارت اسی حضور سے ہے۔ اس حضور کو حضورِ بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ اور مقام اندراجِ نہایت در بدایت اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس طریق میں طالب کو یہ نسبت اس طرح حاصل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ دوسرے سلاسل میں اوراد واذکار حاصل کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اس پر عمل کرے اور مقصود تک واصل ہو۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اس فقیر پر نسبت عزیزالوجود تعلیم ذکر سے دو ماہ چند روز کے بعد حاصل ہوئی اور اس نسبت کے محقق ہونے کے بعد دوسری فنا جس کو فنا حقیقی کہا جاتا ہے حاصل ہوئی۔ اور دل میں اس قدر وسعت پیدا ہو گئی کہ تمام عالم عرش سے لیکر مرکز زمین تک اس وسعت کے مقابلہ میں رائی کے ایک دانہ کے بھی برابر نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد ہر ذرہ عالم کو میں نے بنا عین دیکھا۔ اور اپنے آپ کو اُن سب کا عین۔ یہاں تک کہ تمام عالم کو ایک ذرہ میں گم پایا۔ اس کے بعد سے اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو اس قدر منبسط اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم بلکہ اُس کا المضاعف اس گنجائش میں سما جائے۔ اور اپنے آپ کو اور اپنے ہر ذرہ کو ایک نور منبسط پایا۔ جو ہر ذرہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اور عالم کی صورتیں اور شکلیں اس نور میں مضمحل ہو کر لاشئی ہو گئی تھیں۔ اس کے بعد اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو تمام عالم کا مقوّم پایا۔ میں نے یہ کیفیت حضرت سے عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ حق الیقین توحید میں یہی مرتبہ ہے اور جمع الجمع عبارت اسی مقام سے ہے۔ اس کے بعد عالم کی صورتیں اور شکلیں جن کو کہ پہلے میں حق پاتا تھا اب موہوم نظر آئیں۔ اور ہر ذرہ جس کو پہلے حق پاتا تھا بلا کسی تفاوت اور تغیر کے وہی ذرہ وہمی معلوم ہوا۔ نہایت حیرت ہوئی مگر اسی حیرت میں فصوص کی عبارت جس کو والد بزرگوار قدس سرہ سے سُنا تھا یاد آئی۔ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ اَیِ الْعَالَمُ حَقٌّ مِّنْ وَّجْہٍ وَّخَلْقٌ مِّنْ وَّجْہٍ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَیْرَۃِ لِعَدَمِ التَّمْیِیْزِ بَیْنَہُمَا۔ کہ اگر تو چاہے تو عالم کو ایک وجہ سے حق اور ایک وجہ سے خلق کہہ سکتا ہے۔ اور اگر تو چاہئے تو اُس کو دونوں میں تمیز نہ ہو سکنے کی وجہ سے حیرت کہہ سکتا ہے۔ اس عبارت نے کسی قدر اس اضطراب میں تسکین دی۔

مَیں حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں گیا اور اپنا حال عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ تمہارا حضور ابھی صاف نہیں ہوا ہے۔ اپنے کام میں مشغول رہو تاکہ موجود کی تمیز موہوم سے ظاہر ہو جائے۔ مَیں نے فصُوص کی عبارت جو عدم تمیز کی مظہر تھی پڑھی حضرت نے فرمایا کہ شیخ نے کامل کا حال بیان نہیں کیا ہے۔ عدم تمیز کی نسبت صرف بعض سالکین کے لئے ثابت ہوئی ہے۔ مَیں حسب ارشاد اپنے کام میں مشغول ہو گیا حضرت حق سبحانہٗ نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی توجہ شریف سے دو روز کے بعد موجود اور موہوم میں تمیز ظاہر کردی پس مَیں نے موجود حقیقی کو موہوم خیالی سے ممتاز پایا۔ اور صفات و افعال و آثار جو موہوم سے صادر ہوتے ہیں اُن کو حق سبحانہٗ سے پایا۔ اور ان صفات و افعال کو بھی موہوم محض پایا۔ اور خارج میں سوائے ایک موجود محض کے اور کچھ نہ دیکھا۔ مَیں نے یہ حالت حضرت سے عرض کی آپ نے فرمایا کہ مرتبہ فرق بعد الجمع یہی ہے۔ اور کوشش کی انتہا بھی یہیں تک ہے۔ اور اس کے بعد جو کچھ جس کی استعداد میں رکھا گیا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس مرتبہ کو مشائخین طریقت نے مقام تکمیل کہا ہے فقط۔

آنجناب قدس سرہٗ وطن مالوف سے تین مرتبہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے:۔

پہلی دفعہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے دولت کمال و تکمیل کے حصُول اور مدارج قرب و نہایت میں ترقیات کی آپ کو خوشخبری عطا فرمائی۔ جس کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

دوسری دفعہ میں طالبانِ حق کے ارشاد و افادہ کی اجازت دی اور خلعت خلافت عنایت فرما کر رخصت فرمایا اور اپنے چیدہ اصحاب کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ کی۔ اور اُن کی تربیت آپ کے سپرد فرمائی۔

تیسری بار جب آنجناب حضرتؒ کی خدمت میں پہنچے اور حضرتؓ نے آپؓ کی تشریف آوری کی خبر کو سماعت فرمایا۔ آپ کے استقبال کے لئے قلعہ فیروزی سے جو آپ کا مسکن مبارک تھا۔ پیادہ پا روانہ ہوئے۔ اور دروازہ کابلی پر آپ کا استقبال فرمایا اور نہایت اعزاز و اکرام سے آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے جب مجلس منعقد ہوئی۔ تو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آنجناب سے سوال کیا کہ سید الطائفہ قدس سرہ العزیز نے کہا ہے

کہ اگر ہم سے حضرت ابوسعید خرازؒ[1] کے مسلک کا سا مطالبہ کیا جائے تو ہم ہلاک ہو جائینگے
کیونکہ خرازؒ کا مسلک آگاہی کا تھا۔ کہ وہ چمڑا سیتے وقت دو ٹانکوں کے درمیانی وقت
میں غفلت یادِ خدا سے نہیں کرتے تھے ؛

منقول ہے کہ جب خرازؒ کے آخری وقت اُن سے دریافت کیا گیا کہ تمہاری
آرزو کیا ہے اُنہوں نے کہا کہ میں اپنی غفلت پر حسرت کرتا ہوں۔ اس کا آپ نے یہ مطلب
بیان فرمایا کہ خرازؒ کی آرزو بظاہر و باطن حضور بالکلیہ کی تھی! اور وہ اس کے سوا کو غفلت
جانتے تھے۔ چونکہ اس حضور کا دوامی حصول ناممکن تھا۔ اس لئے وہ اس پر افسوس
کرتے تھے۔ اب یہ کہنا کہ دو ٹانکوں کے سینے کے بیچ میں ان کو غفلت نہ ہوتی تھی۔
اس سے مراد صرف حضور باطنی ہے ؛

الحاصل اس مرتبہ حضرت خواجہؒ نے آپ کا اکرام و احترام حد سے زیادہ فرمایا کہ
جب حضرت خواجہ اپنی جگہ سے اُٹھتے تو بطور رجعت قہقری کے یعنی اُلٹے پاؤں جاتے۔
کہ مبادا آپ کی طرف پُشت نہ ہو جائے۔ راستہ چلنے میں بھی حضرت کا یہی حال تھا اور
طالبین و حاضرین سے بھی یہی ارشاد تھا کہ اُن کے سامنے میری تعظیم ہرگز نہ کرنا۔ اور
اپنے تمام مریدوں کو آپ کے حوالے اور مشیخت و ارشاد کا معاملہ بالکلیہ آپ کے سپرد فرما دیا۔
اور اپنے فرزندانِ گرامی کو جو ہنوز بچے تھے طلب فرما کر ان کے بارہ میں آپ سے توجہ کی
خواہش فرمائی۔ چنانچہ دو مخدوم زادوں کے حالات دفتر اول میں بیان کئے جاچکے
ہیں۔ بعض اصحاب حضرت خواجہ کے حضور میں باقی رہ گئے تھے! ان کے بارہ میں بھی
تربیت غائبانہ کی آپ سے خواہش فرمائی۔ اور ارشاد ہُوا کہ مقصود ہماری پیری مریدی
سے صرف آپ کا ظہور تھا اسی لئے ہم نے اب مشیخت کو ترک کر دیا ؛

آنجناب حسب الامر حضرت جناب خواجہ سرہند تشریف لائے اور تربیت سالکین
میں مشغول ہوئے۔ چنانچہ آپ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے :-

خواجہ حسمؒ۔ حضرت خواجہؒ نے جب مجھ کو کامل اور مکمل جان کر تعلیم طریقہ کی
اجازت عطا فرمائی۔ اور طالب کی ایک جماعت میرے حوالہ کی تو مجھ کو اس وقت اپنے
کمال و تکمیل میں تردد تھا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اس میں تردد نہیں کرنا چاہیئے کہ اس سے
مشائخین کے کمال میں تردد لازم آتا ہے۔ پس میں نے آپ کے حسب ارشاد تعلیم طریقہ شروع

[1] خراز۔ چمڑا دوز یعنی موچی ۱۲

کی۔ اور سالکوں کے برسوں کے کام گھڑیوں میں انجام پاتے ہوتے ظاہر ہوئے۔ اس اثنا میں پھر مجھے اپنی نسبت میں کمی محسوس ہونے لگی۔ تو میں نے اُن لوگوں کو جو میرے کمالات پر فخر کیا کرتے تھے جمع کر کے اُن سے اپنی اِس کمی کا حال بیان کیا اور اُن سے رخصت چاہی۔ مگر انہوں نے میرے اِس کہنے کو تواضع پر محمول کیا اور وہ مجھ سے برگشتہ نہ ہوئے۔ تھوڑی مدت میں اللہ تعالےٰ نے میرے وہ احوال جن کا منتظر تھا مجھ کو عطا فرمائے۔ فقط ؞

آنجناب اپنے احوال وکمال اور ارباب صحبت کی ترقیات اور پیر بھائیوں کے حالات کا جنکی تربیت آنجناب کے سپرد فرمائی گئی تھی۔ عرضداشت کے ذریعہ حضرت خواجہ کی خدمت میں اظہار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ عرائض آپ کے مکتوبات قدسی آیات کے دفتر اول میں موجود ہیں۔ ملاحظہ کی جائیں ؞

حضرت خواجہ قدس سرہ کے ساتھ جو اصحاب موجود تھے اُن کے حالات بھی حضرت خواجہ آپ سے دریافت کرتے تھے اور آپ اپنے کشف صحیح صریح سے اُن میں سے ہر ایک کے حالات سہر ہندی سے حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھا کرتے تھے اور اُن کی ترقی کے لئے توجہ غائبانہ اپنی توجہ کو مصروف فرماتے۔ عجیب نظر دور بین تھی اور عجیب قوت ہمت وتصرف تھی ؞

الحاصل جب آپ کے ارشاد کا شہرہ تمام عالم میں شائع ہوا اور آپ کی ہدایت کا چرچا ربع مسکون میں پھیل گیا اور آپ کی نوبت ہفت اقلیم عالم میں بجنے لگی اور بمصداق آیت کریمہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ جب خدا کی مدد اور اُس کی نصرت نازل ہو اور خدا کے دین میں تو لوگوں کو جوق جوق داخل ہوتے دیکھے، دور ودراز کی مخلوق نے آپ کا حلیہ مبارک خوابوں میں دیکھا۔ اور انبیائے عظام واولیائے کرام سے اشارات اور بشارتیں آپ کی صحبت شریف کی ترغیب کے لئے پائیں۔ تو لوگوں کی جماعتیں اور گروہ آپکی خدمت کے حصول کے لئے دوڑے۔ اور آپ کے متعلق جو بشارتیں خواب میں سنتے تھے۔ بعینہٖ ویسے ہی آپ کی صحبت میں آنے کے بعد پاتے تھے۔ اس لئے ہر شخص آپ کا معتقد اور کامل مطیع بن گیا ؞

چونکہ خوارق و عادات اور کرامات و کشف قلوب اور اشراق غیوب ابر نیساں کی طرح لگاتار آپ سے پاتے تھے اور اپنے ظاہر اور باطن میں آپ کے تصرفات و توجہات سے آثار بے شمار محسوس کرتے تھے۔ اس لئے ہر شخص آپ کی صورت و معنی کا عاشق ہوگیا تھا۔ آپ کے دربار میں ہر شخص غایت ادب اور انکسار سے نقش دیوار کی طرح آپ سے دور کھڑا رہتا تھا۔ آپ کے ساتھ ہمکلامی کی کسے تاب تھی اور ہمسری کا کس میں یارہ تھا۔ گویا خدا کے دوستوں اور حق پرستوں کے گروہ کا ایک مجمع منعقد تھا۔ کہ جن کی مثال ہفت اقلیم روے زمین میں نہ تھی +

اگر ان طالبان حق اور سالکان حق میں سے کسی کو کوئی شخص دیکھتا تو بے اختیار اس کی زبان سے نکلتا کہ بے شک یہ کوئی فرشتہ ہے۔ ان کا طریق بعینہٖ اصحاب کبار کا طریق اور ان کا لباس بالکل صحابۂ سید الابرار صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بالکل مطابق تھا۔ ایک گز عمامہ اُن کے سر پر اور مسواک گوشۂ دستار سے بندھی ہوئی اور اس کا کنارہ دو کندھوں کے بیچ میں پڑا ہوا اور قمیص کا گریبان دونو کاندھوں کی طرف سے شق اور ازار ٹخنوں کے اوپر بلکہ وسط پنڈلی تک اور کفش پاؤں میں اور عصا ہاتھ میں سجادہ کندھے پر کثرت سجود کے نشان پیشانی پہ پڑے ہوئے انوار کی چمک ہویدا رخساروں کی روشنی نورانیت باطن کی دلیل رہتی تھی۔ تمام رات قیام یا مراقبہ میں بسر کرتے اور تمام دن پابند رہتے تھے۔ نماز صبح اور ظہر کے بعد کا حلقہ حضرت کی مجلس مقدس میں منعقد ہوتا تھا۔ اس میں حاضر ہوکر مستغرق رہتے اور رات دن اُن کا کام وضو یا نماز یا مراقبہ یا تلاوت قرآن تھا۔ نماز کے وقت پاکیزگی مکان ولباس کا خیال از حد رکھتے تھے۔ گویا کہ یہ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ "یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ میری اُمت کا اول بہتر ہے یا آخر"۔ آنجناب علیہ الرحمۃ اور اُن کے احباب اور مریدوں کی شان میں وارد ہوئی تھی +

ایک بار آنجناب نے اپنے برادر حقیقی شیخ محمد مودود کو تحریر فرمایا تھا کہ اے برادر! اہل اللہ کا ایسا اجتماع اور محبان خدا کا ایسا مجتمع نظارہ جو آج سہرند میں میسر ہے اگر تمام عالم میں اس کی مثل تلاش کرو گے تو بھی اس دولت کا دسواں حصہ پا سکنا ایک شمہ بھی حاصل ہونا غیر متوقع ہے۔ تم نے اس دولت کو مفت برباد کر دیا۔ اور اس کو کچھ

طرح نفیس موتیوں کے عوض جوز و مویز پر قناعت اختیار کرلی۔ نہایت شرم کا مقام ہے۔

حضرتِ سوم

ان درجات کے بیان میں جو آپ کے ظہور سے قبل اور بعد خدا کے بہترین بندوں نے بیان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

درجہ ۔ علامہ سیوطی نے کتاب جمع الجوامع میں ایک حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو صلہ کہا جائیگا۔ اس کی شفاعت سے ایک کثیر تعداد میری امت کی جنت میں داخل ہوگی۔

یہ حدیث گویا آنجناب کے وجود مسعود کی مشعر ہے۔ کیونکہ آپ علما اور صوفیہ میں صلہ تھے۔ آپ نے مسئلہ وحدت الوجود میں فریقین کے اختلاف کو رفع کرکے لفظی قرار دیا۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تحریر کے بعد آپ نے خود تحریر فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَةً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ یعنی اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے دو دریاؤں میں مجھے صلہ بنایا۔ آنجناب کو حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی۔ کہ قیامت میں اتنے ہزار آدمی تیری شفاعت سے بخشے جائینگے۔

نفس حدیث اور مضمون بشارت آنجناب پر بخوبی صادق آتا ہے۔ اس قدر ہزار سال میں کوئی شخص لقب مجدد الفِ ثانی سے ملقب نہ ہوسکا۔

درجہ ۔ مقامات شیخ الاسلام شیخ احمد جام قدس سرہ میں میں نے دیکھا ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد سترہ آدمی میری شکل اور میرے ہم نام ظاہر ہونگے۔ اور ان میں کا آخیر شخص بعثت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزار سال کے بعد ظاہر ہوگا اور وہ سب سے زیادہ بزرگ ہوگا۔

درجہ ۔ شیخ ظہور الدین فرزند حضرت شیخ احمد جام قدس سرہما نے کتاب رموز العاشقین میں لکھا ہے کہ ان کے والد شیخ الاسلام کے ہاتھ پر ان کی عمر میں چھ لاکھ آدمیوں نے توبہ کی لوگوں نے ان کے والد سے پوچھا کہ اولیاء اللہ کے حالات ہم نے سنے ہیں اور کتابوں میں بھی دیکھا ہے مگر جو حالات کہ آپ سے ظاہر ہوتے ہیں وہ اور کسی ولی سے نہیں ظاہر ہوئے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ

کی جو ریاضتیں ہم کو معلوم ہوئیں ہم نے ان کو پورا ہی نہیں کیا۔ بلکہ اُس پر اور زیادتی کی۔ اِس لئے خدائے پاک نے جو کچھ اُن کو متفرق طور سے دیا تھا وہ مجھ کو تنہا عطا فرمایا اور ہر چوتھی صدی میں ایک میرا ہمنام (احمد) پیدا ہوگا۔ اور حق تعالیٰ کی عنایتیں اس کے حال پر ایسی ہونگی کہ تمام خلق قبول کرے گی۔ هٰذا مِن فضل ربی اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے ٭

میرے خیال میں یہ کلام آنجناب قدس سرہ کے وجود مسعود کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ شیخ احمد جام قدس سرہٗ کی وفات چھٹی صدی میں ہوئی اور ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی ولادت ۹۷۱ھ ہجری میں ہوئی ٭

درجہ۔ ایک بزرگ نے فقیر (مولف) سے نقل کیا کہ شیخ خلیل اللہ بدخشانی کے بعض رسائل میں مَیں نے دیکھا ہے کہ سلسلہ حضرات خواجگان سے ہندوستان میں ایک بزرگ پیدا ہونگے اور اپنے وقت میں بے نظیر ہونگے۔ افسوس کہ میری حیات اُن کے زمانہ تک وفا نہ کرے گی ٭

قطب المحققین حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ جب ہمارے حضرت مخدوم مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ نے ہم کو حکم دیا کہ ہندوستان جاؤ۔ وہاں یہ سلسلہ شریفہ تم سے رواج پائیگا۔ مَیں نے اپنے کو اس خدمت کا اہل نہ پاکر عذر کیا۔ حضرت نے استخارہ کا حکم دیا۔ مَیں نے استخارہ کیا۔ اور اس میں یہ معلوم ہوا کہ ایک طوطی ایک شاخ کے سر پر بیٹھی ہے۔ مَیں نے دل میں نیت کی کہ اگر یہ طوطی اُس شاخ سے اُڑ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ جائے تو ضرور اس سفر میں مجھے کامیابی ہوگی۔ بمجرد اِس خیال کے طوطی اُڑی اور میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ گئی۔ مَیں نے اُس کی منقار کو اپنے مُنہ میں لیا۔ اور اُس نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ مَیں نے اس واقعہ کی تعبیر اس طرح لی کہ طوطی چونکہ ہندوستان کا پرندہ ہے۔ اس لئے کوئی بزرگ ہند کے ہم سے متوسل ہونگے۔ اور معارف و اسرار اس سے پیدا ہونگے۔ اور ہم کو بھی اس سے فائدہ پہنچیگا۔ مَیں نے یہ واقعہ اور تعبیر جناب مولانا سے بیان کی۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہی ہے جو تم کو معلوم ہوئی ہے۔ ایک عرصہ سے بزرگان طریق اس بزرگ کی تشریف فرمائی کے منتظر ہیں۔ جلدی کرو اور اس بزرگ کو پاؤ۔ اب معلوم ہوا کہ وہ بزرگ تمہارے دامن سے پرواز کریگا ٭

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ختم کلام کے بعد ہمارے حضرت قطب الاقطاب سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ واقعہ اور بشارت تم سے متعلق ہے چنانچہ حضرت خواجہ کے تعبیر کے مطابق انجام کار ظاہر ہوا ◆

درجہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ہمارے حضرتؒ سے فرماتے تھے۔ کہ جب حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت سے مراجعت کرنے کے بعد ہمارا قیام تمہارے وطن سہرند میں ہوا تو ہم نے واقعہ میں دیکھا کہ ہم سے کہا جا رہا ہے کہ تو ایک قطب کے پڑوس میں اترا ہے۔ اور اس قطب کا حلیہ بھی بیان کیا گیا۔ صبح کو ہم شہر کے مشائخ اور گوشہ نشین فقرا کی ملاقات کے لئے گئے۔ کسی کی صورت اس حلیہ کے مطابق نہ تھی۔ اور قطبیت کے علامات و آثار کسی میں نظر نہ آئے۔ ہم نے خیال کیا کہ اہل شہر میں کسی کی قابلیت قطبیت کی ہوگی۔ اور اُس کا ظہور اس کے بعد ہوگا۔ جب تم سے ملاقات ہوئی۔ تو وہ حلیہ تمہارے حلیہ کے مطابق نظر آیا۔ اور قطبیت کے علامات بھی تم میں پائے گئے ◆

درجہ۔ جب آنجنابؒ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک مرتبہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا کہ جب ہم تمہارے شہر میں مقیم ہوئے تو ہم نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک مشعل بر فلک کشیدہ روشن ہے۔ اور اُس سے تمام عالم از شرق تا غرب روشن ہو گیا ہے اور اُس کی روشنی لحظہ بلحظہ بڑھتی جاتی ہے۔ خلق خدا نے اُس مشعل سے بہت سے چراغ روشن کئے ہیں۔ مَیں اس واقعہ کو تمہارے معاملہ سے متعلق پاتا ہوں ◆

درجہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کی ابتداءِ حضوری کے زمانہ میں ایک بزرگ کو ایک مکتوب میں لکھا تھا کہ آج ہمارے پاس ایک بزرگ شیخ احمد سہرندی مقیم ہیں۔ وہ کثیر العلم اور قوی العمل ہیں۔ چند روز فقیر نے اُن کے ساتھ نشست و برخاست کی اُن کے روزگار و اوقات میں عجیب چیزیں نظر آئیں۔ امید ہے کہ اُن کی ذات ایک آفتاب بنے اور تمام عالم اس سے روشن ہو جائیگا۔ الحمد للہ کہ اُن کے احوال کاملہ کا مجھے یقین ہو گیا ہے۔ اُن بزرگ کے برادر اور اقربا بھی ہیں۔ اور وہ سب کے سب طبقۂ علماء و صالحین سے ہیں اُن میں سے بعض کی صحبت کا فقیر کو اتفاق ہوا قیمتی موتی نظر آئے اور عجیب استعداد رکھتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے ابھی اطفال

ہیں۔ مگر اسرار الٰہی ہیں۔ الحاصل اُن کی مثال درخت پاکیزہ کی سی ہے۔ اللہ تعالٰے اُس کی عمدہ پرورش فرمائے ✦

درجہ۔ حضرت قدس سرہٗ نے آنجناب کے بارہ میں فرمایا ہے۔ کہ ہم نے اِس تین چار سال مدت میں مشیخت کی خدمت انجام نہیں دی۔ بلکہ کھیل کرتے رہے مگر خدا کا شکر و احسان ہے کہ ہماری یہ کھیل اور دکانداری بیکار نہ گئی۔ کیونکہ آپ جیسے بزرگ ہم کو مل گئے ✦

درجہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آنجناب کے بارہ میں فرمایا کہ ہم اس تخم کو بخارا و سمرقند سے لائے اور زمین برکت آئین ہند میں اُس کی کاشت کی۔ طالبانِ طریق کے ساتھ ہماری سرگرمی اُسی وقت تک تھی۔ جب تک کہ آپ کا معاملہ انتہا تک نہ پہنچا تھا۔ جب ہم آپ کے کام سے فارغ ہو گئے تو ہم نے اپنے کو کاروبار مشیخت سے الگ کر لیا۔ اور طالبوں کو آپ کے حوالہ کر دیا ✦

درجہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ایک مکتوب آنجناب کے نام لکھا تھا اس سے آنجناب کی جلالت قدر و مرتبہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ وہ مکتوب یہ ہے :-

خدائے پاک تم کو مرتبۂ کمال و اکمال تک پہنچائے۔ یہ کہنا کہ بزرگوں کے پیالہ میں زمین کا حصہ ہوتا ہے، کوئی تکلف نہیں ہے۔ حقیقت حال یہی ہے جو لکھی گئی ✦ پیر انصاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں شیخ خرقانی رح کا مرید ہوں۔ لیکن اگر خرقانی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت زندہ ہوتے تو باوجود شیخ ہونے کے میری مریدی اختیار کرتے۔ جب کہ اُن کاملین بے صفتوں کا یہ حال ہے تو پھر ہم گرفتارِ آثار صفات کس شمار میں ہیں !۔ ہم کیوں جان فدائی اور آپ کی طلب گاری نہ کریں۔ اور مشام جان میں جہاں سے خوشبو آئے۔ کیوں اس کے پیچھے نہ جائیں۔ ہمارا یہ توقف اور سستی استغنا اور لاپروائی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ منتظر کرم و احسان ہے ؎

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں   خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

اگر دین کا پادشاہ پوچھے کہ کیا چاہتے ہو۔ تو اُس کے بعد پھر قناعت کا کیا موقعہ ہے ✦

حقیقت احوال یہی ہے جو لکھی گئی۔ اللہ تعالٰے ہدایت کاملہ عطا فرمائے۔

اور عُجب و پندار سے خلاصی بخشے +

بقیۂ مقصود یہ ہے کہ جناب سیادت پناہ میر صالح نیشاپوری سلمہ اللہ تعالیٰ نے اظہار طلب کیا ہے۔ چونکہ وقت اس کا مقتضی نہیں ہے۔ اس لئے انکی تضیع اوقات کرنا شان اہل اسلام سے دور ہے پس اُن کو آپ کی صحبت میں بھیجا جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ بقدر استعداد حصہ لیں گے۔ توجہ اور لطف کامل اُن کے حال پر مبذول رکھو +

درجہ۔ نیز حضرت خواجہ نے آنجناب علیہ الرحمۃ کو لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ فقراو مساکین ورماندہ کو اپنے برگزیدہ بندوں کے طفیل میں درمانی تک پہنچائے۔ میں ایک عرصہ سے حالات نیازمندی کو آپ کی درگاہ ولایت پناہ میں عرض نہ کرسکا تھا۔ اسی ایک کلمہ سے خواستگاران صادق مائل ہوسکیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسی صورت خود پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اور کیا لکھا جائے۔ درویشوں کے حالات آپ کی درگاہ میں لکھنا نہایت بے ادبی اور اوضاع صوریہ کا اظہار نہایت بیجا ہے۔ الحاصل ہم کو خود اپنی حد معلوم کرنا چاہیئے اور فضول باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ والدعا +

درجہ۔ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہ کے ایک مرید خاص نے نہایت تضرع اور نیازمندی سے توجہ خاص کے لئے التماس کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب آپ سرہند سے آجائیںگے تو ہم آپ سے خواہش کرینگے کہ ایک ہفتہ میں تیرا کام پورا کردیں۔ اور درجۂ ولایت تک واصل کردیں۔ اس ارشاد کے بعد حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے آپ کی ملاقات کا اتفاق نہ ہوسکا۔ اور جب آپ بعد وفات حضرت خواجہؒ کے دہلی تشریف لیگئے اور حضرت خواجہ کا ارشاد مرید مذکور کے بارہ میں آپ نے سُنا تو اُس سے فرمایا کہ اگر تم صدق طلب اور اعتقاد صحیح کے ساتھ آؤ۔ تو میں ارشاد حضرت خواجہ کی وجہ سے تمہارا کام صرف ایک ہفتہ میں پورا کردونگا۔ لیکن اس کو اس سعادت کی توفیق ہمدست نہ ہوئی +

درجہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ مقامات مشائخ متقدمینؒ کو آنجنابؒ سے حضور میں بالمشافہ اور غائبانہ میں خطوط کے ذریعہ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں آنحضرت قدس سرہٗ کو تحریر فرماتے ہیں :-

مکتوب۔ مسند ارشاد وسیع اور منور ہے۔ طریقۂ خواجگان میں جس

رسالہ کی تسوید فرمائی گئی ہے اللہ تعالے اس کو سرمۂ چشم مشتاقاں بنائے +

خدائے پاک کا شکر اور احسان ہے کہ رسالہ موصوف نہایت عالی اور لطیف ہے، خیال گزرتا ہے کہ آپ بھی اور احوالِ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ میں تفتیش فرمائیں۔ شاید کہ اور امور بھی ظاہر ہو جائیں جس ذرہ کہ ہم لطیفۂ غیبیہ کے مطالعہ سے مشرف ہو گئے۔ اثنائے انفاس میں خیال گذرا کہ دستِ چپ یقینی عالمِ ارواح کا تعلق خواجہ احرار کے سے ہے۔ مگر جب حاضری ہوئی۔ تو ضعف حافظہ کی وجہ سے یہ امر متردد ہو گیا کہ مشارالیہ کون تھا۔ مگر خیال ہوا کہ حضرت خواجہ احرار ہی کی طرف اشارہ تھا۔ نیز طبقہ طبقۂ آئمہ میں بھی غور کریں تاکہ اور کچھ حالات ظاہر ہو سکیں۔ نیز ان کے کلام سے معنی عصمت مفہوم ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی بعض واقعات سے ظاہر ہوا ہے کہ خواجہ احرار بلحاظ خلقت کے نہایت کے بدایت میں مندرج ہو کر مخلوق ہوتے ہیں۔ کیا تعجب ہے اگر نقطۂ علم سے اوپر مقام وحدتِ علیا کے تحت میں جو مقام قابلیتِ مطلقہ ہے اس سے مخلوق ہوئے ہوں۔ براہِ کرم اس مقام میں بھی آپ غور کریں +

نیز مقام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں بھی ایک نظر ڈالیں کہ آیا آپ اس مقام میں داخل ہو کر نزول میں آئے ہیں یا کسی اور راستہ سے کنارہ پر آئے ہیں۔ ممکن ہے کہ مخلوقیت فوق نقطہ اس مقام میں عدم تقریر کا سبب ہوئی ہو۔ الحاصل ازراہ عنایت اس مسئلہ میں خوب غور کریں +

دوسرا التماس یہ ہے کہ مسئلہ فنا و بشریت میں بھی توجہ فرمائیں کہ بجز مقام فنا فے اللہ کے اور بھی کوئی مقام رکھتی ہے یا صرف اسی مقام فنا فی اللہ میں منحصر ہے اگر ایسا ہو تو وہ جماعت جو مقام فنا فی اللہ سے فوق مخلوق ہوئی ہے وہ اسی طرح محفوظ رہتی ہو گی۔ اور وہ جماعت اولیا بھی جو مقامِ وحدت میں محو ہو گئی ہے خواہ راہِ جذبۂ قیومیت سے گئی ہو یا کسی اور راہ سے وہ بھی عود بوجود سے محفوظ ہو گی۔ نیز ایک نظر خانۂ جبروت یعنی مقامِ انبیا صلوٰۃ اللہ علےٰ نبینا و علیہم میں ڈالیں ممکن ہے کہ یہاں اور بھی کوئی مقام ہو جو عود مذکور سے امن رکھتا ہو۔ نیز مقامِ فنا فی اللہ میں بھی ایک نظر ڈالیں۔ ممکن ہے کہ اس راہ ظاہر کے سوا اور بھی کوئی راستہ رکھتا ہو اور بعض اولیا اسی راستہ سے داخل ہوئے ہوں +

باقی حالات اس عاجز کے آپ کو بخوبی معلوم ہیں اور کیا لکھا جائے۔ اتنے اسامی اور علامات و مقامات ہم کو معلوم نہیں ہیں۔ پھر اُن کا بیان کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ جو آپ کی مرضی ہے۔ ویسا ہی ہو گا۔ محمد صادق اور تمامی برادران واعزہ نیازمندی قبول کریں +

قدسیہ حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ کے عرائض کے جواب میں مختلف صحائف گرامی تحریر فرمائے ہیں۔ اُن میں نیز آپؒ نے اپنی زبان گوہر افشان سے بھی آپ کی تعریف اور آپ کے احوال اور کشوف کی صحت کی تائید فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ انکشافات ہوئے ہیں۔ ان کا طریق نہایت پسندیدہ اور صحیح و درست و مستحسن ہے کہ بے قول و زبان کے انکشافات ہوتے ہیں۔ تمامی وجوہ کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ ملاقات کے بعد جو کہنا ہوگا۔ بالمشافہ کہا جائیگا +

قدسیہ ایک دن آنجناب قدس سرہ اپنے حجرہ میں جو مسجد فیروز آباد دہلی میں تھا۔ خدا کی یاد میں مشغول تھے۔ کہ حضرت خواجہ قدس سرہ تنہا آنجناب کی ملاقات کے لئے حجرہ کے دروازہ پر تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے خادم نے چاہا کہ آپ کو حضرت خواجہ کی تشریف آوری سے مطلع کرے۔ حضرت نے اس کو نہایت اصرار کے ساتھ منع فرمایا اور آپ حجرہ کے باہر ہی تشریف فرما رہے۔ کچھ دیر کے بعد آنجناب اپنے شغل سے فارغ ہوئے۔ تو پوچھا کہ حجرہ کے دروازہ کے باہر کون صاحب ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ فقیر محمد باقی ہے۔ آپ نے بیقرار ہو کر دروازہ کھولا اور باہر آئے۔ اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے +

قدسیہ حضرت خواجہ قدس سرہ ہمیشہ اس نعمت کے شکر میں کہ خدائے پاک نے آپ جیسا مرید بلند استعداد آپ کی صحبت میں پہنچایا اور اُن کی صحبت کے برکات سے مراتب کمال و تکمیل تک واصل کیا۔ رطب اللسان رہتے تھے۔ اور اس امر پر فخر و مباہات فرماتے تھے۔ اپنے سامنے آپ کو اپنے سب مریدین کا سر حلقہ بنایا اور خود اس حلقہ میں تشریف لائے۔ اور ایک گوشہ میں تشریف فرما ہوئے +

قدسیہ منقول ہے کہ ایک بار حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ

عادت قدیم کے مطابق آپ کے والد ماجد یعنی شیخ عبد الاحد کے مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ اس زمانہ میں آپ طفل شیر خوار تھے۔ اور مرض طحال میں جو لڑکوں کے لئے ایک مہلک بیماری ہے، مبتلا تھے۔ سانس دشوار ہو گیا تھا۔ اور بے ہوش تھے۔ اور ایک مدت سے شیر مادر آپ کے حلق میں اُترا تھا۔ سب گھر والے آپ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ سب نے شاہ صاحب کی تشریف آوری کو غنیمت جانا اور آپ کو اسی حال میں شاہ صاحب کی خدمت میں لے آئے۔ شاہِ ولایت پناہ نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا اور اپنی زبانِ مبارک آپ کے دہن میں ڈالی۔ آپ نے فوراً اس کو چوس لیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ احباب کی خاطر عاطر آپؒ کے مرض کی جانب سے مطمئن رہئے کہ آپ کی عمر عزیز بہت ہے۔ اور خدائے جل وعلا کو آپ سے بہت کاروبار لینے ہیں آپ میری طرح بزرگ ہونگے۔ ہم نے اِن کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اسی وقت آپ کو صحتِ عاجلہ وعافیتِ کاملہ حاصل ہو گئی +

قدسیہ ایک دفعہ آپ زمانۂ شباب میں بیمار ہوئے اور اتنا ضعف بڑھا کہ سب لوگ مایوس ہو گئے۔ والدۂ حضرت مخدوم زادگان عالی قدر یعنی حضرت کی بی بی صاحبہ نے جو ایک صالحہ وعابدہ بی بی تھیں نیا وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور بکمال گریہ زاری ونیاز درگاہ باری جلت عظمتہ میں آپ کی صحت وعافیت کے لئے دعا کی۔ اس حال میں اُس زہراء وقت کو نیند آگئی اور آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا آپ سے کہہ رہا ہے کہ اطمینان رکھو ہم کو اُن سے بڑی خدمتیں لینی ہیں۔ اور ابھی تو ہزار خدمتوں میں سے ایک بھی نہیں لی گئی۔ خدائے پاک عنقریب آپ کو صحت کامل عطا فرمائیگا اور مراتب قرب تک پہنچائیگا +

قدسیہ حضرات مخدوم زادگان عالی قدر کی والدۂ ماجدہ یعنی آپ کی بی بی صاحبہ اپنی شادی کے زمانہ میں اپنے والد ماجد حاجی حرمین شریفین شیخ سلطان کو جو ایک عالم وفاضل اور پرہیزگار وسخی بزرگ تھے۔ خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ میں اس وقت حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کثیر البرکت میں حاضر تھا آنحضرت علیہ السلام نے ایک کاغذ پر بخط خاص تحریر فرمایا کہ میرے صحابی خاص چار ہیں اور پانچواں شیخ احمد ہے۔ میرے چچا شیخ زکریا اس روایت کا انکار کر رہے ہیں۔ اور میرے والد ان سے

کہتے ہیں کہ اس روایت کا انکار مت کرو کہ میں بھی اس وقت خدمت حضرت سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر تھا۔ اور اس واقعہ کا معائنہ کیا۔ اُس کی صداقت میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے۔ میں بیداری کے بعد سے اس بارہ میں متحیر رہی یہاں تک کہ خدائے پاک نے آپ کو کمالِ اتباعِ حضرت سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب کبار کی وجہ سے آپ کو ایسے مرتبہ پر فائز فرمایا کہ جو شخص آپ کو دیکھتا یہی کہتا کہ آپ کا طریقہ بعینہٖ اصحاب کبار کا طریق ہے ✦

قدسیہ۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے اپنی وفات کے وقت اپنا جُبّہ متبرکہ جو برسوں تک آپ کے زیر استعمال رہا تھا۔ باوجود آپ کے صاحبزادہ شاہ عماد کی موجودگی کے اپنے پوتے شاہ سکندر بن شاہ عماد کو عطا کیا۔ اور فرمایا کہ یہ جُبّہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ جس بزرگ کیلئے حکم دوں ان کو پہنچا دینا ✦

اس کے بعد حضرت شاہ کمال رح کا وصال ہو گیا۔ اور کسی شخص کا پتہ نہ بتایا۔ مگر واقعہ میں حضرت شاہ سکندر سے فرمایا کہ یہ جُبّہ میرے فرزند معنوی شیخ احمد سرہندی کو پہنچا دو۔ کہ یہ انہی کی امانت ہے۔ حضرت شاہ سکندر نے اس بارہ میں توقف کیا کہ گھر کی نعمت باہر کیوں دیجائے۔ حضرت نے دوبارہ پھر یہی ارشاد فرمایا۔ اور اس بارہ میں سخت تاکید فرمائی۔ شاہ سکندر نے پھر بھی عمل نہ کیا۔ تیسری بار حضرت نے بہت خفگی کے ساتھ تاکید شدید فرمائی۔ پس حضرت شاہ سکندر مجبور ہوئے اور اس کو ایک قصبہ کیتھل سے حضرت کی خدمت بابرکت میں سرہند حاضر ہوئے۔ آپ نے اس جُبّہ متبرکہ کے پہننے کے بعد جو کچھ مشاہدہ فرمایا وہ آپ کے مکتوبات میں مذکور ہے ✦

قدسیہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد بغرض تعزیت آنحضرت قدس سرہٗ دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مریدوں نے حسب دستور قدیم آپ کا استقبال کیا۔ اور بطریقہ سابق آپ کے حلقۂ ذکر میں حاضر ہوئے۔ اور مریدوں کی طرح آپ کی خدمت کی بلکہ آپ کے دست مبارک پر تجدید بیعت کی۔ مگر شیطان خناس نے خَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں جنوں اور آدمیوں میں سے ✦

بعضوں کو جن کی قوت نفسی کمزور تھی اپنی طمع کاری کے خیالات سے فریب دیا

اور انکار کے گڑھے میں ڈال دیا جس سے صحبت مکدر ہو گئی۔ آپ نے وطن مالوف کی طرف توجہ فرمائی۔ حقائق و معارف پناہ شیخ تاج باوجودیکہ حضرت کے مخلص تھے۔ مگر گراں منکرین کی صحبت سے ان کے دل میں بھی تردد اور شبہ پیدا ہو گیا تھا پھر شیخ تاج نے اپنے وطن مالوف سنبھل سے ایک مکتوب مولانا محمد قلیچ کے نام جو حضرت خواجہ کے یارلے تھے۔ لکھا کہ :-

آپ آنجناب کی خدمت میں خط لکھیں اور اس میں فقیر کی جانب سے دعا پہنچا کر عرض کریں کہ آپ نے واقعہ میں جس طرح میرے جرم سے درگذر فرمایا ہے۔ اسی طرح واقع میں بھی میری خطا معاف فرمائیں +

ثانیاً یہ کہ یاران دہلی سے کہو کہ جو شخص آنجناب سے عقیدت رکھتا تھا۔ اور اب منحرف ہو گیا۔ یا جو شخص کہ پہلے معتقد نہ تھا اور اب آپ کا انکار کرے تو وہ مرتد طریقت ہے۔ کیونکہ ایسے کامل ولی کا انکار دجل ارتداد ہے۔ یہ دو روزہ زندگی کا گذر جانا آسان ہے۔ مگر اس انحراف پر جو شخص قایم رہیگا۔ دم آخر اس کا ایمان مسلوب ہو جائیگا۔ چونکہ ہم آپس میں پیر بھائی ہیں۔ اس لئے ہم نے اطلاع کر دی ہے +

اس کے کچھ دن بعد شیخ تاج دہلی تشریف لائے۔ اور حجرۂ حاجی صالح میں مقیم ہوئے۔ آخوند ملا حسن اور جعفر بیگ اور خواجہ محمد صدیق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جعفر بیگ اور ملا حسن نے آپ سے عرض کیا کہ اس مضمون کا آپ کا ایک مکتوب ہمارے پاس آیا تھا۔ نہ معلوم کہ وہ آپ ہی کا لکھا ہوا ہے یا کسی نے اپنی طرف سے لکھ لیا ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ وہ مکتوب میرا ہی تھا۔ حقیقت معاملہ یہ ہے کہ مجھ کو حضرت شیخ احمد قدس سرہ سے ایک گونہ انکار تھا۔ میں نے اُن کے ہاتھ سے زک کھائی۔ اس کے بعد میں اُن کا معتقد ہو گیا۔ اور یاران دہلی کے احوال کی طرف متوجہ ہوا تو کسی میں کوئی اثر رشد کا نہ پایا۔ میں نے بہت کچھ توجہ کی۔ مگر راہ مقصود نہ کھل سکا +

ایک رات درگاہ باری تعالےٰ میں بہت کچھ نیازمندی بجالایا۔ اسی حال میں غیبت پیدا ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک مجلس عالی آراستہ ہے۔ اور تمام اولیا کاملین اس میں جمع ہیں۔ میں بھی اس مجلس مقدس کے ایک گوشہ میں گھس گیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اہل زمانہ سے انکار رکھتے ہو۔ اتنا بھی نہیں جانتے

کہ اکمل وقت کی خدمت میں بے ادبی کرنا اور غفلت کرنا موجب خرابی دین اور سلب ایمان ہے۔ مَیں اس انکار سے ڈرا اور نادم اور تائب ہوا۔ جب یہ بزرگ خاموش ہو گئے تو دوسرے بزرگ نے مجھ کو مخاطب کر کے اسی طرح سے زجر و توبیخ کی۔ الحاصل اس مجلس مقدس کے تمام اکابر نے فرداً فرداً اسی طرح خطاب اور عتاب کیا۔ مَیں حیران ہوا کہ خدایا وہ کون بزرگ اکمل وقت ہیں جن سے مجھ کو کدورت و انکار ہے جس کی وجہ سے مَیں اس قدر نشانۂ ملامت بن رہا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مجلس مقدس کے صدر میں حضرت میاں شیخ احمد قدس سرہٗ تشریف فرما ہیں اور تمام اکابر بزرگوار روئے توجہ ان کی طرف ہے۔ اور اس محفلِ اقدس کے صدر وہی ہیں۔ اس وقت معلوم ہوا کہ معاملہ کیا ہے اس وقت مَیں اٹھا اور آپ کی خدمت میں تیزی کے ساتھ پہنچکر آپکے قدموں پر گرا۔ حضرتؒ نے جب فقیر کو دیکھا تو اٹھ کر مجھے بغل میں لے لیا۔ اور نہایت مہربانی فرمائی۔ مَیں نے عرض کیا کہ چونکہ مَیں بھی یارانِ معتوب کا ہمنشین رہا اس لئے مجھے بھی آپ کی نسبت غلطی سرزد ہوئی امید کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ فرمایا کہ تم سے نہایت تعجب ہے، نہایت تعجب ہے۔ نہایت تعجب ہے۔ اسی طرح تین بار تکرار فرمائی۔ مَیں نے نہایت تضرع و زاری سے عرض کیا کہ بمقتضائے بشریت یہ غلطی واقع ہوئی۔ فرمایا کہ ہم نے معاف کر دی۔

جب مَیں خواب سے بیدار ہوا۔ تو توبہ کی اور بہت کچھ تضرع سے کام لیا۔ چنانچہ آثارِ قبولیت ظاہر ہوئے۔ اور ہدایت کام میں نمایاں ہوئی۔ اس بنا پر مَیں نے دوستوں اور پیر بھائیوں کو لکھا کہ اس دورۂ زندگی کا گذرنا سہل ہے۔ جو شخص آنجناب سے اسی طرح برگشتہ رہیگا۔ اور اس خیال سے رجوع نہ کریگا۔ آخر وقت اس کا ایمان برباد ہو جائیگا۔

جب آنجناب بتقریب عرس حضرت خواجہ قدس سرہٗ دہلی تشریف لائے تو حضرت شیخ تاجؒ جو حضرت خواجہؒ کے کاملین اصحاب اور خلفا سے تھے دہلی میں تشریف فرما تھے آنجنابؒ سے بالمشافہ معافی چاہی۔ اور اس سے قبل بھی شیخ موصوف نے آنجنابؒ کی خدمت میں ایک مکتوب جماعت فیروزآبادی کی سفارش اور اُن کی لغزشوں کے معافی کے بارہ میں لکھا تھا اور اس میں یہ حکایت بھی تحریر فرمائی تھی کہ:-

ایک بزرگ ایک مسجد میں مراقب تھے اور ایک سوداگر وہاں نماز کے لئے آیا

پانسو دینار کی ایک تھیلی جو اس کی کمر میں تھی اُس نے وہ اپنے پاس نہ پائی۔ اس کا خیال ہوا کہ اس شخص نے جو گوشۂ مسجد میں بیٹھا ہے اُٹھالی ہوگی۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ان بزرگ کو سخت ایذائیں دیں۔ آخر کار ان بزرگ نے طوعاً و کرہاً اقرار کیا۔ کہ مَیں مقدار گم شدہ ادا کر دونگا۔ آخر کار درویش نے اپنے مریدوں اور معتقدوں کے پاس سے رقم مہیا کر کے تاجر کو ادا کر دی۔ اس کے بعد تاجر نے وہ ہمیانی دوسری جگہ سے پائی اُن ایذاؤں سے جو اس صابر درویش کو پہنچائی تھیں ڈرا اور اُن کی خدمت میں آیا۔ اور نہایت عاجزی کے ساتھ ندامت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ درویش نے فرمایا کہ اس قدر انکسار اور عاجزی کی ضرورت نہیں۔ مَیں نے اُسی روز جب کہ تم سے تکلیف پائی اپنے دل سے عہد کر لیا ہے کہ جنت میں نہ جاؤنگا۔ جب تک کہ تم کو بھی اپنے ہمراہ نہ لیجاؤنگا۔

الحاصل سلف کے واقعات یہ ہیں۔ امید کہ آپ بھی اس جماعت کی لغزشوں کو معاف کر دینگے۔ آنجناب نے بسفارش شیخ تاج اولاً بذریعۂ مکتوب اور ثانیاً بالمشافہ معاف فرما دیا +

درجہ۔ جس زمانہ میں کہ آنجناب قدس سرہٗ بعد وصال حضرت خواجہ قدس سرہٗ بغرض تعزیت دہلی تشریف لے گئے۔ اصحاب بیدین حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ سے بیعت کی تجدید کی۔ اس زمانہ میں حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں۔ اور آنجناب قدس سرہٗ کی مدح و ستائش میں خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ اور فقرات فصیحہ و کلمات طیبہ میں آپ کی تعریف فرما رہے ہیں اور فخر و مباہات سے فرماتے ہیں کہ مَیں اس پر ناز کرتا ہوں کہ میری امت میں شیخ احمد سا بزرگ ظاہر اور میرے دینِ متین کا مجدد ہوا ہے +

قدسیہ۔ حضرت خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ میں دیکھا کہ اُن سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اصحاب فیروز آباد میں بلائے عظیم نازل ہوگی۔ جو شخص ان کے (حضرت شیخ احمدؒ کے) وضو کا بچا ہوا پانی پئیگا۔ وہ اُس سے نجات پائیگا +

خواجہ موصوفؒ نے یہ واقعہ آنجناب سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آب مستعمل کا پینا مکروہ ہے۔ کتب فقہ میں اس مسئلہ کی تلاش کی گئی۔ اس سے اتنی اجازت دستیاب ہوئی کہ اگر چوتھی مرتبہ کوئی عضو بلا نیت قربت کے دھویا جائے وہ پانی مستعمل نہیں

ہوتا اور اُس کے پینے میں کراہت نہیں ہے۔ پس چوتھی بار کا بچا ہوا پانی حضرت خواجہؒ کے تمام مریدوں اور معتقدوں سب نے اعتقاد راسخ کے ساتھ پیا۔ خدائے پاک نے اس کی برکت سے اُن کو اُس بلا سے نجات عطا فرمائی۔

قدسیہ ۔ آنجناب قدس سرہٗ کے ایک مخلص نے جو ایک نیک اور حافظ قرآن بزرگ تھے۔ فقیر مولف سے بیان کیا کہ آنجناب ایک بار عشرۂ اخیرہ ماہ رمضان میں کسی قدر علیل ہو گئے تھے۔ اسی زمانہ میں ایک رات انہوں نے واقعہ میں دیکھا کہ لوگ گروہ گروہ اور جوق جوق ہر طرف سے دوڑے چلے آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اس جستجو کی کیا وجہ ہے کہا گیا کہ قطب الاقطاب وقت حضرت شیخ احمد فاروقی قدس سرہٗ بیمار ہیں اور قلعۂ سنگین مسجد جامع میں تشریف فرما ہیں۔ اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ انکی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے ہیں۔ لوگ اُن کی زیارت کے لئے دوڑے جا رہے ہیں۔ میں بھی دوڑا اور شوق دیدار پرانوار حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا غالب ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے خلیفہ برحق کو آنجناب کی عیادت کیلئے زندہ فرمایا۔ اور اس جہان میں بھیجا ہے پس آپ کا دیدار غنیمت ہے دیکھا تو وہ قلعہ سراپا سنگ سرخ سے بنا ہوا ہے اور نہایت بلند اور مستحکم ہے۔ اور بلند مقام پر واقع ہے جس طرح کہ پہاڑوں پر بناتے ہیں۔ لوگ اُس قلعہ میں جا رہے تھے۔ میں قلعہ کے دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ خلائق کے دوڑ دھوپ کا شور وغل کم ہو گیا۔ اور لوگ رستہ کے دونو طرف صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد شور ہوا کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت شیخ احمدؒ کی عیادت فرما کر واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس اثنا میں تین شخص گھوڑوں پر سوار ظاہر ہوئے۔ اُن میں حضرت ذی النورین اپنے ہمراہی دونو سواروں سے کسی قدر آگے تھے۔ میں بھی صف کے برابر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ حتیٰ کہ حضرت رضی اللہ عنہ میرے سامنے سے گذرے۔ میں نے آپ کے زانو پر ہاتھ پہنچا کر بوسہ لیا۔ اور گریۂ شوق مجھ میں پیدا ہوا۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تو مجھے یاد کریگا مجھ سے ملاقات ہو جائیگی۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت میری آنکھ سے چشمہ کی طرح آنسو جاری تھے۔

قدسیہ ۔ جب آنجناب قدس سرہٗ بعد وصال حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ دہلی

تشریف لے گئے تھے۔ تو حضرت خواجہ کے بعض اصحاب نے آپ کی مخالفت شروع کی۔ آنجناب نے ان کے شکوک و شبہات کے دفعیہ کے لئے بہت کچھ نصیحت فرمائی۔ مگر کچھ سودمند نہ ہوئی۔ آپ نے بعض کی نسبتیں بھی سلب فرمائیں مگر اس سے بھی کچھ متنبہ نہ ہوئے۔ بلکہ سب جمع ہو کر روضۂ حضرت خواجہؒ پر گئے اور توبہ و التجا بجا لائے۔ ان میں ایک صاحب صاحبِ کشف بھی تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان درویشوں میں سے ہر ایک نے چراغ جلایا ہے۔ ایک بجلی چمکتی ہوئی آئی۔ اس نے سب کے چراغوں کو گل کر دیا۔ اس وقت ان کو یہ بھی بتایا گیا کہ تم جانتے ہو کہ یہ چراغ کیا ہیں یہ دیوبندیان فیروز آبادی کی توجہات ہیں۔ اس جماعت نے آنجنابؒ کے جلالت قدر و بلندی مراتب معلوم کر لینے کے بعد بھی آپ کی طرف بقدر استفادہ رجوع نہ کیا۔ مگر ایک مدت کے بعد شیخ تاج علیہ الرحمۃ نے سفارش کر کے آپ سے ان کی لغزشوں کو معاف کرایا۔ اور آپ نے بکمال کرم معاف فرما دیا۔

اس کے بعد غایت درجہ اخلاص پیدا ہوا۔ اور عجز و انکسار کے ساتھ سب لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی صحبت و حلقہ میں نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ آپ کے فیوض و برکات کے امیدوار ہو کر بیٹھتے تھے۔ اور ضیافتوں اور خدمات کے مواقع پر بغرض اہتمام کھڑے رہتے تھے۔

آپؒ ہر سال زمانۂ عرس حضرت خواجہ قدس سرہٗ میں دہلی تشریف لے جاتے تھے۔ الا ماشاء اللہ سبحانہٗ۔

قدسیہ۔ ایک عورت صالحہ عابدہ خدا طلب حق پرست جس نے کہ بہت سے بزرگوں کی زیارت کی تھی۔ اور ہر ایک بزرگ سے اپنا حصہ حاصل کیا تھا۔ بیان کرتی تھی کہ میں ایک زمانہ میں اکبر آباد میں مقیم تھی۔ بعض عورتوں نے مجھ سے کہا کہ فتح پور سیکری میں ایک درویش صاحب کشف و کرامات آئے ہوئے ہیں۔ کبھی ظاہر رہتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے ہیں۔ اور اب ایک مدت کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان کی خدمت میں جا کر راہ حق میں اپنی طلب کی تشنگی کا اظہار کروں شاید کچھ مجھے بھی مل جائے۔ چند دولتمند عورتیں بھی ان سے التماس دعا کرنے کے لئے میرے ہمراہ ہوئیں۔ الحاصل بوقت شام اس باغیچہ میں جس میں وہ درویش مقیم تھے پہنچے۔ اور ایک

شخص کو اجازت حضوری لینے کے لئے ان کی خدمت میں بھیجا۔ فرمایا کہ آؤ۔ چلتے وقت میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تم کم عمر عورتیں ہو! ایسا نہ ہو کہ حرکات وسکنات میں کوئی بے ادبی ہو جائے۔ یا لباس فقر پر ہنسو کہ موجب ضرر ہو۔ غرضکہ ہم پہنچیں تو دیکھا کہ ایک درویش سیاہ پوش ہیں اور دو تین خادم اُن کے ہمراہ ہیں۔ سلام کیا اور فاصلے سے بیٹھ گئیں۔ میں سب سے کسی قدر الگ ہو کر بیٹھ گئی۔ تاکہ اگر ان سے کوئی بے ادبی ہو تو مجھ پر اعتراض نہ ہو سکے۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ عورتوں نے آپس میں درویش کے لباس سیاہ پر اشارہ کیا۔ درویش نے فوراً بگڑ کر کہا کہ فقیروں کے پاس مذاق اور تمسخر کے لئے آئی ہو۔ سب حیران ہوئیں۔ کہ اشارہ تو نہایت آہستہ کیا گیا تھا! اور رات اندھیری ہے اور سب فاصلہ پر ہیں۔ درویش نے بجز اس کے کہ کشف سے معلوم کیا ہو اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ مارے خوف کے جان اُن کے بدن سے نکلنے لگی۔ اور حیران و دہشت زدہ ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد درویش خاموش ہو گئے! اور میں نے طلب خدا اور تشنگی راہ کا اظہار کیا۔ فرمایا کہ ہر زمانہ میں قطب ایک ہوتا ہے۔ اور اس زمانہ میں قطب وحید حضرت میاں شیخ احمدؒ ہیں جب کہ تو اُن کی خدمت میں پہنچی اور اس دریائے محیط سے سیراب ہوئی۔ تو نہر خورد سے کیا سیراب ہوگی۔ میں نے بطور لاعلمی کے کہا کہ ہاں وہ مشہور بزرگ ہیں۔ میں نے بھی اُن کی تعریف سُنی ہے! اللہ تعالےٰ مجھے بھی اُن کی ملاقات میسر کرے۔ مگر اس وقت میں آپ کی خدمت میں آئی ہوں! اور آپ سے اپنا حصہ چاہتی ہوں۔ فرمایا کہ کیوں جھوٹ کہتی ہے تو فلاں روز فلاں جگہ دوپہر کے وقت اُن کی خدمت میں نہ آئی تھی۔ اور تجھ میں اور اُن میں فلاں گفتگو نہ ہوئی تھی۔ اسی طرح سارا واقعہ بعینہٖ بے کم و کاست بیان کر دیا۔ حالانکہ اُس وقت میں نے حضرت سے جن بعض چیزوں کے متعلق دریافت کیا تھا اُس وقت اور کوئی موجود نہ تھا۔ پس مجبوراً میں نے اقرار کیا اور کہا کہ بے شک میں نے ان کی زیارت کی ہے مگر اب آپ سے امیدوار ہوں۔ فرمایا میں خود اُن سے امیدوار ہوں۔ ایک دفعہ میں اُن کی خدمت میں گیا تھا اور انشاء اللہ تعالےٰ دوبارہ پھر اُن کی زیارت کروں گا۔ جس نے حضرت کو دیکھا ہے اُس پر آتش دوزخ حرام ہے۔ دوسری عورتوں نے بھی جو اُس کے ساتھ ہمراہ تھیں یہی واقعہ بے کم و کاست مجھ سے بیان کیا +

قدسیہ۔ حضرت خواجہ محمد اشرف کابلیؒ نے جو ایک فاضل زمانہ اور حضرت کے

مخلص تھے۔ فقیر سے بیان کیا۔ کہ میں نے ابتدائے شرف قدمبوسی آنجناب قدس سرہ کے لئے استخارہ کیا۔ تو دیکھا کہ ایک جنگل نہایت وسیع اور مسطح ہے اور ایک جماعت کسی بزرگ کی زیارت کیلئے دوڑتی ہوئی جارہی ہے۔ میں بھی شوق کے ساتھ اس جماعت کی طرف متوجہ ہؤا اور اُن سے دریافت کیا کہ کس بزرگ کی زیارت کے لئے جارہے ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ اے بے خبر! یہاں حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ تشریف فرما ہیں۔ اس خبر مسرت اثر و فرحت ثمر کو سُن کر نہایت شوق کے ساتھ اُس مجمع میں پہنچا۔ دیکھا کہ لوگ حلقہ کئے ہوئے کھڑے ہیں۔ جب ایک دَورہ پورا ہو گیا اور دوسرا دَور حلقہ کا شروع ہؤا تو میں کوشش کر کے حلقۂ اول و دوم کے وسط میں پہنچ گیا۔ اِس اثنا میں خلق کا ہجوم بڑھ گیا چنانچہ تیسرا حلقہ بھی پورا ہو گیا۔ اُس وقت خیال ہؤا کہ ان لوگوں سے اچھی طرح تحقیق کر لینا چاہئے تاکہ اطمینان کامل حاصل ہو۔ پھر میں نے اُن لوگوں سے پوچھا کہ کس بزرگ کی زیارت کے لئے یہ سعی بلیغ ہو رہی ہے۔ سب نے لفظاً و معناً متفق ہو کر کہا کہ تم ابھی تک نہیں جان سکے کہ حضرت خاتم المرسلین علیہ السلام والتحیۃ تشریف فرما ہیں۔ اِس سے مجھ میں شوق کا غلبہ ہؤا اور کوتاہی قد و قامت کی وجہ سے بصد محنت پیروں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہو کر دیکھا۔ جب میری نظر حضرتؒ کے جمال پُر انوار پر پڑی تو دیکھا کہ حضرت شیخ احمدؒ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو حضرت شیخ احمد ہیں تم نے تو کہا تھا کہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام ہیں۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ یہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ ایک کیفیت ایسی پیدا ہوئی جس سے میں بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں ہؤا تو گریۂ عظیم مجھ پر غالب ہؤا۔ اِس کے بعد میں حضرت قدس سرہٗ کی عقیدت و قدمبوسی کے لئے تیار ہو گیا۔

قدسیہ۔ ایک درویش بلخی نے بیان کیا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا۔ کہ گویا ایک جنازۂ باعظمت و جلال لایا گیا ہے۔ اور ایک جماعت کثیر و گروہِ عظیم اولیائے سلف و خلف خصوصاً اکابر ماوراء النہر مثلاً قطب ربانی خواجہ عبد الخالق غجدوانی اور غوثِ افراد خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور قدوۃ الابرار خواجہ عبید اللہ احرار اور اُن کے ہمعصر اور مماثل اولیاء اللہ قدس سرہم اُس جنازہ پر تشریف فرما ہیں۔ اور کسی بزرگ کے منتظر اور اُس کے لئے چشم براہ برپا ایستادہ ہیں۔ اُن میں کے ایک بزرگ سے میں نے کہا کہ

یہ لاش کس بزرگ کی ہے۔ اور یہ اولیاء کبار کس بزرگ کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ لاش ایک قطب کی ہے اور یہ سب بزرگ منتظر قطب الاقطاب کی تشریف آوری کے ہیں تاکہ وہ نماز جنازہ ادا کرے اور سب بزرگان اس کی اقتدا کریں۔

اس اثنا میں ایک بزرگ سرو قد گندم گون مائل بسفیدی کشادہ چشم فراخ پیشانی بلند بینی انبوہ مربع ریش پر موے جن کی صباحت حسن یوسفی کی خبر دے رہی تھی۔ اور اس کی ملاحت حسن محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا اظہار کر رہی تھی۔ انوار ولایت اُن کی منور پیشانی پر روشن تھے وجاہت و وقار اور تمکین انکا لباس تھی تشریف لائے۔ تمام بزرگوں نے انکی تعظیم کی۔ وہ بزرگ آگے بڑھے اور امامت کی۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ ان بزرگ کا نام کیا ہے اور مقام ان کا کہاں ہے انہوں نے کہا ان کا نام حضرت میاں شیخ احمدؒ ہے اور اُن کا مقام سہرند ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور اُن کی زیارت کے لئے بیقرار ہو کر علے الصباح بلخ سے اُس قطب الاقطاب کی خدمت میں روانہ ہوا جب میں سہرند پہنچا اور حضرت کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ آپؒ کا حلیہ مبارک وہی پایا جو میں نے واقعہ میں دیکھا تھا۔ میں نے روئے نیاز آپ کی درگاہ عرش اشتباہ پر ملا۔ اور کچھ مدت تک آپکی خانقاہ ملائک پناہ کے اطراف پھرا اور دیکھا جو کچھ کہ دیکھا۔

قدسیہ ایک درویش نے جس کی پیشانی پر آثار نیستی و علامات مستی ہویدا تھے۔ اپنا ابتدائے حال اور آنجنابؒ کے ساتھ اپنی عقیدت کا سبب اس طرح سے بیان کیا کہ ایک رات نماز تہجد کے بعد روح پر فتوح خلیفۂ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو خواجہ محمد زاہد بلخی رح کے خلفا سے تھے۔ اور مدت دراز تک مسند مشیخت اور راہبری طلاب سلسلۂ کبرویہ میں مشغول رہے تھے۔ اور میرے والد مجھے کم عمری ہی میں اُن کی خدمت میں لے گئے تھے۔ میں نے توجہ کی اور کہا کہ یا خلیفہ صدر الدین آپ اس عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف سدھارے۔ اب مجھ کو کسی بزرگ کا جو اپنے زمانہ کا ولی اکمل ہو پتہ بتائیے۔

اس کے بعد مجھے نیند آگئی میں نے دیکھا کہ خلیفہ صدر الدین رح تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں تجھ کو میاں شیخ احمد سہرندی کی خدمت

میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں کوئی بزرگ اُن سے زیادہ کامل نہیں ہے۔ مَیں فوراً علی الصباح اُس قطب آفاق کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ اور قبولیت حاصل کی۔

قدس سرہٗ ایک تاجر صالح نامی نے جو پنجاب کے کسی گاؤں کے باشندے ہیں بیان کیا کہ مجھے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت غالب تھی اور ہمیشہ بعد نماز پنجگانہ آپ کی روح پر فتوح پر فاتحہ پڑھا کرتا تھا۔ اور خلوت میں عجز و انکسار کے ساتھ اُس غوث آفاق کی خدمت میں اپنی حاجات کو پیش کیا کرتا تھا۔ اور اوراد و وظائف سلسلۂ قادریہ کا شغل رکھتا تھا۔

ایک رات مَیں نے حضرت غوث الثقلین قدس سرہ العزیز کو خواب و بیداری کے درمیان دیکھا اور دوڑ کر حضرتؒ کے قدم مبارک چوم لیئے۔ فرمایا کہ ظاہر میں بھی ضروریات راہ کا لینا ضروری ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ اس زمانہ کے ولی اکمل کا پتہ بتلائیے تا کہ اس کی خدمت میں جاؤں۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سرہند میں ایک بزرگ جامع علم ظاہر و معرفت باطن و کمال صوری و کمال معنوی شیخ احمد نامی ہیں۔ اُن کے پاس جاؤ۔ کہ اس زمانہ میں کوئی اور اس کا ہم مثل نہیں ہے۔

مَیں علی الصبح اُس قطب الاقطاب کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اور آنجناب کے آستانہ فلک نشان پر پہنچا اور حقیقت معاملہ عرض کی۔ حضرت نے عنایات بے غایات اور الطاف بے شمار میرے حال فرمائے۔ اور جذبہ و سلوک سے مجھے نوازا۔ اور مدت قلیل میں میرے کام کو پورا فرما دیا۔

قدس سرہٗ پیر سید احمد صاحب کا بیان ہے جو کہ ہمارے حضرت مقبولوں میں سے ہیں کہ جس زمانہ میں سلطان نے حضرت کو تکلیف پہنچائی مَیں ملک دکن میں تھا۔ اس واقعہ کی مجھے خبر نہ تھی ناگاہ مَیں نے سُنا کہ سلطان زمان نے آنجنابؒ کو سختی کے ساتھ طلب کر کے شہید کر دیا ہے۔ مَیں اس خبر وحشت اثر سے بیقرار ہو کر بازار میں نکلا۔ تا کہ کسی قاصد سے کوئی خبر فرحت اثر سے مسرت تمر سُننے میں آئے۔ کنارۂ بازار میں مَیں نے دیکھا کہ چند تاجر خوارِ صلاح ان سے ہویدا اور ہویدا تھے۔ اترے ہوئے ہیں۔ میں اُن کے پاس گیا۔ اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اُن میں سے ایک شخص نے غم و الم کے آثار مجھ میں پا کر اس کی وجہ دریافت کی۔ مَیں نے وہ خبر وحشت اثر اس سے بیان کی۔ اُس نے ایک آہ سرد دل سے

نکالی اور سر گریبان میں جھکا لیا۔ اور ہر لمحہ متغیر ہوتا تھا۔ تا آنکہ اُس کے رنگ میں بہت
تغیر آگیا۔ بہت دیر کے بعد سر اُٹھایا اور کہا کہ اطمینان رکھو۔ آنجناب زندہ ہیں۔ لیکن
مقید ہیں۔ مجھے اُس کے مراقب ہونے اور عالم غیب کی خبریں دینے پر بڑی حیرت ہوئی
اِس لئے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ نے آنجنابؒ کو دیکھا ہے۔ کہا کہ میں حضرت کا ایک مرید
کمترین ہوں۔ میں منت و سماجت کر کے اُن کو اپنے گھر لایا۔ اور دل غمزدہ کو صحبت سے
تسلی دینی چاہی۔ اور پوچھا کہ کتنی مدت آپ نے آنجناب کی صحبت میں بسر کی ہے۔ اور
کیا نعمت حضرت سے حاصل کی۔ اور باعث عقیدت آپ کا کیا ہوا۔ اُنہوں نے جب
معلوم کر لیا۔ کہ میں حضرت کے مخلصین سے ہوں۔ سبب عقیدت جس طرح کہ اُن پر گذرا تھا
بیان کر دیا۔ یہ بزرگ ظاہرا تجارت میں بسر کرتے تھے۔ مگر باطناً ولی کامل تھے +

قدسیہ ایک شاہزادے کی آپکے باپکے ساتھ نزاع تھی۔ اور باوجود کثرتِ
لشکر اور قوتِ فوج کے فتح نہ پاتا تھا۔ ایک وزیر شاہزادے نے ایک درویش سے کہ صاحب
خوارق ظاہرہ و کرامات باہرہ و کشف جلی و فراست سنی تھا۔ دریافت کیا کہ اس کی کیا
وجہ ہے کہ باوجود لشکر بیحد اور دلاورانِ بے شمار کے فتح یابی نہیں ہوتی ہے۔ حالانکہ
میرے باپکے امرا اکثر میرے موافق ہیں۔ شیخ جلیل القدر نے توجہ کی۔ اور اپنے کشف و
فراست سے دریافت کیا۔ اور کہا کہ اس زمانہ میں چار اولیاء اللہ ایسے ہیں جن پر اس کام کا
دار و مدار ہے۔ تین شخص تمہاری فتح پر راضی ہیں۔ مگر ایک بزرگ جو تینوں سے بڑا ہے۔
اس پر راضی نہیں ہے۔ اُس نے پوچھا کہ وہ کون بزرگ ہے کہا حضرت میاں **شیخ احمد**
سرہندی (قدس اللہ اسرارہٗ) فقط +

ہندوستان کے ایک مشہور بزرگ نے آنجنابؒ کی خدمت میں لکھا کہ اکابر وقت
شاہزادہ کی فتح کا حکم لگا رہے ہیں۔ اِس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرتؒ نے جواب
میں لکھا کہ ان لڑائیوں میں شاہزادہ کی فتح نظر نہیں آتی ہے۔ مگر آخر کار اس شاہزادہ کا
معاملہ بلند ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ فتح شاہزادہ کی نہ ہوئی۔ مگر بعد وفات باپ کے
شاہزادہ پادشاہ ہوا اور دین کو رواج اور اسلام کو رونق بخشی۔ اور شریعت کو از سر نو
زندہ کیا +

قدسیہ ایک خردمند خدا پرست آنجناب قدس سرہٗ کی شرف ملازمت سے مشرف ہوا

تھا۔ اُس کا بیان ہے کہ مَیں برہان پور بخدمت شیخ محمد فضل اللہ قدس سرہٗ جن کو اُس زمین کا قطب کہا جاسکتا ہے، پہنچا۔ شیخ نے مجھ سے آنجناب کے اطوار و اوضاع کے متعلق دریافت کیا۔ کہ تم سھرند میں آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے ہو۔ اس لئے اُن کے حالات چشم دید بیان کرو۔ مَیں نے کہا حضرت کے احوال باطنی کو مَیں کیا بیان کرسکتا ہوں مگر ظاہر میں سنت اور اُس کے دقائق کی رعایت جس طرح کہ آنحضرت کرتے ہیں اگر مشائخ وقت جمع ہوں تو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ادا کرسکتے۔ شیخ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ جو کچھ اس قطب الاقطاب نے اسرار حقیقت بیان کئے۔ اور لکھے سب صحیح اور درست ہیں۔ اور وہ اس میں سچے ہیں کہ علامت صدق مقال اور علو حال کی اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ کمال ہے۔ مجھ کو اُن سے غائبانہ اخلاص اور محبت کامل ہے۔ اسی وجہ سے جس زمانہ میں کہ آنجناب کو والیِ وقت نے بعض دشمنانِ دین کے کہنے پر اپنے دربار میں طلب کیا۔ اور سجدہ کرنے کی تکلیف دی۔ اور حضرتؒ نے اُس کو سجدہ نہ کیا اور قلعۂ گوالیار میں حضرت کو مقید کردیا گیا۔

شیخ موصوف پنجگانہ نماز میں حضرت کی رہائی کے لئے دعا اور فاتحہ بلاناغہ کیا کرتے تھے۔ جب کوئی شخص شیخ کے پاس بہ نیت عقیدت و ارادت جاتا۔ اور آپکو معلوم ہوتا کہ وہ سھرندی ہے۔ تو فرماتے کہ تعجب ہے کہ آنجناب کے شہر میں سکونت رکھتے ہو۔ اور دوسری جگہ جاتے ہو۔ آفتاب کو چھوڑ کر ستارہ کی طرف رجوع کرتے ہو۔

قدسیہ۔ ایک امیر وقت کو آنجنابؒ کے معاملہ میں تردد تھا۔ اُس نے قاضی القضاۃ وقت سے کہ آنجناب کی خدمت میں عقیدت رکھتا تھا، خلوت میں پوچھا کہ تم عالم ہو اور صادق الکلام اور صاحب دیانت و امانت ہو۔ آنجناب کے حالات بیان کرو اس نے کہا کہ اس طائفہ کے حالات باطنی ہمارے فہم و ادراک سے باہر ہیں۔ مگر اتنا ہم بھی جانتے ہیں کہ اُن کے اطوار و اوضاع ہم کو اولیائے سلف کے طریق کا یقین تازہ کرتے ہیں اس لئے کہ ہم جب کتب سلف میں کاملین متقدمین کے ریاضات عجیبہ اور طاعات غریبہ مطالعہ کرتے تھے۔ تو خیال ہوتا تھا کہ شاید ان کے مریدوں نے مبالغہ کیا ہو مگر جب حضرت کے اوضاع و اطوار کو دیکھا تو وہ تردد اٹھ گیا۔ بلکہ کاتبین احوال اولیاء اللہ سے ہم آزردہ ہیں۔ کہ کیوں اُنہوں نے کم لکھے۔

قد سرہٗ ایک عالم عامل پرہیزگار مقتدائے وقت آنجناب کے تصانیف شریف کے بارہ میں کہا کرتے تھے۔ کہ قوم کی کتب و رسائل یا تصنیف کردہ ہیں یا تالیف کردہ تالیف یہ ہے کہ اور لوگوں کے کلام کو ترتیب نیک کے ساتھ جمع کیا جائے اور تصنیف یہ ہے کہ اپنے علوم اور اسرار و نکات و مقامات حاصلہ کو تحریر کریں۔ مدتوں سے تصنیف تو عالم سے اٹھ ہی گئی تھی۔ صرف تالیف ہی تالیف رہ گئی تھی۔ اگرچہ میں آنجناب کا مرید نہیں ہوں مگر حق و انصاف سے کہونگا کہ اس زمانہ میں آنجناب کے مکاتیب و رسائل تصنیفات ہیں نہ تالیفات۔ کیونکہ ہرچند ہم نے تحقیق کی۔ کسی جگہ نقل نظر نہ آئی۔ مگر بہ سبیل ندرت و ضرورت اور اکثر حصہ میں آنجناب کے اپنے مکشوفات و ملہمات ہیں اور سب عالی زیبا۔ اور موافق شریعت غرا کے ہیں۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء ٭

قد سرہٗ ایک فاضل وقت نے جو اکثر عرفا و علما کے صحبتوں میں رہ چکے تھے اور برسوں اس طائفہ علیہ کے کلام دیکھے اور سنتے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے بعض معاندین دین کی قیل و قال آنجناب قدس سرہ کے کلمات علیات کی بابت سنی۔ تو فرمایا سبب اس کا یہ ہے کہ اس بزرگوار کے دقائق و حقائق کے ادراک کا اس زمانہ والوں کے پاس سامان نہیں ہے اس بزرگ کو ایام سلف میں ہونا چاہئے تھا۔ وہ لوگ ان کے قدر و منزلت اور ان کے کلام کے مدارج کو پاتے اور متاخرین اُن کے کلام کو استشہاداً و استدلالاً اپنی کتابوں میں نقل کرتے۔ ارباب زمانہ کی فطرت آپکے کلمات کے لئے ایسی ہے جیسے کہ ایک کوتہ اندیش کا قصہ ایک خردمند کی دانائی کے متعلق ہے۔ وہ حکایت یہ ہے کہ ایک عقلمند نے ایک بادشاہ کی محفل میں کہا کہ میں نے ایک جانور دیکھا ہے جو آگ سلگا کر کھاتا ہے۔ حاضرین دربار میں سے کسی نے اس جانور کو دیکھا نہ تھا۔ اُن کو یقین نہ آیا۔ اُس کے ساتھ جھگڑنے لگے۔ اور سب نے اُس کی جہالت اور حماقت پر اتفاق کر لیا ٭

قد سرہٗ ایک فاضل کامل معمر جن کے خمیر میں کشف و معرفت دخل تھے اور اُس نے اکثر مشائخین کی زیارت کی ہوئی تھی۔ شیخ محمد غوث گوالیاری کے مرید تھے۔ یعنی مولانا حسن غوثی انہوں نے ایک تذکرہ احوال اولیاء اللہ لکھا ہے اور مشائخین ممالک ہند کے احوال میں جو ارشاد و ہدایت میں مشغول ہیں۔ آنجناب کے حالات تحریر کئے ہیں کہ عنوان کا آغاز ان القاب سے کیا ہے بار نشین مسند مخدومیت و صدر آرائے محفل وحدانیت

خدیو مقام غوبت صاحب مرتبۂ قطبیت وغیرہ +

قدسیہ ہدایت وسیادت پناہ سید میرک شاہ و شیخ اجل کبروی محمد مومن بلخی اور مولانا زمانی حسن قبادیانی اور اقضی القضاۃ مولانا تورکر نے ایک درویش کے ہمراہ چند تحفے اور خطوط نیاز مندانہ آنجناب کی خدمت میں روانہ کئے تھے درویش صفا کیش نے سب کی درخواستیں آنجناب کی خدمت میں پہنچائیں۔ اس کے بعد اُس نے پیر محمد مومن بلخی کا پیغام عرض کیا کہ انہوں نے بعد ادائے شرائطِ نیاز مندی یہ عرض کیا ہے کہ کبر سن ومسافت بعیدہ مانع نہ ہوتے تو میں آپ کی خدمت میں پہنچتا۔ اور بقیۂ عمر آپ کی ملازمت میں بسر کرتا اور انوار احوالِ بلند سے جس کو کہ نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سُنا اقتباس کرتا۔ پس التماس یہ ہے کہ آنجناب اِن موانعات کا لحاظ فرما کے فقیر کو اپنے مخلصوں میں شامل کرکے افاضات غائبانہ کے ساتھ اس فقیر کے حال پر جو بظاہر مہجور ہے اور باطن میں آپ کے حضوری میں ہے۔ متوجہ رہیں۔ اور اُس درویش نے یہ بھی کہا کہ مجھ کو فرمایا ہے کہ تو میری جانب سے اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ پس اُس نے آنحضرت کے ہاتھ پر پیر صاحب موصوف کی جانب سے بیعت کی اور رخصت ہوتے وقت التماس کیا کہ وہاں کے بزرگوں نے آپ کے معارفِ علیہ سُنے ہیں۔ اور کامل شوق کے ساتھ التماس کیا ہے کہ ایک مکتوب متضمن بر دقائق علیہ روانہ کیا جائے۔ نہایت کرم ہو گا۔ آنجناب نے دعائیہ دو کلمے اس کو لکھ کر دیدئے۔ بعض بزرگوں نے جو دیار بلخ اور ماوراءالنہر سے ہندوستان آئے تھے کہا کہ ہم قدوۃ العرفا میر صاحب موصوف کی صحبت میں تھے۔ جب آنجناب کے معارف وہاں پہنچے۔ تو اُن کے مطالعے سے مسرور ہو کر انہوں نے رقص کیا اور فرمایا کہ اگر سلطان العارفین اور سید الطائفہ اس وقت ہوتے تو اِس بزرگ کی غاشیہ برداری کرتے +

قدسیہ - آنجناب کے مخلص ایک سید زادہ صالح خدا پرست نے فقیر سے بیان کیا کہ ایک روز اس طائفہ کے ایک منکر نے کہا کہ آنجناب کہتے ہیں کہ اگر خواجہ **بہاؤالدین** نقشبند قدس سرہ اِس وقت ہوتے تو میری خدمت کرتے مجھے اس کلام کے سُننے سے حیرت ہوئی۔ اور میں نے کہا کہ معاذ اللہ حضرت نے ایسا نہ فرمایا ہو گا آپ کا طریق یہ ہے کہ ایسے کلمات زبان سے نہ نکالیں۔ اتفاقاً اس زمانہ میں مرض طاعون میں

گرفتار ہوا۔ اور شدتِ مرض کی حالت میں ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ ملائکہ میری قبض روح کے لئے آسمان سے اُتر رہے ہیں +

اس اثنا میں حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس سرّہٗ ظاہر ہوئے اور ملائکہ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اس سیّد زادہ کو زندگی بخشی گئی ہے۔ تم واپس ہو جاؤ۔ قابضانِ ارواح نے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ عالم سے چلا جاتا تو تین شخص کافر ہو جاتے۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اگرچہ آنجناب نے کبھی ایسا نہیں کہا جیسا کہ یہ معترض کہتا ہے۔ مگر آپ کا درجہ ہم سے زیادہ بلند ہے +

درجہ۔ اُسی سیّد زادہ کا بیان ہے کہ ایک رات حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو میں نے واقعہ میں دیکھا کہ گویا آپ ایک راستہ سے کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور آپ کے سامنے ایک فوج ہے۔ اور علمہائے شاہانہ آگے آگے جا رہے ہیں۔ اور آپ کے پیچھے بھی ایک فوج ہے اور بادشاہوں کی طرح آپ جاہ و جلال و حشمت و عظمت کے ساتھ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور میں آپ کے قریب چل رہا ہوں۔ اس اثنا میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تیرے باپ دادا سلسلہ چشتیہ میں ارادت رکھتے تھے۔ تو نے کیوں سلسلہ نقشبندیہ اختیار کیا۔ کہ کتے کو روٹی کا ٹکڑا جہاں مل جاتا ہے وہیں آرام پا لیتا ہے۔ اور وہاں سے دوسری جگہ نہیں جاتا۔ اُس نے کہا کہ طریقہ حضرت خواجہ معین الدینؒ اور آنجنابؒ میں تو نے کیا فرق دیکھا۔ جو اُن کی صحبت کو اختیار کیا اور اپنے آبا و اجداد کے شیوخ سے الگ ہو گیا۔ میں نے کہا کہ آنجناب اور مشائخین آبا و اجداد میں اتنا فرق ہے۔ جتنا کہ حضرت حبیب اللہ اور حضرت کلیم اللہ علیہما السلام میں۔ کیا تو نے نہیں سُنا ؎

موسےٰ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسّمے

حضرت خواجہ معین الدین قدس سرّہٗ نے اُس سے عتاب کے ساتھ خطاب کر کے فرمایا کہ اس سے کچھ مت کہو کہ اس کا پیر غایت درجہ رسوخ اور استقامت رکھتا ہے +

حضرت چہارم

آپ کے بعض مراتب مقامات خاصہ و درجات عالیہ کے بیان میں جن سے اللہ تعالٰے نے آپ کو تمام اولیا میں مخصوص فرمایا:۔

درجہ۔ اللہ تعالٰے نے آپ کو اخص خواص کیا۔ اور علماء راسخین میں سے بنایا اور اس گروہ اقل قلیل میں کہ بوراثت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم محرم اسرار متشابہات قرآنی اور مقطعات فرقانی ہیں۔ بنایا۔

چنانچہ آنجناب نے خود تحریر فرمایا ہے کہ یہ فقیر مدتوں تک متشابہات قرآنی کو علم حضرت حق سبحانہ پر مفوض کرتا رہا۔ اور علماء راسخین میں سوائے ایمان بر متشابہات کے کچھ اور حصہ نہ پاتا تھا اور جو تاویلات کہ بعض علماء صوفیہ نے بیان کی ہیں انکو لائق ان متشابہات کے نہیں جانتا تھا۔ اور ان تاویلات کو ایسے اسرار میں سے جو قابل خفا ہوں تصور نہ کرتا تھا۔ چنانچہ عین القضاۃ نے الف، لام، میم سے الم مراد ہے جو بہ معنی درد لازم محبت کے ہے۔ اور مثل اس کے اور دوسری تاویلیں۔ آخر کار اللہ تعالٰے نے محض اپنے فضل سے ایک شمہ تاویلات متشابہات کا فقیر پر ظاہر کیا۔ اور ایک نہر اس بحر محیط کی اس مسکین کی زمین استعداد پر کشادہ کی گئی اس وقت معلوم ہوا کہ علماء راسخین کو تاویلات متشابہات و مقطعات میں نصیب وافر حاصل ہے۔ اسی طرح بعض علما نے وجہ سے ذات مراد لی ہے۔ اور ید سے قدرت یہ تاویل بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ اُن کی تاویل اسرار غامضہ سے ہیں اور اخص الخواص اُن سے ممتاز ہیں۔ حروف مقطعات کا بیان کیا جائے کہ ہر حرف اُن کا اسرار خفیہ عاشق و معشوق کا ایک دریائے موّاج ہے اور رموز دقیقۂ محبوب سے ایک رمز غامض ہے آیات محکمات اگرچہ اُمہات کتاب ہیں مگر اُن کے نتائج اور ثمرات آیات متشابہات ہیں اور مقاصد کتاب متشابہات ہیں۔ اُمہات وسائل سے زیادہ نہیں ہیں۔ عالم راسخ وہ شخص ہے جو متشابہات کو محکمات کے ساتھ جمع کرے۔ اور حقیقت کو صورت میں لا سکے۔ جو شخص علم محکمات کے بغیر جانے اور مقتضائے محکمات پر بغیر عمل کئے تاویلات متشابہات ڈھونڈے

اور صورت کو ترک کر کے حضرت کی تلاش میں دوڑے وہ جاہل ہے اور اپنے جہل سے بے خبر وہ گمراہ ہے اور اپنی گمراہی سے بے علم ✤

یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ علم متشابہات مخصوص ہے ساتھ رسولوں کے علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور امت کا ایک گروہ اقل قلیل بطور تبعیت و وراثت کے اس علم سے حصہ پاتا ہے۔ اُن پر اس عالم میں جمال متشابہات سے برقع مٹا دیا جاتا ہے۔ اور امید ہے کہ عالم آخرت میں امت کا ایک گروہ کثیر بہ تبعیت مرسلین اس دولت سے ہدایت پائیگا اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم میں بھی اس گروہ اقل کے سوا جائز نہ ہے۔ کہ اوروں کو بھی اس دولت سے مشرف کریں۔ مگر حقیقت معاملہ کا علم نہ دیا جائیگا۔ اور تاویل کو منکشف نہ کیا جائیگا۔ احتمال جائز ہے کہ تاویل متشابہات بعضوں کو حاصل ہو مگر اُن کو یہ نہ معلوم ہوا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ کیونکہ متشابہات کنایہ ہیں معاملہ سے۔ ممکن ہے کہ معاملہ حاصل ہو۔ اور اس معاملہ کا علم حاصل نہ ہو۔ یہ بات صرف متشابہات کی ایک فرد کی بابت ہے۔ اوروں کی بات علیحدہ ہے۔ انتہے ✤

ایک دن حضرت مخدوم زادہ عالم ربانی عارف سبحانی نور ائم قیوم خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ سبحانہ نے اس فقیر سے خلوت میں فرمایا کہ آنجناب پر اسرار اور رموز متشابہات ومقطعات منکشف ہوئے ہیں۔ جب اظہار اسرار کے لئے التماس کیا جائے تو فرماتے ہیں۔ کہ شیطان دشمن قوی ہے اور ہمیشہ اظہار اسرار کی جستجو میں مشغول رہتا ہے کہ اگر ان معاملات کے مکاشفات کو زبان پر لایا جائے تو استراق سمع کر کے فوراً افشا کریگا خدائے پاک نے ان علما کو جو اس معاملہ تک پہنچے ہیں۔ راسخین فرمایا ہے۔ پس باعتبار رسوخ کے معاملہ کے چھپانے کے لئے مجبور ہیں۔ جس کو آگاہ کیا گیا۔ اُس کو مستور بھی کہا گیا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ آنجناب اس امر پر قادر ہیں۔ کہ شیاطین کو محل بیان سے دفع کر دیں۔ اور اپنے اطراف سے اُن کو نکال دیں۔ تاکہ استراق سمع نہ کر سکے جب ہمارا اصرار اور التماس حد سے زیادہ ہو گیا۔ تو آنحضرت ایک حرف کے اسرار ظاہر کرنے پر مامور ہوئے۔ اور وہ حرف قٓ ہے۔ اس حرف کو بیان فرمایا۔ اور اس وقت ہمارے ہوش لے لئے گئے تھے ✤

درجہ ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجدد الف ثانی بنایا۔ چنانچہ حضرت نے

خود اس معاملہ کی تصریح فرمائی ہے اور ایک مکتوب میں اپنے علم اور معارفِ خاصہ کی تحریر کے بعد لکھا ہے کہ :-

یہ علوم مشکاتِ انوارِ نبوت سے مقتبس ہیں علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد تجدید الف ثانی کے بلحاظِ تبعیت و وراثت تازہ ہوئے اور تازگی سا تھ ظاہر ہوئے ہیں۔ ان علوم و معارف کا مالک مجدد الف ثانی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے اس کے علوم معارف کو جو ذات و صفات و افعال حق سے متعلق ہیں۔ اور احوال و مواجید و ظہورات پر مشتمل ہیں دیکھا ہے بخوبی اُس پر روشن ہے کہ یہ علوم و معارف علوم علما اور معارفِ اولیا کے علاوہ ہیں بلکہ اُن کے علوم بہ نسبت علوم مجددیہ کے پوست ہیں۔ اور وہ مغز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے۔

واضح ہو کہ ہر صدی کے ابتدا میں ایک مجدد گذرتا ہے۔ مگر مجدد صدی الگ ہے اور مجدد ہزار الگ جو فرق کہ سو اور ہزار میں ہے ان کے مجددوں میں بھی وہی فرق ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ مجدد ہزار وہ ہے کہ جو کچھ اس مدت میں فیض اور برکتیں امتوں پر پہنچتے ہیں۔ اُسی کے توسط سے پہنچتے ہیں۔ اگرچہ کہ اقطاب و اوتاد اور بدلا و نجبا موجود کیوں نہ رہیں۔ فقط

حضرت نے اور بھی کئی مکتوبوں میں اس طرح تحریر فرمایا ہے :-

اے فرزند! یہ وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں ایسے وقتِ ظلمت میں ایک پیغمبر اولی العزم مبعوث کیا جاتا تھا اور شریعت جدیدہ کی تعلیم دیتا تھا۔ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خیر الامم ہے اور اس کے پیغمبر جناب خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس لئے اس کے علما کو مرتبۂ انبیا بنی اسرائیل دیا گیا ہے اور بجائے انبیا کے اولیا پر اکتفا کیا گیا ہے۔ لہٰذا ابتدائے ہر صدی میں علماء اُمت سے ایک کو مجدد کا رتبہ دیا جاتا ہے تاکہ احیاء شریعت کریں۔ علی الخصوص ہزار سال کے بعد کہ اُمم سابقہ میں نبی اولی العزم کی بعثت ہوا کرتی تھی۔ اور عام پیغمبر پر اکتفا نہیں کی جاتی تھی۔ ایسے وقت میں ایک عالم عارف کامل المعرفت کی اس اُمت میں ضرورت ہے جو اُممِ سابقہ کے نبی اولی العزم کا قائم مقام ہو سکے۔

دوسری جگہ اسی بارہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اِس امت کی آخریت کی ابتداء

وفات آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہزار سال گزرنے کے بعد سے ہے۔ کیونکہ معنی الف کی تغیر امور میں خاصیت عظیم ہے اور تبدیل اشیا میں تاثیر قوی چونکہ اس اُمت میں نسخ اور تبدیل نہ تھی۔ اس لئے نسبت سابقہ تازگی اور رونق کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی۔ اور تائید شریعت اور تجدید ملت الف ثانی میں فرمائی گئی۔ اس پر گواہ عادل حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ہیں سے

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید | دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

ترجمہ۔ روح القدس کا فیض اگر پھر کچھ مدد کرے۔ تو دوسروں سے بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہو سکتا ہے +

اے برادر! یہ کلام آج کل اکثر خلائق پر گراں ہے اور ان کے عقول سے دُور ہے لیکن اگر انصاف ایک دوسرے کے علوم و معارف کا موازنہ کریں اور احوال کی صحت و سُقم مطابقت علوم شریعت اور عدم مطابقت ملاحظہ کریں اور تعظیم و توقیر شریعت و نبوت کو دیکھیں کہ کس میں زیادہ ہے۔ تو کیا تعجب ہے کہ اس تعجب سے نکل جائیں تم نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنے کتب و رسائل میں لکھا ہے۔ کہ طریقت اور حقیقت خادمان شریعت ہیں۔ اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ ولایت نبی کیوں نہ ہو۔ اور لکھا ہے کہ کمالات ولایت کی بمقابلہ کمالات نبوت کے کچھ قدر نہیں ہے۔ کاشکے بمقابلہ دریائے محیط کے ایک قطرہ کی نسبت ہوتی۔ اسی طرح بہت کچھ تحریر کیا ہے خصوصاً مکتوب بیان طریق میں ملاحظہ کیا جائے۔ مقصود اس گفتگو میں اظہار نعمت حق سبحانہٗ ہے۔ اور ترغیب اس طریق کے طالبوں کی ہے۔ اوروں پر اپنی فضیلت کرنا ہرگز مقصود نہیں ہے اللہ تعالےٰ کی معرفت اس پر حرام ہے۔ جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جانتا ہو۔ پھر اکابر دین کے ساتھ کیا نسبت۔

نظم

ولے چوں شہر مرا بردہ اشت از خاک | سزد گر بگذرانم سر ز افلاک
من آں خاکم کہ ابر نو بہاری | کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم | ادائے شکر لطفش کے توانم

ترجمہ۔ مگر جب بادشاہ نے مجھ کو خاکساری سے عروج بخشا ہے۔ تو میری سرفرازی اگر

آسمانوں سے بڑھ جائے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ پھر بھی میں وہی خاک ہوں جس پر خدا کی رحمت کا ابر نو بہار ہمیشہ برس رہا ہے۔ اگر میرے بدن سے سو زبانیں پیدا ہو جائیں تب بھی تیری مہربانیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا +

درجہ ۔ فرماتے ہیں کہ وہ علوم کہ مقام فنافی اللہ اور بقا باللہ سے متعلق ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی عنایت سے مجھ پر منکشف فرمائے۔ اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وجہ خاص ہر شئے کی کیا ہے۔ اور سیر فی اللہ کے کیا معنی ہیں۔ اور تجلی برقی کیا چیز ہے اور محمدی المشرب کون ہے اور اس کے مماثل باتیں اور ہر ایک مقام پر اس کے لوازم اور ضروریات بتائے گئے۔ اور اس طرح سے مقامات مذکورہ کی سیر کرائی گئی۔ ایسی بہت کم چیزیں ہونگی جن کی کہ اولیاء اللہ قدس سرہم نے نشان دہی کی ہو۔ اور وہ راہ میں چھوڑ دی گئیں۔ اور نہ بتائی گئیں ہو قبل من قبل بلا علۃ۔ مقبول ہو گیا وہ شخص جس نے اس کو بلا چون چرا کے قبول کیا +

درجہ حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنی عنایت بےغایت سے مدارج کمالات میں ترقی عطا فرمائی جو کہ مقاماتِ اولیا اور شہدا سے بالاتر ہے۔ اور اُن کی ولایت اور شہادت کے ساتھ ایسی نسبت ہے۔ جیسے کہ نسبت تجلیِ صوری کی تجلی ذاتی کے ساتھ ہیں +

مقام شہادت کے اوپر مقام صدیقیت ہے اور جو فرق کہ ان دونو مقاموں میں ہے۔ وہ نہ عبارت میں آسکتا ہے اور نہ اشارہ سے ادا کیا جا سکتا ہے مقام صدیقیت سے بلا صرف مقامِ نبوت ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات۔ مقام صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ محال ہے جو کہ کشف صریح سے معلوم ہوا ہے۔ اور جو کچھ بعض اولیاء اللہ نے دو تو مقاموں میں واسطہ ثابت کیا ہے۔ اور اس کا نام مقام قربت رکھا گیا ہے۔ اس سے بھی مشرف کیا گیا۔ اور اس مقام کی حقیقت سے اطلاع دی گئی۔ توجہ بسیار اور تضرع بے شمار کے بعد اولاً تو وہی نور جو بعض اکابر نے بیان کیا ہے۔ ظاہر ہوا۔ مگر آخر کار حقیقت معلوم کرائی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مقام عروج کے وقت حصول صدیقیت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ مگر اُس کے واسطہ ہونے میں تامل ہے۔ مقام قربیت بہت بلند ہے۔ اور منازل عروج میں اس سے اوپر کوئی مقام نہیں ہے۔ اور نزائد بیت وجود بر ذات حق جل علا اسی مقام میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل حق

کے نزدیک یہ امر ثابت شدہ ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔ یہ وجود بھی راستہ میں رہ جاتا ہے اور اس سے اوپر عروج واقع ہوتا ہے ۔

ابو المکارم رکن الدین شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصنیفات میں فرمایا ہے کہ عالم الوجود سے بالا عالم الملک الودود ہے۔ اور مقام صدیقیت مقام بقا ہے کہ عالم کی طرف رخ رکھتا ہے۔ اس سے بالا مقام مقامِ نبوت ہے۔ اس میں کمال صحو اور کمالِ بقا ہے۔ مقام قربیت کی دونو مقاموں کے بیچ میں برزخیت کی حیثیت نہیں ہے کہ اس کا رخ تنزیہ صرف کی طرف ہے۔ جو عروجِ محض ہے پس دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے ۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

ترجمہ۔ مثالِ طوطی ہم کو آئینہ کے پیچھے بٹھا دیا گیا ہے۔ جو کچھ کہ استادِ ازلی کا ارشاد ہوتا ہے۔ وہی ہم بولتے ہیں ۔

علوم شرعیہ نظریہ استدلالیہ کو بدیہی اور کشفی بنایا گیا ہے۔ اور نظریت سے ضروریت کی طرف لایا گیا ہے ۔

درجہ۔ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ استطاعت مع الفعل منکشف ہو گیا ہے۔ فعل سے زیادہ قدرت نہیں رکھتا ہے۔ اور قدرت فعل کے ساتھ ہی ساتھ بخشتے ہیں اور سلامتی اسباب اور اعضا کے لحاظ سے تکلیف دیجاتی ہے جس طرح کہ علما اہل سنت نے ثابت کیا ہے ۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ اسی مقام میں تھے۔ اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ کو بھی اس مقام میں حصہ حاصل ہے۔ اور اس سلسلۂ علیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کو اور مشائخ متقدمین میں سے حضرت معروف کرخی اور حضرت امام داؤد طائی قدس سرہٗ اور حضرت خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس اسرارہم کو ۔

درجہ۔ تحریر فرمایا ہے کہ فقیر کو اس راستہ کی ہوس پیدا ہوئی عنایت الٰہی جل سلطانہٗ نے اس کو ایک خلیفہ تھا وہ حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی مدت میں پہنچایا۔ اور وہاں سے ان بزرگواروں کا طریق اخذ کر کے اس بزرگ کی صحبت میں رہا۔ جن کی توجہ کی برکت سے جذبۂ خواجگان جو کہ صفت قیومیت میں استہلاک سے پیدا

ہوتا ہے۔ اس کو حاصل ہوا اور طریق اندراج النہایت فی البدایت سے بھی حصہ ملا۔ اس جذبہ کے بعد اُس کا کام سلوک سے متعلق ہوا اور اس اسم کو تربیت روحانیت حضرت اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ نے انتہا تک پہنچایا۔ یعنی اس اسم تک جو اس کا رب تھا اور اس اسم قابلیت اولے تک جو متجر بحقیقت محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ہے۔ روحانیت حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ اسرارہم کی مدد سے عروج کیا۔ اور وہاں سے روحانیت حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی دستگیری سے ان بزرگوں کی قابلیت سے اوپر استقلال نصیب ہوا۔ اور وہاں سے اس مقام تک جو اس قابلیت سے بالا ہے۔ اور وہ قابلیت گویا تفصیل ہے اس مقام کی اور یہ اس کا اجمال ہے۔ یہ مقام قطب محمدیہ کا مقام ہے۔ روحانیت حضرت خاتمیت علے صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی ترتیب سے ترقی واقع ہوتی ہے۔ اس مقام پر وصول کے وقت کسی قدر امداد روحانیت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار سے کہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ نقشبندؒ کے اور قطب ارشاد تھے اس درویش کو پہنچی۔ عروج اقطاب کی انتہا اسی مقام تک ہے۔ اور دائرہ ظلیت اسی مقام پر منتہی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد یا اصل خالص ہے۔ یا ممتزج بظل۔ افراد اولیاء کی ایک جماعت اس دولت سے ممتاز ہے۔ بعض اقطاب کو بواسطہ مصاحبت افراد کے مقام ممتزج تک عروج واقع ہوتا ہے۔ اور ناظر اصل ممتزج بظل ہو جاتا ہے مگر وصول باصل خالص یا اس پر نظر کرنا بقدر تفاوت مراتب افراد کا خاصہ ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور وہ صاحب فضل عظیم ہے۔

اُس درویش کو قطبیت ارشاد کی خلعت مقام اقطاب پر واصل ہونے کے بعد اُس سرور دین و دنیا علیہ و علے آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے عنایت ہوئی۔ اور اس منصب سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے بعد پھر عنایت الٰہی جل شانہٗ اس فقیر کے شامل حال ہوئی۔ اور مقام اقطاب سے متوجہ فوق کیا گیا۔ اور ایک اصل متضمن بر دو ظلیت ہوئی جس طرح کہ تمام سابقہ میں حاصل ہوئی تھی۔ اور وہاں سے مقام اصل پر ترقی دے کر اصل الاصل پر پہنچایا گیا۔ اس عروج اخیر یعنی عروج در مقامات اصل میں روحانیت حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبد القادر سے مدد حاصل ہوئی قدس اللہ سرہ العزیز۔

اور قوتِ تصرف سے اس مقام سے گذار کر اصل الاصل پر واصل کیا گیا اور وہاں سے عالم کی طرف واپس کیا گیا۔ جس طرح کہ ہر مقام سے واپس کیا جاتا تھا +

نیز اس درویش کو مایۂ نسبت فردیت جس کے ساتھ عروج اخیر مخصوص ہے اپنے پدر بزرگوار سے حاصل ہوئی تھی۔ اور پدر بزرگوار نے ایک بزرگ سے حاصل کی تھی جو صاحب جذبۂ قویہ اور خوارق وکرامات میں مشہور تھے +

نیز اس فقیر کو علوم لدنی روحانیت حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے حاصل ہوتے رہے۔ جب تک فقیر مقام اقطاب سے آگے نہ بڑھا تھا۔ مگر اس مقام سے گذرنے کے بعد سے حصول ترقیات عالیات اور اخذ علوم اپنی حقیقت سے ہوتے رہے اور اپنے آپ میں خود بخود پا رہا ہے۔ غیر کی مجال نہیں ہے کہ اس کا کچھ دخل درمیان میں ہو سکے +

درجہ ✻ - فرماتے ہیں کہ فقیر کو نزول یعنی سیر عن اللہ باللہ کے وقت مشائخین سلاسل کے مقامات پر بھی عبور ہوا۔ اور ہر مقام سے حصۂ کامل حاصل ہوا۔ اور اس مقام کے مشائخ میرے کام میں میرے ممد اور معاون ہوئے۔ اور اپنی نسبتوں کے خلاصے عطا فرمائے۔ اولاً مقاماتِ اکابر چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم پر عبور واقع ہوا۔ اور ان کے مقام سے حصۂ کامل عطا ہوا۔ ان مشائخین میں سے روحانیت حضرت قطب الدین قدس سرہٗ نے اوروں سے زیادہ امداد فرمائی۔ بیشک آپ اس مقام شانِ عظیم رکھتے ہیں۔ اور اس مقام کے رئیس ہیں +

اس کے بعد مقام مشائخین کبرویہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم پر گذر ہوا۔ یہ دو مقام کبرویہ چشتیہ بلحاظ عروج کے مساوی ہیں۔ لیکن مقام کبرویہ بوقت نزول مقام چشتیہ کے جانب راست واقع ہوتا ہے۔ اور مقام چشتیہ اس کے جانب چپ میں رہتا ہے مقام کبرویہ ایک شاہراہ ہے کہ بعض اکابر اقطاب ارشاد اسی رستہ سے مقام فردیت تک جاتے۔ اور مقام نہایت النہایت تک واصل ہوتے ہیں۔ افراد محض کے لئے دوسرا راستہ ہے کہ قطبیت کے اس رستہ سے نہیں گذر سکتے۔ یہ مقام مقامِ صفات اور مقام چشتیہ کے مابین واقع ہوا ہے۔ گویا یہ مقام برزخ ہے دونوں مقاموں میں اور مقام اول شاہراہ کے دوسری طرف واقع ہے کہ صفات سے مناسبت کم رکھتا ہے +

اس کے بعد مقام اکابر سہروردیہ پر کہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی طرف منسوب ہیں، گذر ہوا۔ یہ مقام نورِ اتباعِ سُنّت علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے متعلق اور نورانیتِ مشاہدہ فوق الفوق سے متزین ہے۔ توفیقِ عباداتِ نافلہ اس مقام کی رفیق ہے۔ بعض سالکانِ ناقص کہ عباداتِ نافلہ میں مشغول ہیں اور اسی میں راحت پاتے ہیں۔ اس مقام سے بواسطہ مناسبت نصیب پاتے ہیں۔ اور بالاصالت عباداتِ نافلہ اس مقام کے مناسب ہیں۔ یہ نورانیت جو اس مقام میں مشہود ہوتی ہے اور مقامات میں کم ہے مشائخ سہروردیہ بسبب کمالِ اتباع کے عظیمُ الشان اور رفیع المکان ہیں اور اپنے ابناءِ جنس میں امتیازِ خاص رکھتے ہیں۔ اس کے بعد مقامِ جذبہ پر پہنچایا گیا۔ یہ مقام جامع جذباتِ بے اندازہ ہے پھر یہاں سے بھی نزول کرایا گیا۔ مراتبِ نزول کی انتہا مقامِ قلب پر ہے۔ جو حقیقت جامع ہے اور ارشاد و تکمیل اسی مقام میں پہنچ کر نزول کرنے سے متعلق ہے۔ پس اس مقام میں نزول کرنے کے بعد تمکین پیدا ہونے سے قبل پھر عروج واقع ہوا اُس وقت اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیا گیا اور اس عروج کے ذریعے سے جو کہ مقامِ قلب سے واقع ہوا مقامِ تمکین میں داخل ہو گیا۔

درجہ آپ نے اپنے کمالات کی اس طرح خبر دی ہے کہ قطبِ ارشاد جو جامع کمالِ فردیت بھی ہو بہت نادر الوجود ہے۔ قرون بسیار و ازمنہ بے شمار کے بعد ایسا گوہر ظہور میں آتا ہے۔ عالمِ تاریک اُس کے نورِ ظہور سے منور ہو جاتا ہے اس کا نورِ ارشاد و ہدایت تمام عالم کو شامل ہوتا ہے۔ محیطِ عرش سے مرکزِ فرش تک جو کچھ رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت حاصل ہوتی ہے اُسی کے واسطہ سے ہوتی ہے اور اسی سے مستفاد ہوتی ہے بے واسطہ اس کے کوئی شخص اس دولت کو نہیں پہنچ سکتا گویا اس کا نورِ ہدایت ایک دریا ہے کہ تمام کو محیط اور منجمد ہے کہ اصلاً حرکت نہیں رکھتا۔ جو شخص اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے یا خود وہ بزرگ متوجہ حالِ طالب ہو تو اُس کی توجہ کے وقت ایک روزن طالب کے دل میں کشادہ ہو جاتی ہے اور وہ اُس راہ سے بقدرِ توجہ و اخلاص سیراب ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی وہ شخص کہ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہے اور اُس بزرگ کی طرف عدمِ واقفیت کی وجہ سے بالکل متوجہ نہیں ہے نہ انکار کی وجہ سے۔ تو ایسا ہی افادہ اس کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ لیکن پہلی صورت میں

دوسری سے زیادہ افادہ ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ شخص کہ منکر اس بزرگ کا ہے یا وہ بزرگ اس سے ناراض ہے تو ہر چند ذکر الٰہی جل شانہ میں مشغول رہے۔ مگر حقیقت میں وہ رشد و ہدایت سے محروم رہے گا کہ اس کا یہ انکار و آزار راہ فیض کو مسدود کر دیتا ہے بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اس کو فیض نہ پہنچنے کا یا اس کے ضرر کا قصد کرے حقیقت ہدایت اس سے مفقود ہو جاتی ہے۔ صرف صورت رشد باقی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ صورت بے معنی قلیل النفع ہے جو جماعت کہ اس بزرگ سے اخلاص و محبت رکھتی ہے ہر چند کہ توجہ مذکور اور ذکر سے خالی ہو مگر ان کو بواسطۂ مجرد محبت نور ہدایت پہنچتا ہے ❊

درجہ — آنجناب کو سات درجہ متابعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرت صلعم کے خصائص عظیمہ سے ہے مشرف کیا گیا۔ تفصیل سات درجوں کی آپ کے مکتوبات کے دفتر دوم کے پچاسویں مکتوب میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ کریں ❊

درجہ — آنجناب پر مشارب متعددات انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور اُن کے مبادی تعینات اور ہر ایک کی نسبت اللہ تعالےٰ کے ساتھ یعنی محبیت و محبوبیت وخلت اور اسی طرح اُن سالکوں کی جو کسی نبی کے زیر قدم ہوں مکشوف کی گئی تھی۔ نیز ان مشارب میں ہر ایک کا تفاوت قدم بھی ظاہر کیا گیا تھا ❊

چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ فلاں شخص ولایت موسوی ع میں اور فلاں ولایت عیسوی ع میں اور فلاں محمدی المشرب ہے اور فلاں قریب بنقطۂ مرکز فلاں ولایت اور فلاں قریب اُس کے دائرہ کے ہے و امثال ذالک۔ یہ آنجناب کے خصائص عظیمہ اور مقامات جسیمہ سے ہے ❊

درجہ — تعین وجودی کہ اب تک کسی عارف نے اس کے متعلق لب کشائی نہ کی۔ آنجناب پر ظاہر کیا گیا اور اس مرتبۂ بالغہ کے اسرار و برکات سے ممتاز کیا گیا۔ اس کی تفصیل مکتوب آنجناب کے جلد سوم کے مکتوب (۸۹) میں مذکور ہے ❊

درجہ — آنجناب کو اسرار علوم قلوب خمسہ عطا فرمائے گئے تھے خصوصاً مرتبۂ علیا سے جو قلب پنجم سے متعلق ہے۔ یہ مرتبہ مراتب قربیہ میں اعلےٰ اور منتہائے منازل ہے اور آنجناب کے خصائص سے ہے۔ آپ مرتبۂ نیابت حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم پر فائض فرمائے گئے اور اس مقام پر کہ جس سے بالا اور کوئی مقام نہیں ہے

داخل ہو گئے۔ اور اقطاب و اوتاد کو داخل تحت ولایت آنجناب کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے رسالہ مبدأ و معاد میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ کہ جب عارف تام و اکمل اس مقام عزیز الوجود کے شہود پر پہنچ جاتا ہے تو یہ عارف تمام عوالم کا قطب بن جاتا ہے۔ اور یہ ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دعوت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے مشرف ہوتا ہے۔ پس اقطاب و اوتاد اس کے دائرہ ولایت کے تحت داخل ہو جاتے ہیں۔ اور افراد و آحاد اور تمام فرق اولیاء اللہ اس کے انوار ہدایت میں متضمن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ مقام مقام رسول اللہ اور ہدایت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تربیت یافتہ ہے۔ یہ نسبت شریفہ عزیز الوجود آحاد مرادین (یعنی خاص خاص محبوبین) کے لئے مخصوص ہے۔ مریدین یعنی عاشقین کے لئے اس کمال سے کچھ حصہ نہیں ہے۔ یہ مقام ایک نہایت عظمی اور غایت قصوی ہے۔ کہ اس سے بالا کوئی بزرگ کمال نہیں ہے اگر ایسے عارف کا ظہور ہزار برس میں بھی ہو جائے تب بھی نہایت غنیمت ہے۔ اس کی برکت ایک مدت مدیدہ اور اوقات بعیدہ تک پھیلی رہتی ہے۔ اس کا کلام دوا ہے۔ اور اس کی نظر شفا۔

حضرت مہدی علیہ السلام میں بھی یہی نسبت شریفہ پائی جائیگی۔ یہ خدا کا فضل ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور وہ صاحب فضل عظیم ہے۔

درجہ۔ آنجناب قدس سرہ پر سہ درجات ولایت یعنی ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ اور ولایت علیا منکشف فرمائے گئے۔ ان کی تفصیل حضرت نے اپنے مکتوبات میں فرمائی ہے۔

درجہ۔ آنجناب قدس سرہ پر اسرار حقیقت قرآنی و کعبہ ربانی اور حقیقت بیت المقدس منکشف کی گئی۔ اور ظاہر کیا گیا کہ ہزار سال کے بعد حقیقت محمدی حقیقت احمدی کے ساتھ متحد ہو جائیگی۔ اس کی تفصیل حضرت نے خود تحریر فرمائی ہے۔

درجہ۔ آنجناب قدس سرہ پر ظاہر کیا گیا کہ اس عالم میں اگرچہ رویت نہیں ہے مگر بے رویت کے بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ وہ دولت ہے کہ زمان صحابہ کے بعد کم لوگ اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ کلام بعید از عقل معلوم ہوتا ہے اور اکثر لوگ اس کو قبول نہ کرینگے۔ مگر ہم کو اظہار نعمت مقصود ہے۔ کوتہ اندیش اس کو قبول کریں یا نہ کریں۔ یہ نسبت حضرت مہدی علیہ الرضوان میں خاص کر بدرجہ اکمل ظہور پائیگی۔

درجہ - اللہ تعالےٰ نے آپ کو حق الیقین سے مشرف فرمایا عام صوفیہ کے نزدیک جو مرتبہ حق الیقین ہے وہ آپ کے نزدیک علین الیقین میں ہی داخل ہے۔ اس کے بعد حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ حق الیقین کی گفتگو تو سب کرتے ہیں اگر کہا جائے کہ سمجھاؤ تو عاجز رہتے ہیں۔ یہ معارف احاطۂ ولایت سے خارج ہیں! ارباب ولایت علمائے ظاہر کی طرح اس کے ادراک میں عاجز اور قاصر ہیں۔ یہ علم انوار مشکوٰت نبوت سے ماخوذ ہے کہ ہزار سال کے بعد یہ تبعیت و وراثت انبیا علیہم السلام تازہ ہوا ہے ٭

درجہ - آنجناب قدس سرہ پر سوائے جذبہ اور سلوک کے ایک اور طریق ظاہر کیا گیا۔ اس کو آنجناب ؒ نے بالفاظِ اقتباس نبوت تعبیر کیا ہے اس کی تفصیل آپ کے مکتوب (۲۱) میں مذکور ہے ٭

درجہ - آنجناب قدس سرہ کو کمال اتباع سرور کائنات علیہ وعلےٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والتسلیمات کے سبب ایسے مقام سے جو مقام اجتبا سے بالاتر ہے، ممتاز کیا گیا۔ چنانچہ حضرت ؒ نے اس کی تفصیل مکتوب ۲ جلد دوم میں فرمائی ہے ٭

درجہ - آنجناب قدس سرہ کو خزانہ دار رحمت بنایا گیا چنانچہ مکتوب ۳۱ جلد اول میں بہ تذکرہ سرہا دوچشمی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ ؒ کو مقام سابقین پر جو بالائے درجات اصحاب یمین ہے، واصل کیا ٭

درجہ - اللہ تعالےٰ نے آپ ؒ کو مکلّم اور محدث (بفتح دال) بنایا چنانچہ حضرت ؒ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:-

واضح ہو کہ کلام حق مع البشر کبھی بالمشافہ ہوتا ہے اور یا فرادِ انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے مخصوص ہے۔ اور کبھی بعض کامل پیروان انبیا ؑ کے ساتھ بطور اتباع و وراثت ہوتا ہے۔ اور جب یہ کلام کسی ولی کے ساتھ کثرت سے ہونے لگے تو اس کو محدث کہا جاتا ہے۔ جس طرح کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کہا گیا۔ یہ کلام سوائے الہام اور القائے فی الروح کے ہے۔ اور اس کلام سے بھی علاوہ ہے جو ملائک کے ساتھ خدا کا ہوتا ہے۔ ایسے کلام کے ساتھ انسان کامل مخاطب کہا جاتا ہے۔ جو عالمِ خلق اور عالمِ امر اور عالمِ روح اور عالمِ نفس اور آلۂ عقل اور خیال کا جامع ہو۔ اور اللہ تعالےٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے اور وہ صاحبِ فضل عظیم ہے۔

درجہ آنجناب قدس سرہ کو ولایت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مشرف کیا گیا۔ اور ولایت ظلی کا ولایت اصلی کے ساتھ اتصال بخشا گیا ہے ✦

درجہ۔ آنجناب پر ایک سیر سوائے سیر آفاقی اور سیر انفسی کے منکشف کی گئی چنانچہ اُس کی تفصیل مکتوبات میں مذکور ہے ✦

درجہ آنجناب کو قطب الاقطاب ارشاد بتایا گیا کہ روئے زمین میں اور بالائے آسمان پر فیض اُسی کے توسط سے بشرط عدم انکار پہنچتا ہے۔ کیونکہ منکر محروم مطلق ہے ✦

درجہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے بعض مریدین کو آپ کے طفیل سے درجۂ قطبیت پر پہنچایا ✦

درجہ۔ آپ قدس سرہ فرماتے تھے کہ مجھ پر منکشف کیا گیا ہے۔ کہ یہ سلسلہ میرے فرزندوں کے ہاتھ میں قیامت تک باقی رہیگا ✦

واضح ہو کہ آپ کے تمام مراتب کا شمار حوصلۂ کاتب اور احاطۂ قرطاس سے باہر ہے۔ اس لئے اتنے ہی پر اکتفا کیا گیا۔ اور کسی قدر آپ کے مراتب حضرت ششم میں بھی جو مکاشفاتِ آنحضرت قدس سرہ اور آپ کے بعض خلفا اور صحاب کے حالات میں ہے ذکر کئے جائیں گے انشاء اللہ تعالےٰ ✦

حضرت پنجم

آپ کے وظائف طاعات اور اخلاق کے بیان میں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:-

آنجناب قدس سرہ العزیز کا طریق موسم سرما و گرما و سفر و حضر میں یہ تھا۔ کہ بعد نصف شب کے بیدار ہوتے تھے۔ اور اس وقت کی مسنون دعائیں پڑھتے تھے۔ اس کے بعد استنجے کے لئے تشریف لیجاتے تھے اور بیت الخلامیں پہلے بایاں قدم داخل کرتے اُس کے بعد سیدھا پاؤں اور اس وقت کی ادعیہ مسنونہ پڑھتے اس کے بعد بغرض استنجا بیٹھتے اور زور بائیں پاؤں پر ڈالتے۔ پھر کلوخ طاق سے استنجا کرتے اس کے بعد پانی سے طہارت کرتے اُس کے بعد اُٹھ جاتے اور وضو کے لئے

قبلہ رو بیٹھتے۔ اور کسی سے مدد نہ چاہتے۔ آفتابہ بائیں ہاتھ میں لیکر اولاً سیدھے ہاتھ پر پانی ڈالتے۔ پھر بائیں ہاتھ پر اُس کے بعد دونو ہاتھ ملا کر دھوتے اور ہاتھ کی انگلیوں میں خلال ہتھیلی کی جانب سے کرتے اور کلّی کرنے کے وقت مسواک استعمال فرماتے۔ تین بار جانبِ راست اور تین بار جانبِ چپ اور تین بار زبان پر پھراتے۔ اور اگر زیادہ کرتے تو سیدھی طرف کے پیچھے کے دانتوں پر بہر حال آپ ہر وضو میں مسواک بالالتزام فرماتے۔ اور فراغت کے بعد مسواک کو جس طرح کاتب قلم کو محفوظ رکھتے ہیں آپ بھی محفوظ رکھتے۔ اور اکثر خادم کے سپرد کرتے۔ آپؐ کے صحاب مسواک کو پگڑی کے پیچھے میں محفوظ رکھتے تھے۔ اور کلّی کا پانی دُور پھینکتے تھے۔ اور جدا جدا پانی روئے مبارک پر کمال آہستگی سے ڈالتے۔ اور پیشانی کے اوپر سے گراتے۔ اور سیدھے ہاتھ کو سیدھی طرف کے رخسار پر کسی قدر پہلے اور بائیں ہاتھ کو بائیں رخسار پر کسی قدر بعد پھیرتے تھے۔ تاکہ ابتدا بدست راست ہو سکے۔ اور چہرۂ مبارک کے دھونے کے وقت دستار کج رکھتے۔ تاکہ ربع سر کھلی رہے۔ اور وہاں سے دھویا جائے اور اس طرح سے آپ پانی روئے مبارک پر ڈالتے کہ ایک قطرہ پانی کپڑے یا بدن پر نہ گرتا اور ہر مرتبہ میں باوجود خشکی کے ہاتھ منہ پر پھیرتے۔ کہ کوئی قطرہ باقی نہ رہ جائے کہ کپڑے پر ٹپکے۔ اس کے بعد سیدھا ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھوتے اور ہر مرتبہ مکرر ہاتھ کہنی پر پھیرتے تاکہ کوئی قطرہ باقی نہ رہے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ پانی انگلیوں کی طرف سے ڈالتے اور وہ پانی کہ مسح کے لئے سیدھے ہاتھ میں لیتے اور اس کو بائیں ہاتھ پر ڈالکر دور ڈالتے تاکہ زمین سے چھینٹے اُڑ کر کپڑوں پر نہ پڑیں اور تمام سر کا مسح اگلے حصہ سے پیچھے کے حصہ تک کرتے تھے۔ وسطِ سر پر پشتِ انگشت سے مسح کرتے تھے۔ اور اطرافِ سر کا دونو ہتھیلیوں سے اور اُن کو پیچھے سے آگے تک واپس لاتے تھے۔ اُس کے بعد اسی پانی سے کانوں کے اندر کا سبابہ سے اور کانوں کے باہر کا باطنِ نر انگشت سے مسح کرتے تھے۔ اس کے بعد پشتِ کف سے گردن کا مسح فرماتے۔ اور سیدھے اور بائیں پاؤں کو تین تین مرتبہ دھوتے۔ معہ ٹخنوں اور پنڈلیوں کے کسی قدر حصہ کے اور ہر مرتبہ اتنی دفعہ ہاتھ پھیرتے کہ خشک ہونے کے قریب ہوتے۔ اور ادعیہ مسنونہ جو ہر عضو کی وضو کے وقت مروی ہیں ہمیشہ تلاوت فرماتے۔ اور فراغتِ وضو کے بعد بھی مسنون دعائیں

پڑھتے۔ اعضائے وضو کو کپڑے سے نہ پونچھتے ◆

اِس کے بعد لطیف اور نفیس کپڑے زیب تن فرماتے۔ اور نہایت تجمّل اور وقار کے ساتھ متوجہ ہوکر دو رکعت نماز ادا کرتے۔ اور باقی نمازِ تہجد طویل قرأت کے ساتھ ادا کرتے اکثر دو تین جزو قرآن مجید پڑھ لیتے تھے۔ کبھی عالمِ محویت میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت میں گزار دیتے۔ جب خادم عرض کرتا کہ صبح ہوگئی تو رکعت دوم کو تخفیف سے ادا کر لیتے اور سلام پھیر دیتے ◆

اکثر اوقات بارہ رکعتیں یا کم و بیش بلحاظ وقت ادا فرماتے تھے۔ ہر دوگانہ کے بعد خشوع و خضوع کے ساتھ مراقبہ و استغراق میں مشغول ہوتے تھے۔ اور فراغت کے بعد سَو دفعہ استغفار اور دوسری دعائیں اور درود شریف پڑھتے اور صبح تک مراقب رہتے۔ یا کلمہ طیبہ میں مشغول رہتے۔ اور قبل صبح موافق سنّت نبوی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی قدر خواب فرماتے تاکہ تہجد بین النومین واقع ہو۔ اور قبل صبح بیدار ہوکر وضو کرکے گھر میں ادا فرماتے۔ اس کے بعد جانب قبلہ ہوکر دست راست زیرِ رخسارۂ راست رکھ کر خواب کرتے۔ معاً اُٹھ کر متوجہ مسجد ہوتے ◆

آخر زمانہ میں اس استراحت کو بھی ترک فرما دیا تھا۔ پھر خود امامت فرماتے اور طویل سورتیں پڑھتے اور بجانب قوم یا راست و یا چپ مڑ کر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے اور دعا کے بعد دونو ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیتے تھے ◆

مریدوں کے ساتھ حلقۂ ذکر میں بیٹھتے اور شغلِ باطن میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ آفتاب بقدر ایک نیزہ کے بلند ہو جاتا۔ اثناء حلقہ میں کبھی حافظ صاحب سے قرآن مجید کو سماعت فرماتے۔ اس وقت نماز اشراق طویل قراءت سے ادا کرتے اور پھر دو رکعت ہلکی ادا کرتے۔ اس کے بعد دعاءِ استخارہ اور تتمۂ ادعیہ ماثورہ موقتہ پڑھتے تھے۔ اس کے بعد خلوت میں جاتے۔ اور بمقتضائے حال کبھی تلاوت قرآن مجید اور کبھی ختم کلمہ طیبہ میں مشغول ہوتے تھے۔ اور کبھی طالبوں کو الگ الگ طلب کرکے ہر ایک کی احوال پُرسی کرتے۔ اور موافق حال ہر ایک کو ارشاد فرماتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ اُن کے حالات موجودہ و آئندہ بیان فرماتے۔ اور تفصیل اس کی شرح فرماتے اور اُن کی تربیت فرماتے تھے۔ اور اسماءِ مقامات و کیفیات و ارادات سے آگاہ

فرماتے تھے۔ اور کبھی مخلصین احباب کو طلب فرما کر اپنے اسرارِ خاصہ اور معارف مکشوفہ بیان فرماتے تھے۔ اور اسرار کے پوشیدہ رکھنے میں نہایت سعی فرماتے۔ اور اثناءِ بیان معارف میں یہ محسوس ہوتا کہ القاء و اعطاءِ حال فرما رہے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جب معارف علیہ آپ کی زبان مبارک سے سنتے تو حضرت کی طرف توجہ سے اسی وقت اپنے آپ کو اس معرفت سے متصف پاتے۔ حضرت کی صحبتیں اکثر اصحاب اور غیر اصحاب کے ساتھ خاموشی کی ہوتی تھیں۔ اور مریدوں کو حضرت کے رعب و دہشت کی وجہ سے اس کی جرأت نہ ہوتی کہ دم لے سکیں۔ حضرت کی تمکین اس درجہ تھی کہ باوجود توارد و تکاثر اور ارادت متلونہ مختلفہ کے ہرگز آپ سے کوئی اثر تلوین کا ظاہر نہ ہوتا تھا۔ جوش و خروش اور نعرہ و فریاد کبھی آپ سے نہ دیکھے گئے۔ مگر اتفاقاً بعض اوقات آپ میں کیفیت گریہ پیدا ہوتی۔ اور پانی آنکھوں میں بھر آتا۔ اور کبھی اثناءِ تذکرہ حقائق میں آپ کے رخساروں کا رنگ متلون دیکھا گیا ہے +

اب ہم اصل کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب صحوۂ کبریٰ ختم ہو جاتا تو نماز چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا فرماتے۔ اور پھر کھانا تناول فرماتے۔ کھانے کے وقت دیکھا گیا ہے کہ اکثر وقت درویشوں اور خادموں اور عزیزوں میں کھانا تقسیم فرمانے میں بہت سا وقت گزر جاتا۔ اس اثنا میں کبھی سر انگشت سے ایک آدھ نوالہ لے لیتے اور کبھی ہاتھ طبق پر پہنچا کر منہ میں لیجاتے اور صرف ذائقہ چکھ لیتے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ کو کھانے کی حاجت نہیں ہے صرف اس لئے کھاتے ہیں کہ کھانا سنت ہے انبیا نے ترک نہیں کیا ہے۔ کھانے کے وقت آپ کی نشست موافق سنت ہوتی۔ کبھی دو زانو اٹھا لیتے اور کبھی سیدھا پاؤں بائیں پاؤں پر اور زانوے راست زانوے چپ پر رکھتے تھے۔ فراغت طعام کے بعد اس وقت کی ادعیہ مسنونہ تلاوت فرماتے۔ اور کھانے کے بعد فاتحہ دینا رسوم عوام کے موافق آنجناب سے مروی نہیں ہے کہ سنت نہیں ہے بعد از طعام بحکم سنت قیلولہ فرماتے۔ اتنے میں آفتاب کا سایہ پھر جاتا اور مؤذن اذان کہتا۔ مؤذن کا لفظ اللہ اکبر اور آپ کی بیداری ایک ساتھ ہوتی تھی بے خستیار بقوت تمام فوراً اُٹھ جاتے۔ اور اس میں ہرگز تاخیر نہ ہوتی تھی

اور سماع اذان کے وقت ہر کلمۂ اذان کا اعادہ فرماتے۔ مگر حیعلتین کے وقت لاحول پڑھتے تھے +

سماع اذان کے بعد دعا پڑھ کر فوراً اُٹھتے۔ اور وضو فرماتے اور نفیس کپڑے زیب تن فرماکر برآمد ہوتے تھے۔ اولاً دو رکعت نمازِ تحیۃ المسجد کی ادا فرماتے اس کے بعد چار رکعتیں سنّتِ مؤکدہ ظہر ادا فرماتے۔ اتنے میں تکبیر اقامت ہوتی۔ خود امام ہوتے اور قرأت میں طوالِ مفصل سورتیں پڑھتے۔ فرضوں کے بعد صرف دعا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پڑھ کر برخاست فرماتے اور دو رکعت سنّتِ مؤکدہ ادا فرماتے پھر چار رکعت سنّتِ زائد ادا کرتے۔ پھر مسنون دعائیں بعد ادائے فرض کے تلاوت فرماتے +

اس کے بعد جانب قوم متوجہ ہو کر بیٹھتے اور مریدین حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن مجید پڑھتے۔ اور آپ دوستوں کے ساتھ متوجہ و مراقب رہتے۔ اس کے بعد ایک دو سبقوں کا درس دیتے +

اتنے میں عصر کا وقت ہو جاتا۔ نیا وضو کرنے کے لئے آپ برخاست فرماتے بعد گزرنے دو مثل اور سایہ اصلی کے عصر کے اول وقت مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ اور دو رکعت تحیۃ المسجد اور چار رکعتیں سنّتِ عصر ادا فرماتے۔ اس کے بعد تکبیر ہوتی اور جماعت کثیر کے ساتھ فرض ادا ہوتے۔ اس کے بعد ادعیہ مسنونہ تلاوت فرماتے +

اس کے بعد کبھی رو بجانب قوم ہو کر بیٹھتے اور مریدین حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن مجید پڑھتے اور آنجناب و صحاب مراقب رہتے اس اثنا میں احوال اصحاب کی طرف باطناً متوجہ ہوتے۔ اور اُن کی ترقی کے لئے توجہ فرماتے۔ اور کبھی دوسرے اعمالِ صالحہ میں مشغول ہو جاتے +

اس کے بعد اوّل وقت نمازِ مغرب ادا کرتے۔ پھر دو رکعتیں سنّتِ مؤکدہ بلا تاخیر و سستی ادا کرتے۔ اس کے بعد چھ رکعتیں اوابین تین سلام اور قرأت طویل کے ساتھ ادا کرتے۔ اور اکثر قرأت اوّابین میں سورۂ واقعہ اور سورۂ اخلاص مکرر تلاوت فرماتے +

نمازِ عشا شفق کی سفیدی دور ہونے کے بعد کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے

پاس شفق اسی کو کہا گیا ہے۔ اور وقت متفق علیہ بھی یہی ہے۔ مسجد میں آتے تھے۔ اولاً دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھتے۔ پھر چار رکعت سنت یا دو رکعت سنت ادا فرماتے تھے۔ پھر چار رکعت فرض باجماعت ادا فرما کر صرف دعائے اللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ پڑھ کر برخاست فرماتے۔ اور دو رکعت سنت مؤکدہ ادا کر کے چار رکعت مستحب ادا فرماتے تھے۔ اس کے بعد وتر ادا کرتے۔ پھر سورۃ الٓمّٓ سجدہ کی تلاوت فرماتے اور کبھی چار رکعت بعد فرض میں سورۂ سجدہ اور سورۂ تبارک الذی اور سورۂ قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ پڑھتے تھے۔ اور کبھی صرف چار قل پڑھتے۔ اور قرأت وتر میں اکثر سبح اسم اور قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ تلاوت فرماتے۔ اور دعا قنوت حنفی و شافعی کو جمع فرماتے۔ اور دونوں کے جمع کرنے کو افضل فرماتے تھے۔ وتر کے بعد اولاً دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے تھے اور سورۂ اذا زلزلت الارض اور قل یاایھا الکفرون قرأت فرماتے۔ مگر آخر میں ان دو رکعتوں کی مداومت ترک فرمادی تھی۔ اور فرماتے کہ اس میں اختلاف ہے اور دو سجدہ کہ بعد وتر کے متعارف ہیں۔ آپ نہیں کرتے تھے۔ کہ علما اس کی کراہت کے قائل ہیں۔ وتر کبھی اول شب میں ادا کرتے تھے اور کبھی آخر شب میں نماز تہجد کے بعد پڑھتے تھے۔ کہ بربنا ارشاد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں +

سوتے وقت سورہ اور آیات اور تسبیحات اور ادعیہ مسنونہ پڑھ کر آرام فرماتے۔ اس طرح کہ رو بقبلہ اور سیدھا ہاتھ سیدھے رخسارہ کے نیچے رہتا تھا۔ مگر آنجناب قدس سرہٗ کا خواب باصواب کمال حضور و مراقبہ اور وصال اور مشاہدہ جمالی تھا۔ عجیب خواب تھا کہ بیداری سے بہتر تھا +

قدسیہ۔ فرماتے تھے کہ بحکم اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ وقت خواب جو حالت ظاہر ہوتی ہے حالت بیداری سے بہتر ہے۔ اگرچہ عقلمند کی عقل اس نکتہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسی طرح کہ جو حالت وقت موت ظاہر ہوتی ہے حالت خواب سے بہتر ہے اور جو حالت کہ قبر میں ظاہر ہوتی ہے وہ حالت موت سے بہتر ہے۔ اور جو حالت کہ برزخ کبریٰ میں ظاہر ہوتی ہے ان تمام حالات سے بہتر ہے۔ اور جو

حالت کہ بہشت میں حاصل ہوگی۔ وہ ان سب سے بہتر ہے۔

آخر عشرۂ رمضان میں مسجد میں معتکف ہوتے تھے۔ اور عشرہ ذی الحجہ میں عزلت اختیار فرماتے اور اس میں ادائے عبادات و اذکار و صیام میں حرص کامل فرماتے اور درود کثرت سے پڑھتے تھے۔ اور جمعوں کی راتوں میں مریدوں کے ساتھ حلقہ کرکے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے تھے۔ اور نماز جمعہ و عیدین میں حاضر ہوتے تھے۔ بعد نماز جمعہ چار رکعت سنت کے بعد فرض نماز ظہر بہ نیت آخر ظہر بدیں نیت کہ پایا میں نے وقت اس کا اور نہ ادا کیا تھا اس وقت تک بلحاظ احتیاط ادا فرماتے تھے۔ کیونکہ شرائط جمعہ بقول بعض فقہا نہیں پائی جاتی ہیں۔

اور تکبیر عید الضحیٰ راستہ میں بالجہر کہتے تھے۔ عشرہ آخر ذی الحجہ میں خلوت اور خضوع اور انقطاع عن الخلق اور صیام و قیام شب اختیار فرماتے تھے۔ اس عرصہ میں بال اور ناخن حجاج کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کے لئے نہیں کترواتے تھے۔ مگر یہ اصول کہ عرفہ کے روز صحرا میں جائیں اور دو رکعت نماز سر برہنہ مشابہت حجاج کی وجہ سے ادا کریں۔ حضرت اس پر عمل نہیں فرماتے تھے۔ اور عشرۂ ذی الحجہ میں روزانہ نماز عشا میں اور نماز فجر کی رکعت دوم میں سورۂ فجر تلاوت فرماتے تھے۔ اسی طرح اس ماہ کے ختم میں نماز کسوف اور خسوف ادا فرماتے تھے۔

نماز تراویح میں بیس رکعتیں سفر و حضر میں باطمینان تمام ادا کرتے تھے اور ماہ رمضان میں تین قرآن مجید سے کم ختم نہیں کرتے تھے۔ اور ہر چار رکعت تراویح کے بعد تین بار سُبحَانَ ذِی المُلکِ وَالمَلَکُوتِ پڑھتے تھے۔ اور دنوں میں حفظ قرآن فرماتے اور ہمیشہ تہ دل سے تلاوت کلام مجید میں مشغولیت رکھتے تھے۔ اور حلقات ذکر میں بھی سماع قرآن جاری رہتا تھا۔ اور نماز وغیرہ میں قرأت کے وقت قرآن مجید اس طرح پڑھتے کہ گویا ضمن الفاظ اداء معانی فرما رہے ہیں۔ آنجناب کے طریقہ قرأت سے سامعین پر ہویدا ہو جاتا تھا۔ کہ اسرار قرآنی اس محبوب سُبحانی پر فائض ہو رہے ہیں۔ اکثر لوگ جو مریدوں میں داخل نہ تھے کہا کرتے تھے کہ آنجناب اس طرح قرآن مجید تلاوت فرماتے ہیں کہ گویا الفاظ آپ کے دل سے نکل رہے ہیں۔ کبھی آواز میں رعایت غنا کی نہ فرماتے تراویح میں تمام سامعین کو غنودگی پیدا ہوتی تھی۔ سوائے آنجناب رضؓ کے کہ تمام قرآن مجید

کھڑے ہو کر سماعت فرماتے تھے۔ اور غنودگی ہرگز نہ پیدا ہوتی تھی +

ایک روز حقیر مؤلف نے عرض کیا کہ یہ حضرت کی کرامت ہے کہ غنودگی نہیں ہونے پاتی۔ فرمایا کہ دریائے اسرار قرآن کی شناوری آنکھ بند کرنے کی فرصت نہیں دیتی ہے +

سفر میں منزل پہنچنے تک تلاوت قرآن فرماتے تھے۔ اور جب آیہ سجدہ آتی تو فوراً گھوڑے سے اُتر کر زمین پر سجدہ کرتے تھے۔ تسبیحات رکوع و سجود تنہائی میں پانچ سے سات تک بلکہ نو یا گیارہ مرتبہ تک پڑھتے۔ اور کبھی تین بار اقتصار فرماتے۔ بمقتضائے احوال و اوقات۔ حالتِ امامت میں اکثر چار مرتبہ پر قصر فرماتے تھے تاکہ مقتدی تین دفعہ اطمینان سے کر سکیں۔ چند روز تک امامت میں پانچ مرتبہ تسبیح رکوع و سجود میں فرمایا کرتے تھے۔ مگر بارگاہ حق جل وعلا سے ممانعت ہوئی اس کے بعد سے چار مرتبہ پر اقتصار فرمانے لگے۔ احتیاط آپ کی اس درجہ تھی۔ کہ سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کمی نہ پیدا ہو سکے۔ اسی طرح سنت نبوی پر زیادتی کرنے سے بھی احتیاط فرماتے تھے۔ اور سوائے تراویح و نماز کسوف کے اور کوئی نماز نفل جماعت سے ادا نہ فرماتے تھے۔ اور اس کو مکروہ جانتے تھے اسی طرح کہ جو لوگ روز عاشورا اور شب قدر اور شب برات اور لیلۃ الرغائب میں نماز نفل با جماعت پڑھتے ہیں آنجناب سختی کے ساتھ اُن کو منع کرتے تھے اور اُس کو خلاف سنت فرماتے تھے۔ اور جو لوگ نماز تہجد با جماعت ادا کرتے ہیں آپ اُن کی تشنیع فرماتے تھے۔ اور ہر کام کا آغاز نمازِ استخارہ سے فرماتے اور کبھی صرف دعاءِ استخارہ پر اکتفا فرماتے تھے۔ تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ نہیں کرتے تھے۔ کہ مذہب حنفی میں مکروہ کہا گیا ہے۔ اگرچہ کہ علمائے سنت کا ایک گروہ اس طرف بھی گیا ہے۔ کہ جب مابین سنت و کراہت کوئی امر واقع ہو تو اس کا ترک کرنا اولے ہے۔ مگر آنجناب کبھی کبھی بمقتضائے احادیث نوافل میں اشارہ فرماتے تھے تاکہ یہ عمل متروک مطلق نہ ہو جائے اور فاتحہ برائے ایصال ثواب[1] اور ارواح اموات اور برائے اقتضائے مشکلات کہ

---

[1] واضح ہو کہ نماز کے بعد فاتحۂ ایصالِ ثواب موتی آپ فرماتے تھے۔ ویسے ہمیشہ فاتحہ ایصال کرتے تھے۔ جیسا کہ اس وقت تک آپ کے طریقے کے بزرگوں کا معمول ہے +

بعد نماز کے عادت مشائخ کے ہوگئی ہے۔ آپ نہیں پڑھتے تھے۔ اور دفع امراض کیلئے توجہ باطنی فرماتے تھے۔ اور اُس کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ کی کرامات میں مذکور رہے۔ زیارت قبور کے لئے جاتے تھے۔ اور استغفار و دعائے مسنونہ پڑھتے تھے۔ اور رفع عذاب اور ترقی درجات اموات کے لئے توجہ باطنی فرماتے تھے۔ چنانچہ آپکے مکاشفات میں مذکور رہے۔ قبور کی بوسہ دہی مستحسن خیال نہیں فرماتے تھے۔ مگر کبھی کبھی قبور والد ماجد اور پیر دستگیر کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اور دعوت خاص کو قبول فرماتے۔ اور دعوت عام میں نہیں جاتے تھے۔ اور مجالس سرود و سماع اور مولود خوانی میں نہیں حاضر ہوتے تھے۔ اور ترک ذکر جہر کو اولےٰ خیال فرمایا کرتے تھے۔ اور خواص بشر یعنی انبیا اولیا خواص ملک پر فضیلت دیتے تھے۔ اور نبوت کو ولایت سے افضل فرماتے تھے۔ خواہ ولایت نبی کیوں نہ ہو۔ اور غلبہ صحو کو غلبہ سُکر پر ترجیح دیتے تھے۔ اور صحو خالص کو نصیب عوام کالانعام فرماتے تھے اور ولی عشرت کو نافع و ہادی خلائق ہے۔ ہزار اولیا عزلت پر جو کہ صحرا و کوہ میں اپنی جان کی سلامتی مناہے ہو ں بہتر جانتے تھے۔ اور تمام صحابہ کو تمام اولیا امت پر افضل فرماتے تھے اور مشاجرات صحابہ کو خطاء اجتہادی پر محمول فرماتے تھے۔ اور اُن کو ہوائے نفسانیہ سے مبرا جانتے تھے +

ایک روز ایک جوان صالح آنجناب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں بُرہان پور سے آرہا ہوں۔ حضرت شیخ محمد فضل اللہ رح نے آپ کی خدمت میں دعوات مخلصانہ عرض کی ہیں۔ اور کہا ہے کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے کہ آپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ میرا مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ سے افزون ہے۔ حقیقت اس قول کی کیا ہے +

حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہ جمیع کمالات و فضائل سے متصف تھے اور خلفاء پر فضیلت نہیں دیتا ہوں۔ تو پھر اپنے آپ کو اُن پر کیوں کر فضیلت دے سکتا ہوں۔ معرفتِ حق اس شخص پر حرام ہے جو اپنے آپ کو کافرِ فرنگ سے بہتر جانتا ہو۔ تو اکابر دین سے کیا نسبت ہو سکتی ہے +

آنجناب قدس سرہٗ نے بعض مریدین صاحب حال کو کہ اُنکی صحبت سے طلبہ کو

رشد و ہدایت بہ پہنچتی تھی - قبل از وصول بدرجۂ کمال و تکمیل ایک طرح کی اجازت تعلیم طریقہ دی تھی - تاکہ مخلوق کو گرداب گمراہی سے نکالکر جناب حق سبحانہ کی طرف راہنمائی کریں مگر اُن کی ناتمامی کی نہایت تکرار اور مبالغہ کے ساتھ تصریح فرماتے تھے - تاکہ خود کو کامل خیال کر کے تکبر پیش گریں - اور ترقی کا رستہ مسدود نہ ہو جائے - طرقِ مشائخین میں سے آپ طریقۂ علیہ نقشبندیہ کو افضل جانتے تھے اور اس طریق کو مطابقِ طریقِ اصحابِ کرام فرماتے تھے - اور اُن کی نسبت کو تمام نسبتوں سے برتر جانتے تھے - اور جو بدعتیں کہ دین میں پیدا کی گئی ہیں - مثلاً جماعتِ تہجد و جہر و استغفار سحر حضرت ان چیزوں کو پسند نہیں فرماتے تھے - اور شیخ محی الدین بن عربی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بزرگ تسلیم کرتے تھے - بعض انکشافات میں حضرت نے شیخ موصوف کا تخطیہ فرمایا ہے - مگر شیخ کی خطائے کشفی کو مثل خطائے اجتہادی کے قابل مواخذہ نہیں جانتے تھے - اور بعض کتابوں کا مثلاً بیضاوی اور بخاری و مشکوٰۃ و ہدایہ بزدوی و شرح مواقف و حاشیہ عضدی اور عوارف کا درس دیا کرتے تھے +

فقیر مولف نے شرح مواقف و بیضاوی و عضدی مع حاشیہ میر آنجناب قدس سرہٗ کی خدمت میں پڑھی ہیں - اور آنجناب کی شاگردی کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوا +

آپ قدس سرہٗ طلبۂ علم کو تحریص اور ترغیب علوم کی دیتے تھے - اور تحصیل علم کو تحصیل سلوک طریقۂ صوفیہ پر تقدیم دیتے تھے +

فقیر مؤلف سے زمانہ جوشِ شباب میں اکثر اوقات غلبۂ حال کی وجہ سے ذوق پڑھنے کا جاتا رہتا تھا - اس لئے نہایت مہربانی سے فرماتے تھے کہ سبق لاؤ اور پڑھو کہ صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے +

اکثر اوقات سفر کے لئے دوشنبہ اور سہ شنبہ کو روانہ ہوتے تھے مگر ہر دن کو سفر کے لئے مبارک جانتے تھے - اور ساعاتِ نجوم پر عمل نہیں فرماتے تھے - کہ بوجہ ولادت حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام دنوں کی نحوست جاتی رہی ہے آپ کا عمل اس حدیث پر تھا کہ اَلْاَیَّامُ اَیَّامُ اللّٰہِ وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللّٰہِ کہ سب دن خدا کے دن ہیں اور سب بندے خدا کے بندے ہیں، وقت سفر استخارہ فرماتے تھے

اور وہ ادعیہ کہ ابتداے سفر کے لئے مروی ہیں پڑھتے تھے۔ اسی طرح منزل پر پہنچنے کے وقت اور وہاں سے روانگی کے وقت ادعیہ مرویہ تلاوت فرماتے تھے۔ اور نیز نیا کپڑا پہننے اور پانی پینے اور کھانا کھانے اور چاند کے دیکھنے اور آئینہ دیکھنے کے وقتوں میں پڑھتے تھے۔ آپ کے وظائف روز و شب بیان کر دئے گئے۔ اب ہم آپ کی صفت نماز بیان کرتے ہیں:۔

وقت تحریمہ دونو انگوٹھے کانوں کے اوپر پہنچا کر اور ہاتھ کی انگلیوں کو بحالت موجودہ بغیر کھولنے یا بند کرنے کے جانب قبلہ کر کے اللہ اکبر کہکر نیچے لاتے تھے۔ اور بغیر ہاتھ چھوڑے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر اس طرح سے باندھتے تھے۔ کہ چھن انگلیہ اور انگوٹھے بطور حلقہ کے ہو جاتے اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی پشت پر دراز ہو جاتیں۔ اور دونو پاؤں میں کھڑے ہوتے وقت چار انگل کا فاصلہ رہتا تھا۔ اور دونو پاؤں پر برابر بوجھ ڈالتے تھے۔ اور کسی ایک پاؤں پر بوجھ ڈالکر دوسرے پاؤں کو آرام نہیں دیتے تھے۔ اور قیام میں مقام سجدہ پر نظر رکھتے تھے۔ اور قرأت میں آہستگی اور تجوید اور معانی و اسرار قرآنی میں غور و خوض اور خضوع کے ساتھ توجہ کرتے تھے۔ اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے اور نظر قدم پر رکھتے۔ اور سر پشت کے ساتھ برابر سیدھی رکھتے اور زانو کو ہاتھ کی انگلیوں سے مضبوط پکڑتے تھے۔ زانو میں کسی طرح کا جھکاؤ نہ ہوتا تھا۔ اس کے بعد بقدر تسبیح قیام فرماتے تھے۔ اور تنہائی میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کو جمع فرماتے تھے۔ اور حالت امامت میں صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور حالت اقتدا میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ پڑھتے تھے اور دونو سجدوں میں بقدر ایک تسبیح جلسہ فرماتے تھے۔ اور سجدہ میں نظر نرمۂ بینی پر رکھتے تھے۔ اور شکم کو زانو سے اور زانو کو بازو سے علیحدہ رکھتے تھے اور تمام مواضع اور اعضا سجدہ پر قوت برابر کرتے تھے۔ اور حال اور منزل کہ آنجناب کو حالت رکوع اور سجود میں حاصل ہوتی تھی۔ وہ آپ ہی کو معلوم ہوتی تھی۔ اور قعدہ تشہد میں دونو پاؤں کی انگلیوں کو متوجہ بقبلہ اور نظر کنار پر رکھتے تھے۔ نشان خضوع و خشوع غلبۂ باطن سے آپکے ظاہر پر ہویدا ہوتا تھا۔ آپکے اصحاب

صورتِ نماز میں آپ کی اتباع کرتے تھے ؛

فقیر مؤلف آپ کے سلسلۂ خدام میں داخل ہونے سے قبل کبھی کبھی نماز جمعہ میں آپ کی مسجد میں آیا کرتا تھا۔ اور آپ کی ادائے نماز کو دیکھ کر بے خود ہو جاتا تھا۔ اور یقین کرتا تھا کہ آپ ہمیشہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت رکھتے ہیں۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقۂ نماز کو دیکھتے ہیں۔ اور اسی کے مطابق نماز پڑھتے ہیں یوں تو فقیر نے اور بھی علماء اور مشائخین کو دیکھا ہے۔ ایسی کسی کی نماز نظر نہ آئی۔ ہمیشہ وقت کے اوّل نقطہ میں نماز ادا کرنا اور ایک ہی طریقہ سے ادا کرنا عجوبۂ روزگار ہے کبھی ہم نے نہ دیکھا کہ اپنے وقت سے ایک لمحہ کا بھی تجاوز ہوا ہو یا طریقۂ ادائے نماز میں کبھی قیام یا جلسے یا آدابِ نماز میں کسی طرح کا تفاوت ظاہر ہو۔ آپ کی نماز اعظم کرامات تھی کہ خرقِ عادت اور عرفِ عالم کرتی تھی۔ یہ امر ہویدا ہے کہ ہمیشہ ایک ہی طرز پر بلا کسی رنج و مشقت کے نہایت تعظیم و توقیر و تمکین و وقار اور خشوع و انکسار کے ساتھ نماز ادا کرنا کمالِ قوتِ اتباعِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوتِ باطنی پر قوی دلیل ہے۔ فقیر تو کیا ایک جماعت کثیر کو آپ سے اعتقاد اور ارادت کا باعث آپکی نماز ہوئی ہے ؛

ماہ رمضان میں مسجد میں مسندیں بچھائی جاتیں اور چراغ روشن کئے جاتے تھے اور اس زمانہ میں صلحا و علما اور مریدین و مسترشدین کا جمِ غفیر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور تراویح و ختم قرآن میں قیام رکھتے تھے۔ اور افطار میں تعجیل اور سحر میں تاخیر کی کوشش کرتے تھے۔ حتی الامکان روز انہ بیت الخلا میں نہیں جاتے تھے۔ کہ پانی سے استنجا کرنے سے جوف میں پانی داخل ہونے کا احتمال ہے۔ اور کسی روز استنجا کرنے کا اتفاق ہو جاتا تو احتیاطاً اُس روزہ کی قضا کرتے تھے۔ اور روز و شب میں قرآن شریف کی تلاوت کرنے اور اُس کے سُننے کی مداومت فرماتے تھے ؛

اور اداءِ زکوٰۃ میں آپ کا طریقہ یہ تھا۔ کہ جب کبھی فتوحات یا نذریں آتیں تو ختم سال کا انتظار نہ فرماتے تھے۔ ختم سال سے قبل حساب کر کے زکوٰۃ ادا کر کے صالحین اور بیوگان اور اقربا اور قابلِ رحم لوگوں پر تقسیم فرما دیتے تھے۔ حج کے لئے متعدد مرتبہ حضرت نے ارادہ فرمایا۔ مگر اتفاق نہ ہوا۔ لیکن آپ ہمیشہ مشتاقِ حج رہتے تھے اور

اسی شوق میں جہان سے سفر فرمایا کہ ارادہ حج مصمم ہوتا ہے اور استخارہ اجازت نہیں دیتا ہے۔ اور یہ سفر منظورِ الٰہی معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی آپ کی ایک کرامت ہے کہ آخر تک ارشاد کے مطابق اتفاق حج نہ ہوا +

خلق اور تواضع اور خلقِ خدا پر شفقت اور رضا و تسلیم بدرجہ کمال رکھتے تھے۔ آپ کے متوسلین کو حکام ستمگار سے بہت بہت تکلیفیں پہنچیں۔ مگر آپ کی رضا اور تسلیم نے کبھی اس کی شکایت ظاہر نہ کی۔ جب کوئی بزرگ آپ کی ملاقات کیلئے آتے تو آپ فوراً ان کی تعظیم کے لئے اُٹھتے اور اُن کو صدر مجلس میں جگہ دیتے اور اُن کے لائق گفتگو فرماتے۔ کفار کی تعظیم اگرچہ کہ صاحب حکومت کیوں نہ ہوں مگر نہیں فرماتے تھے ہر شخص سے ابتداءً سلام فرماتے معلوم نہیں کہ کوئی شخص سلام میں آپ پر سبقت کر سکا یا نہیں۔ حقوق ذی رحم کی رعایت میں نہایت کوشش فرماتے +

اور جب کسی کی وفات کی خبر سنتے تو اس سے عبرت لیتے اور افسوس کرتے اور کلمہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن پڑھتے۔ اور نماز جنازہ کے لئے تشریف لاتے اور دعا و فاتحہ سے امداد کرتے تھے +

آپ کا لباس یہ تھا۔ کہ قمیص پہنتے تھے جس کا دونو کاندھوں کی طرف سے گریبان کھلا ہوتا تھا۔ پھر اس کے اوپر عبا پہنتے۔ مگر گرمی میں صرف کرتے پر اکتفا فرماتے اور دستار کو باندھنے میں اس کو سر پر چکر دیتے۔ چنانچہ سنت بھی یہی ہے۔ اور دونو کاندھوں کے درمیان بطور رومال کے ایک سفید کپڑا ڈالتے تھے۔ مگر استنجے اور پیشاب کے وقت آپ کمر باندھتے تھے۔ اور پائجامہ ٹخنوں سے اونچا پہنتے تھے۔ اور جمعہ و عیدین میں لباس زیادہ عمدہ زیب تن فرماتے تھے +

جب نیا کپڑا پہنتے تو پہلے کپڑے کو کسی درویش یا خادم یا مسافر کو دے دیتے۔ پچاس ساٹھ درویش بلکہ قریب سو نفر کے علما اور عرفا اور مشائخ و حفاظ اور اشراف و سادات۔ آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور سب کو کھانا حضرت کے باورچیخانہ سے ملتا تھا +

حضرت ششم

(آپ کے مکاشفات میں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ)

مکاشفہ۔ ایک رات آنجناب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اصحابِ عالی درجات اور درویشانِ اربابِ مقامات کے ہمراہ زیارتِ مزار پر انوار امام رفیع الدینؒ کے لیئے تشریف لے گئے۔ امام صاحب موصوف آپکے اجداد و امجاد اور خلفاء حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں سے تھے آپ بہت دیر تک امام صاحب علیہ الرحمۃ کی قبر کے مقابل مراقب اور متوجہ رہے۔ اور وہاں سے واپسی میں اصحابِ اسرار سے فرمایا کہ میں جب مقابل مزارِ امام صاحب کھڑا ہوا اور بارگاہِ بیچون جلّت عظمتہٗ میں توجہ کی اور عرض کیا کہ خدایا ان مزارات کے اموات پر رحم فرما۔ اور اُن سے عذاب اٹھالے حکم ہوا کہ تمہاری درخواست پر ایک ہفتہ کے لئے اِس گورستان سے عذاب اُٹھالیاگیا۔ میں نے عرض کیا کہ خدایا تیری رحمت کی انتہا نہیں ہے مغفرت میں اور افزائش فرما فرمان نازل ہوا کہ تمہارے التماس پر ایک ماہ کے لئے ان قبروں سے ہم نے اپنا عذاب اٹھالیا پھر میں نے نہایت الحاح کے ساتھ التجا کی۔ تو خطاب آیا کہ چونکہ تم نے پھر اس جماعت سے رفع عذاب کے لئے ہماری بارگاہ میں التماس کی ہے اس لئے ہم نے اُن کو بخش دیا۔

مکاشفہ ایک روز آپ اپنے والد ماجد کی زیارت قبر کے لئے تشریف لیگئے وہاں خیال آیا کہ حدیث نبوی علےٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے کہ جب کوئی عالم کسی مقبرہ پر گزرتا ہے تو چالیس روز تک عذاب اس مقبرہ سے اٹھالیا جاتا ہے۔ فوراً الہام ہوا کہ تیرے آنے کی وجہ سے قیامت تک اس مقبرہ سے ہم نے عذاب اُٹھالیا۔

مکاشفہ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ زیارت امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ کے لئے گئے تھے۔ اور اس مقبرہ میں ایک عورت حضرت کی قرابت دار اور ذی حقوق بھی مدفون تھی۔ حضرت زیارتِ امام سے فارغ ہو کر اس عورت کی زیارت کیلئے آئے

اور اُس کی قبر کے مقابل دیر تک کھڑے رہے۔ اُس وقت آثار خضوع و خشوع رخسارہ آنجناب قدس سرہ پر پیدا تھے۔ اور کچھ دیر کے بعد تازگی اور سرور روئے مبارک پر ظاہر ہوا۔ جب مکان پر تشریف لائے۔ تو بعض محرمان اسرار نے دریافت کیا۔ کہ اتنی دیر تک قبر پر ٹھیرنے اور رخسارہ مبارک پر اولاً آثار الم و زردی ظاہر ہونے اور پھر دیر کے بعد آثار مسرت اور سُرخی ہویدا ہونے کا سبب کیا تھا۔ فرمایا کہ جب مَیں اس قبر پر پہنچا اور اُس کو معذب دیکھا تو متوجہ ہُوا۔ تو معلوم ہُوا کہ دفع عذاب کی کوئی صورت نہیں ہے۔ مَیں اپنے آبا و اجداد کی روحوں کی طرف متوجہ ہُوا۔ وہ سب تشریف لائے۔ مگر رفع عذاب نہ ہُوا۔ اِس لئے مَیں نے ارواح عالیات حضرات خواجگان قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کی طرف توجہ کی وہ بھی تشریف لائے مگر رفع عذاب حاصل نہ ہُوا۔ پس مَیں بصد ہزار نیاز متوجہ بارگاہِ محمدی علیہ و علےٰ الہ الصلوٰۃ والسلام ہُوا۔ مَیں نے دیکھا کہ آنحضرت علیہ السلام والتحیۃ تختِ نبوت پر سوار تشریف لائے۔ ورود تخت محمدیؐ اور رفع عذاب دونوں کام ایک ہی ساتھ واقع ہوئے! آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعا دی کہ اللہ تعالےٰ تجھے راحت پہنچاتے جس طرح کہ تو نے مجھے راحت پہنچائی۔ اس وقت آثار رحمت چہرہ پر ظاہر ہونے +

مکاشفہ ۔ ایک روز آنجناب قدس سرہ نے بر سبیلِ تذکرہ فرمایا کہ جب نظر کشفی دوڑائی جاتی ہے۔ تو مشائخ سلسلہ علیہ قادریہ میں بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مثل شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ اور کوئی شخص نظر نہیں آتا ہے +

مکاشفہ ۔ ایک روز آنجناب قدس سرہ صبح کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ اور استغراق و توجہ اور مراقبہ میں مشغول تھے۔ کہ شاہ سکندر قدس سرہ تشریف لائے۔ اور خرقۂ متبرکہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ دوش آنجناب پر ڈالا۔ آنحضرت رضؓ نے آنکھ کھولی اور شاہ سکندر کو دیکھ کر اُٹھے اور نہایت تواضع کے ساتھ معانقہ کیا۔ شاہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میرے دادا حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ نے بوقت وصال یہ جبۂ متبرکہ میرے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ میری امانت تمہارے پاس رہیگی۔ مَیں تم کو جن کا پتہ بتلاؤں۔ یہ اُن کو پہنچا دینا۔ اب چند مرتبہ حضرتؒ نے معاملہ میں مجھے ارشاد فرمایا کہ یہ جبۂ مبارک آپ کے سپرد کر دوں۔ مجھ پر نہایت شاق ہُوا کہ جد بزرگوار کا خرقۂ متبرکہ اور اپنے

گھر کی نعمت باہر والوں کو کس طرح دے دوں۔ لیکن چونکہ نہایت تاکید اور سختی سے حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے بے اختیار لے کر آیا ہوں۔ آنجناب نے وہ جبۂ متبرکہ پہن لیا اور خلوت میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کو یہ خیال گذرا کہ مشائخین میں یہ ایک رسم قرار پا گئی ہے۔ کہ جو کسی کو چاہتے ہیں کچھ لباس عطا کر کے اس کو اپنا خلیفہ بنا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر ضروری تھا۔ کہ اولاً خلعت معنوی پہناتے اور احوال وکمال کا آب زلال پلاتے۔ تب کہیں اُس کو اپنا خلیفہ بناتے۔

اس اثنا میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہمراہی جمیع خلفاء سلسلہ مع شاہ کمال قدس سرہٗ تشریف لائے اور میرے کام میں تصرف فرمایا اور میرے دل کو اپنے تصرف میں لائے اور اپنی نسبتِ خاصہ کے اسرار و انوار عطا فرمائے۔ اور مَیں اس دریائے انوار میں غرق ہو گیا۔ اور غواصی میں مصروف ہوا۔ اس حالت میں ایک ساعت گذر گئی۔ عین ان غلباتِ احوال میں مجھے خیال ہوا کہ تو تربیت یافتہ اکابرِ نقشبندیہ کا تھا۔ اب یہ صورت پیدا ہو گئی ہے۔ بمجرد اس خیال کے مَیں نے دیکھا کہ مشائخ سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے لیکر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس اللہ اسرارہم تک تشریف لائے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ سید بہاؤ الدین قدس سرہٗ نہایت ادب کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے پہلو میں بیٹھے۔ اس کے بعد اکابرِ اولیا نقشبندیہ نے میری بابت یہ فرمایا کہ یہ ہمارا پروردہ ہے اور ہماری تربیت سے مراتب کمال و اکمال کو پہنچا ہے آپ کو اس سے کیا کام ہے۔ اکابرِ اولیا قادریہ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا کہ اس کی طفولیت کے زمانہ سے ہماری نظر اس پر رہی ہے۔ اور اِس نے ہمارے خوان نعمات سے چاشنی لی ہے۔ اس لئے اب ہمارا خرقہ اس نے پہنا ہے۔

ابھی یہی مباحثہ ہو رہا تھا کہ ایک جماعت مشائخین کبرویہ و چشتیہ کی اور دیگر بہت سے اولیاء اللہ کی آئی۔ اور اجتماع عظیم ہو گیا یہاں تک کہ وہاں کے جنگل و بیابان اُن سے بھر گئے بالآخر شام کے وقت یہ طے ہوا کہ یہ چونکہ درجۂ کمال و تکمیل کو تربیتِ نقشبندیہ سے پہنچے ہیں۔ اور اعتبار تکمیل کا ہے۔ اس لئے ان کو زیادہ تر اسی طریق میں ہدایت اور ارشاد فرمائیں اور طریقۂ قادریہ میں بھی ہدایت

اور تکمیل فرماتے ہیں +

مکاشفہ - حاجی حبیب جو آنجناب کے خادمان خاص سے تھے۔ اور سفر و حضر میں ہمیشہ آپ کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ اور صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے بیان کرتے ہیں کہ میں اجمیر شریف میں آنحضرت کے ہمراہ تھا۔ ستر ہزار مرتبہ ختم کلمہ طیبہ کر کے آنجنابؒ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ میں نے ستر ہزار دفعہ کلمہ طیبہ پڑھا ہے اس کا ثواب آپکی خدمت میں گذرانتا ہوں۔ آنجنابؒ نے فوراً اپنے مبارک ہاتھ اُٹھا کر دعا دی۔ اور دوسرے دن فرمایا کہ جس وقت میں تم کو دعا پڑھاتا تھا فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اس کلمہ کا ثواب لیکر آرہی تھیں۔ اس قدر کہ زمین پر پاؤں رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ اور اس ختم نے میرے معاملہ میں بہت کچھ امداد کی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ہزار دانہ کی تسبیح تیار کریں۔ اور ہمیشہ آپ خلوت میں ذکر کلمہ طیبہ بر باقی بموافقت دل کیا کرتے۔ جمعہ کی رات میں حلقہ احباب میں یہ تسبیح حاضر کی جاتی تھی۔ اور اس جلسہ میں ہزار مرتبہ درودِ شریف حضرت سید کائنات علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات پڑھا جاتا تھا۔ آپ کی یہ نسبت روشن اب تک آپکے اصحاب میں جاری ہے آپکے تسبیح لینے کی ابتدا یہ تھی۔ پھر آپنے خطاب کر کے مجھ سے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا اس پر تعجب مت کرو۔ میں خود اپنا حال بیان کرتا ہوں۔ کہ ہر شب وقت سحر نماز تہجد کے بعد پانسو مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر ارواح محمد عیسےٰ و محمد فرخ اور اُم کلثوم اپنے فرزندوں کو جو وفات کر گئے تھے بخشتا تھا۔ اس کے بعد ہر روز محمد عیسےٰ کی روح سحر کے وقت آتی اور مجھ کو بیدار کرتی۔ تا کہ ختم کلمہ طیبہ کروں۔ اور بیدار کر کے چلی جاتی اور اپنے بھائی محمد فرخ اور اپنی بہن اُم کلثوم کی ارواح کو بلا کر لاتی۔ کہ پدرِ بزرگوار بیدار ہو گئے ہیں جب تک کہ میں وضو کر کے نماز تہجد ادا کرتا اور ختم کلمہ طیبہ کرتا وہ میرے گرد و پیش رہتے جس طرح کہ ماں روٹی پکاتی ہے اور اس کے چھوٹے بچے اس کے گرد رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ روٹی اُن کو دے۔ پس میں ثواب کلمہ طیبہ کا انکو بخشتا اس کے بعد وہ چلے جاتے۔ مگر اب کثرت سے ثواب پانے کی وجہ سے معمور ہو گئے ہیں اور نہیں آتے ہیں +

مکاشفہ - ایک روز آنجناب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بلدہ سرہند کے فلاں

گاؤں جو ہماری خانقاہ کے خادموں کے لئے بادشاہ نے بطور جاگیر عطا کیا ہے اُس کے متعلق مشاہدہ ہؤا کہ بارگاہ عظمت وجلال حضرت بے چون نے نزول اجلال بے کیف فرمایا اور ایک خیمہ عالی طناب بے چون قایم کیا گیا ہے۔ اور چشمہ بے قیاس بے چگونگی نے ظہور فرمایا ہے *

مکاشفہ۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ کسی تقریب سے روضہ حضرت شاہ ابو بخاری پر کہ مزارات متبرکۂ بلدہ سہرند سے ہے تشریف لیگئے تھے۔ مؤلف کتاب بھی ہمراہ رکاب سعادت تھا۔ آنجناب زیارتِ شاہ موصوف کیلئے آئے اور بہت دیر تک مزار کے نزدیک بیٹھے رہے۔ اور متوجہ ومراقب رہے اور بہت دیر کے بعد وہاں سے برخاست ہو کر مراجعت فرمائی۔ جب اپنی خانقاہ میں پہنچے تو بعض محرمان اسرار نے وہ اُن مکالمات کی بابت جو آنجناب اور شاہ موصوف میں باہم ہوئے تھے، پوچھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں شاہ صاحب کے مزار پر آیا تو شاہ صاحب بہت کچھ تعظیم وتکریم بجا لائے۔ اور محبت والفت کا اظہار کیا۔ جس کا ذکر طویل ہے اتنا بیان کیا جاتا ہے کہ اُنہوں نے یہ فرمایا کہ یہاں کا صاحبِ ولایت میں ہوں۔ جب آپکے مماثل کوئی بزرگ میرا مہمان ہو تو اس سے بڑھ کر میرے پاس اور کوئی تحفہ لائق نہیں ہے کہ اپنی ولایت آپکے سپرد کردوں۔ پس آج سے اس ملک کے صاحبِ ولایت آپ ہو گئے اور یہ ملک آپ کے زیر تصرف رہیگا *

اس واقعہ کے ایک مدت دراز کے بعد بمصداق کشف صریح آنجناب قدس سرہٗ ایک معتبر شخص نے مؤلف کتاب سے بیان کیا کہ بلدہٗ سہرند میں ایک بڑے بزرگ مجذوب شیخ داؤد نامی رہتے تھے۔ اُن کا مزار پر انوار مقبرہ شیخ مجد الدین قصداری میں واقع ہے۔ جب اُن کا وقت وصال قریب آیا تو ایک خادم کو ابو بخاری کے پاس بھیجا کہ ان کو بلا کر لائے۔ اُس نے کہا کہ شیخ ابو ایک مجذوب ہیں۔ اور ہمیشہ سہرند کے بڑے تالاب میں کھڑے رہتے ہیں۔ میں اُن سے کیا کہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ صرف تو میرا پیغام انہیں پہنچا دے وہ خود چلے آئینگے۔ وہ شخص گیا اور شیخ داؤد کا پیغام ان کو پہنچا دیا۔ شاہ ابو اس کلام کے سنتے ہی فوراً روانہ ہو گئے۔ اور شیخ داؤد کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ داؤد نے ان سے کہا اب تک اس شہر کا صاحبِ ولایت میں تھا۔ اور پاسبانی اور نگہبانی میرے متعلق تھی۔

اب میں انتقال کرتا ہوں۔ اور اس شہر کو اب تمہارے حوالہ کر دیا گیا۔ تم کو یہاں کا صاحب ولایت بنا دیا گیا۔ اچھی طرح سے خبردار رہو۔ وہ اتنا کہکر انتقال کر گئے۔ اور شاہ ابو آکر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اس روز سے شاہ صاحب کی خدمت میں خلق اللہ کا ایسا رجوع ہوا کہ مخلوق کے گروہ گروہ اُن کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ اور اُن کی کرامات دیکھتے تھے۔ اُن کا یہ ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے کتوں کی دعوت کی تھی۔ ایک کتے سے کہدیا کہ شہر کے کتوں کو بلا لا چنانچہ وہ کتا چلا گیا۔ اور اُس نے بعض کتوں کو خبر دی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو خبر دیکر سب کو واقف کر دیا سب کتے قطار و قطار شاہ صاحب کی خدمت میں متوجہ ہوئے۔ شہر میں یہ خبر پھیلی اور تمام لوگ تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہوئے۔ شاہ صاحب اُٹھے اور اُن پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ ایک سگ گرگین نہیں آیا ہے۔ حالانکہ یہ مہمانی اُس کے طفیل میں ہے۔ ایک کتا گیا اور اس کو بھی بلا لایا۔ شیر برنج پکا ہوا تھا۔ ہر ایک کے سامنے ایک ایک مٹی کی پیالی رکھدی گئی۔ اور سب نے بلا کسی جھگڑے اور تنازع کے باہم ملکر ادب کے ساتھ کھانا کھا لیا۔ اور پھر منتظر بیٹھے رہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ چلے جاؤ۔ سب اُٹھے اور چلے گئے ✦

نیز اسی معمر نے فقیر مولف سے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت شاہ ابو کے بکریاں بہت سی تھیں۔ اور اُن کا مسکن اور ماوائے اطراف قصبہ شہر ند میں تھا اور شہر کے ہر طرف کھیتی ہوتی تھی۔ بکریاں تمام زراعت کھا جاتی تھیں۔ کاشتکاروں نے شاہ صاحب کے پاس شکایت کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو کھانے دیا کرو۔ جو کچھ زراعت دوسرے قصبوں میں پیدا ہوتی ہے خرمن کے وقت اتنی ہی تمہارے خرمن سے بھی حاصل ہوگی۔ اتفاقاً اور کاشتکاروں نے کھیت کاٹکر خرمن کیا۔ اور اُن کاشتکاروں نے اسی گھانس کو جو بکریوں کے کھانے کی وجہ سے بے خوشہ رہگئے تھے کاٹکر جمع کر کے خرمن بنایا کرامت شاہ صاحب موصوف سے اسی گھانس میں اُس سے زیادہ غلہ پیدا ہوا۔ جتنا کہ دوسرے کاشتکاروں نے پیدا کیا تھا۔

مکاشفہ۔ ایک روز لاہور سے ایک ترکاری فروش خدمت آنجناب میں آیا۔ آپ اُٹھے اور اُس کا احترام کیا۔ حاضرین نے اس کے جانے کے بعد عرض کیا کہ وہ ترکاری

فروش ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ابدال وقت ہے اور اس کسب کو اپنا برقع بنایا ہے +

مکاشفہ۔ ایک مرتبہ آنجناب نے ماہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں ارشاد فرمایا کہ آج عجیب معاملہ معائنہ ہوا۔ آنکھیں مراقبہ میں بند تھیں۔ ایک صاحب کو میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت اقدس سید الاولین والآخرین علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے لئے ایک ایسا اجازت نامہ لکھدوں کہ اب تک کسی اور کے لئے نہ لکھا ہو جب میں نے وہ اجازت نامہ دیکھا تو اس میں الطاف عظیم و اعطاف کریم متعلق بہ عالم دنیا لکھے ہوئے تھے۔ اور اُس کی پشت پر بھی عنایت کثیرہ و رحمت کبیرہ جو اس عالم سے متعلق تھیں مکتوب ہیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل مکتوبات قدسی آیات جلد سوم میں مذکور ہے +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ کو ہمیشہ نماز تہجد کے لئے اذان یا اعلام یا کسی آواز وغیرہ کے ذریعہ سے بیدار کر دیتے ہیں۔ اور کبھی میں اپنے اختیار سے نماز تہجد کے لئے نہیں اُٹھا۔ مگر ایک دفعہ کہ صریح اور واضح طور سے ندا نہ آئی تھی کہ میں بیدار ہو گیا۔ پھر میں نے کہا کہ میں کون ہوں جو اپنے اختیار سے اُٹھوں اور اس کی بندگی و اطاعت میں مصروف ہوں۔ میں پھر سو گیا۔ ایک لحظہ نہ گذرا تھا کہ ہر طرف سے اذان و اطلاع کی آواز آنے لگی میں اٹھا اور نماز میں مشغول ہو گیا +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے کہ میں نے شریعت کو دیکھا کہ ہمارے اس مقام میں اتری ہے جیسا کہ قافلہ کسی مکان میں اترتا ہے۔ اس میں آپ نے اپنی مسجد اور خانقاہ کی طرف اشارہ فرمایا +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ماہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں ایک شب ادائے تراویح کے بعد بستر خواب پر لیٹ گیا۔ اور خادم میرے پاؤں دبا رہا تھا۔ میں بھولے سے پہلوئے چپ پر لیٹ گیا تھا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ سوتے میں ابتدا پہلوئے راست سے کرنا سنت اجماعی ہے۔ وہ اس وقت ترک ہو گئی نفس نے کاہلی سے ظاہر کیا کہ سہو اور نسیان سے جو چیز سرزد ہو جاتے

وہ معاف ہے لیکن میں فوراً اُٹھا۔ اور پھر لیٹا۔ اور ابتداً پہلوے راست کی۔ اس کے بعد عنایات اور فیوض اور برکات و اسرار بہت کچھ مجھ پر ظاہر ہوئے اور ندا دی گئی کہ اس رعایت سنت کی وجہ سے آخرت میں تجھ کو کسی طرح کا عذاب نہ دیا جائے گا۔ اور تمہارے خادم کو بھی جو پاؤں دبا رہا تھا ہم نے بخشدیا۔

مکاشفہ۔ فرماتے تھے کہ آج حلقۂ ظہر میں حافظ قران پڑھ رہا تھا۔ اس وقت بعض وساوس قرآن کے بارہ میں مخطور ہوئے۔ میں متفکر ہوا کہ نفس مطمئنہ ہو چکا اور ولایت متحقق ہو گئی اور فنا و بقا حاصل ہو چکی یہ خطرات کہاں سے آتے ہیں متوجہ ہوا۔ نہایت توجہ اور الحاح و زاری کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک مرغ عظیم الجثہ میرے سینہ سے نکلا اور اُڑ کر چلا گیا۔ میں نے غور کیا کہ یہ کیا چیز تھی آواز دی گئی کہ یہ خناس تھا کہ لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اسی خناس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۝ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ کہو اے محمدؐ کہ پناہ مانگتا ہوں میں پروردگار انسانات اور ان کے بادشاہ اور ان کے معبود سے خناس کے وسوسوں کے شر سے جو وسوسہ ڈالتا ہے۔ لوگوں کے سینوں میں یہ بھی الہام ہوا کہ اصول دین میں جو خطرہ گذرتا ہے۔ اس کا منشاء صرف یہی خناس ہے جس کا آشیانہ سینہائے خلق میں ہے اور ہر وقت نیش مارتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کے آشانہ کو تیرے سینۂ بے کینہ سے ہم نے نکالدیا الحق خروج خناس کے بعد شرح صدر نے عجیب ظاہر ہوا۔

مکاشفہ۔ فرماتے ہیں کہ چند روز تک مجھ پر قصور اعمال کی دید اس درجہ غالب ہو گئی کہ جب میں نماز اور سورۂ فاتحہ میں لفظ اِیَّاكَ نَعْبُدُ پڑھتا تو حیران ہو جاتا کہ کیا کرنا چاہئے اگر میں پڑھتا ہوں تو مصداق آیہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ترجمہ۔ تم وہ کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے ہو۔ کا ہو جاتا ہوں۔ اور اگر نہیں کہتا ہوں تو واجب ترک ہو جاتا ہے۔ پس ندا دی گئی کہ ہم نے تجھ سے شرک فی العبادت

اوٹھا لیا۔ اس وقت آیہ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ترجمہ بے شک خدا ہی کے لئے دین خالص ہے، کا مطلب ظاہر ہوا +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ صبح کے حلقہ میں میں شریک تھا کہ ایک قسم کی بقا خاص ظاہر ہوئی۔ جو میرے یقین کو بہالے گئی اور ایک مدت تک قائم رہی۔ اوسی دن نماز عصر کے بعد امام الائمتہ سراج الامتہ ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنے تمام شاگردوں اور اپنے مذہب مہذب کے تمام مجتہدوں کے ہمراہ تشریف لائے اور میرے گرداگرد جمع ہوئے ہیں پس امام اعظم کا نور اور اُن تمام ائمۂ کرام کے انوار مجھ میں داخل ہوئے۔ اور میں نے اُن انوار میں بقا پائی۔ اور عین ان انوار کا ہوگیا۔ اور ہر ایک کے انوار الگ الگ میرے اجزاء ہوگئے۔ دو تین دن کے بعد اسی طرح کا معاملہ انوار امام شافعی اور اُن کے شاگردوں اور اُن کے مذہب کے مجتہدوں کے ساتھ بقا اور تحقیق کا پیش آیا۔ اور دیکھا کہ انوار علماء حنفیہ میرے اندر سے نکل گئے! ور انوار شافعیہ میں میں نے بقا پائی اور انوار ہر ایک کے الگ الگ میرے اجزاء ہوگئے جس طرح کہ پہلے مرتبہ میں اُن میں متحقق ہوا تھا۔ اس کے بعد دیکھا کہ جو کچھ انوار میرے باطن سے نکل گئے تھے۔ وہ پھر داخل ہوگئے۔ اور میں ہر دو مذہب کے انوار میں متحقق ہوگیا اور اس وقت ایسا ظاہر ہوا کہ حق اُن دونوں مذاہب سے الگ نہیں ہے۔ اگر حنفی کسی جگہ حق سے رہ گئے ہیں تو شافعی نے اوسے پالیا ہے! ور شافعی سے آگے حق متجاوز نہیں ہوا۔ اس کی تفصیل حضرت نے بخوبی فرمائی ہے۔ نیز یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ دو حصے یا تین حصہ حق کے امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہے اور ثلث یا ربع حصہ امام شافعی کے ساتھ ہے۔ اور شافعی سے آگے نہیں بڑھا پس آنجناب کو اس لحاظ سے حنفی اشافعی کہہ سکتے ہیں +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ بلا تکلف و تعصب میں کہتا ہوں کہ نورانیت مذہب حنفی نظر کشفی میں دریائے عظیم کے طرح ہے! ور دوسرے اور مذہب مثل حوضوں اور نہروں کے دکھائی دیتے ہیں +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے ایک فرزند مرحوم کی فاتحہ

کے لئے فقرا اور درویشوں کے واسطے کھانا تیار کرایا تھا۔ اس اثنا میں میری زبان پر یہ کلمہ جاری ہؤا کہ ہماری یہ فاتحہ کیوں کر قبول ہو گی کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ پرہیز گاروں سے قبول فرماتا ہے۔ میں اسی تردد میں تھا کہ بارگاہ حق تعالےٰ شانہ سے ندا آئی کہ اِنَّکَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ تم پرہیز گاروں میں سے ہو +

مکاشفہ۔ فرماتے ہیں کہ مجھ پر مکشوف ہؤا کہ ہندوستان میں کئی نبی گذرے ہیں مگر کم لوگ اُن کے پیرو ہوئے بعض انبیا پر دو شخص اور بعضوں پر صرف ایک ہی ایمان لایا۔ اور تین نفر سے زیادہ ایمان لانیوالے کہیں نظر نہیں آتے۔ اگر میں چاہوں تو بعثت انبیاء کے مقامات اور دیہات اور اُن کے مساکن بیان کر سکتا ہوں جو کہ مجھ پر ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور اُن کے مقابر بھی بتا سکتا ہوں کہ اُن مقابر پر انوار حق اب تک تابان و درخشان دکھائی دیتے ہیں +

مکاشفہ۔ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور تک یہ کمالات اور معاملات جو کہ اللہ تعالےٰ نے ہم پر افاضہ فرمائے ہیں کسی اور پر ظاہر نہ ہونگے +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا ارادہ ہؤا کہ کسی مقام خلوت میں جا کر گوشہ نشین ہو جاؤں۔ اور حسب سے خلوت اختیار کر لوں۔ میں نے استخارہ کیا اور بارگاہ رب العزّت سے اجازت طلب کی خطاب مستطاب آیا کہ طریقہ محبوب و پسندیدہ و مناسب و لائق یہی ہے جس پر اب قائم ہو۔ نہ طریق گوشہ نشینی و تنہائی +

قدسیہ۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھ کو میرے فرزند اعظم خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کی قبر کے مقابل دفن کیا جائے گا کہ وہاں ایک باغ جنت کے باغوں میں سے میں نے دیکھا ہے +

مکاشفہ۔ مخدوم زادۂ عالی قدر خواجہ محمد معصوم نے آنجناب کا یہ ارشاد لکھا ہے۔ کہ اگر میرے روضہ کی خاک پاک کی ایک مٹھی بھر کر کسی قبر میں ڈالدی جائے تو رحمتِ عظیم کے نزول کی امید ہے۔ پھر اس کا کیا رتبہ ہو گا۔ جو اس مقبرہ میں مدفون ہے +

مکاشفہ۔ اندرون گنبد و بیرون گنبد کی زمین کے متعلق کہ اس وقت داخل

احاطہ تھی آپ ارشاد فرماتے تھے کہ وہ ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے اب وہ احاطہ باقی نہیں رہا۔ اور وسیع ہو گیا ہے +

مکاشفہ۔ انہی مخدوم زادۂ بلند سیر نے روایت کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ قبر ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔ اس کا مطلب یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جو کچھ فصل و مسافت اس ٹکڑۂ قبر اور جنت میں ہوتی ہے وہ اُٹھا لی جاتی ہے گویا وہ بقعہ جنت کے ساتھ فنا و بقا پیدا کر لیتا ہے۔ اور یہی معنی ہے حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا کہ میری قبر اور میرے منبر کے مابین ایک باغ ہے جنت کا +

واضح ہو کہ یہ قسم روضہ کی خصوص خواص کے لئے ہے۔ ہر مسلمان کو یہ بات میسر نہیں ہے اتنا ہو سکتا ہے کہ اُن کے مقام قبر میں ایک گونہ صفائی و نورانیت پیدا کر دی جائے۔ اور اس میں اس کی استعداد ہو جائے کہ مقام جنت کا پرتو اس پر پڑ سکے۔ اور مصفا آئینہ کے ہم رنگ ہو جائے +

مکاشفہ۔ فرماتے ہیں کہ آفتاب کی طرف بے تکلف دیکھ سکتے ہیں مگر شاہ سکندر نبیرۂ شاہ کمال کے دل کی طرف غلبہ شعاع انوار کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے کہ رسائی نہیں ہو سکتی ہے +

مکاشفہ۔ آپ نے ایک روز فرمایا کہ مجھ پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے معارف و حقائق تحریر کردہ نظیر امتدس و نور حضرت مہدی موعود سے گذرینگے اور اُن کی بارگاہ میں مقبول ہونگے +

مکاشفہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ حضرت مہدی موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسی نسبت علیہ پر ہونگے۔ اس میں آپ نے اپنی نسبت خاصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ رسائل اور مکتوبات میں اس کی تفصیل بخوبی فرمائی ہے +

مکاشفہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ایک انت ہم پر منکشف کیا گیا کہ اگر کوئی نمازی نماز وتر کو دیر سے ادا کرنے کے ارادہ سے وقت تہجد تک سو جائے اور یہ نیت رکھے کہ آخر شب میں وتر پڑھوں گا تو کاتبین اعمال تمام شب اس کے نام پر

نیکیاں لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وتر ادا کرے۔ پس جس قدر ادائے وتر میں تاخیر کی جائے بہتر ہے +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ کشفاً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالم کو بدعت کی تاریکیوں نے گھیر لیا ہے۔ اور نور سنت اس میں کرمکِ شب افروز کی طرح بعض جگہ خال خال معلوم ہوتا ہے +

مکاشفہ۔ ایک روز بتقریب تکرار کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اے کاش تمام عالم بمقابلہ اس کلمۂ طیبہ کے دریائے محیط کے ساتھ قطرہ ہی کی مناسبت رکھتا۔ یہ کلمۂ مقدسہ جامع کمالات ولایت و نبوت ہے۔ لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ایک بار کلمۂ طیبہ کہنے والا کیونکر جنت میں داخل ہو جائے گا اور جہنم کے خلود سے کیونکر رہائی پائے گا۔ مجھ کو ایسا محسوس اور مشہود ہوتا ہے کہ تمام عالم اگر صرف ایک دفعہ کلمۂ طیبہ کہنے پر بخشدیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو ممکن ہے۔ اگر اس کلمۂ طیبہ کی برکات تقسیم کی جائیں تو اس کے تمام عالم ابد الآخر تک معمور اور سیراب رہ سکے گا +

مکاشفہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ داخل طریقہ ہو چکے ہیں یا قیامت تک بواسطہ یا بے واسطہ داخل ہوں گے وہ سب مرد اور عورتیں میرے سامنے لائے گئے اور ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن بتایا گیا۔ اگر میں چاہوں تو سب بیان کر سکتا ہوں +

مکاشفہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے محض کرم و عنایت اور لطف و رحمت خالص سے مجھے بشارت دی کہ ہم نے تمہاری دنیا کو بھی آخرت بنا دیا ہے +

مکاشفہ۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا گئے۔ دیکھا کہ ایک پیالہ سفالی شکستہ کہ جس سے عمہً نجاست اوٹھاتا تھا۔ اور اس پر اسم اللہ منقوش تھا۔ اور نجاستوں میں آلودہ تھا۔ آنجناب نے پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور وہاں سے نکلے۔ اور خادم سے فرمایا کہ آفتابہ لاؤ۔ اور پیالہ کو خاص اپنے دست مبارک سے آپ نے پاک کیا۔ ہر چند خدام نے التماس کیا کہ ہم اُسکو

پاک کرتے ہیں۔ مگر قبول نہ فرمایا۔ اور پاک کر کے اُس کو ایک اونچے تاک پر سفید کپڑے میں لپیٹ کر تعظیم کے ساتھ رکھدیا۔ اور جب پانی پینا چاہتے تو اسی پیالہ میں پیتے۔ اس اثنا میں بارگاہ رب الارباب سے خطاب مستطاب آیا کہ جس طرح تم نے ہمارے نام کی تعظیم کی۔ اسی طرح ہم نے بھی تمہارے نام کو دنیا و آخرت میں معظم بنایا ہے آپ فرماتے تھے کہ اس عمل نے جس قدر فیوض و برکات پونچائے وہ صد سالہ ریاضت و مجاہدہ سے بھی ناممکن تھے۔

مکاشفہ۔ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم نے اپنے بعض مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے والد ماجد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وضو میں مجھے شک تھا اور جنازہ میری عاجزہ ام کلثوم کا لایا گیا میں نے چاہا کہ وضو تازہ کر کے نماز جنازہ میں مشغول ہوں۔ اس اثنا میں میرے باطن میں آواز دیگئی کہ اگر اسی وضو سے نماز جنازہ ادا کروگے تو ہم اس میت کو بخشدیں گے۔ چنانچہ اسی وضو سے میں نے نماز جنازہ ادا کی۔

مکاشفہ۔ ایک روز صبح کے حلقہ میں آنجناب مراقب تھے اور قصور اعمال کی دید غالب ہوگئی تھی اور انکسار و تضرع کا غلبہ تھا کہ بمصداق حدیث مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ (جو خدا کے لئے تواضع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بلند کرتا ہے۔ بارگاہ غفار الذنوب ستار العیوب جل شانہٗ وعم احسانہٗ سے خطاب مستطاب پہنچا غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ بِوَاسِطَۃٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کہ میں نے تجھ کو بخشدیا۔ اور اس کو بھی جو تمہارا وسیلہ اختیار کرے بواسطہ یا بلاواسطہ قیامت تک سب کو بخشدیا۔ اور اس بشارت کے اظہار کا حکم دیا گیا۔

مکاشفہ۔ ایک دفعہ حضرت اجمیر شریف زیارت روضہ شریفہ قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور بہت دیر تک اس بدر اولیا کے مزار پُر انوار پر مراقب رہے۔ جب باہر نکلے تو محرمان اسرار سے فرمایا کہ حضرت خواجہ نے بہت کچھ اعطاف اور الطاف فرمایا۔ اور اپنے برکات خاصہ کی ضیافت کی اور سخنان اسرار کی گفتگو فرمائی۔ اور ہم کو جو یہ کوشش تھی۔ کہ

لشکر سلطانی کی ہمراہی سے علیحدگی ہو جائے۔ آپ نے اس سے منع فرمایا۔ اور اس کو رضائے حق تعالیٰ پر تفویض کرنے کے لئے حکم دیا۔ اتنے میں مجاوران مرقد منور حضرت خواجہ قدس سرہ چادر غلاف قبر شریف حضرت خواجہ کی کہ ہر سال تازہ آپ کی قبر پر تقرب اشرف پر ڈالی جاتی ہے اور قدیم چادر کسی مشہور بزرگ وقت کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے۔ یا سلاطین وقت اس کو تبرکاً لے لیتے ہیں۔ اور لعل و زمرد کی طرح صندوق میں کمال تعظیم کے ساتھ محفوظ رکھتے ہیں۔ بطور تحفہ کے آنجناب کے پاس لائے۔ اور کہا کہ آپ سے بڑھ کر اس تبرک کا سزاوار اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے اس کو ادب کے ساتھ لے لیا۔ اور فرمایا کہ حضرت خواجہ کا یہ تبرک ہمارے کفن کے لئے رکھا جائے۔ کہ اس وقت اس کے سوا حضرت خواجہ کے پاس اور کوئی لباس نہ تھا۔ اس لئے اُسے ہم کو عطا فرمایا +

مکاشفہ۔ آنجناب نے اپنے آخری مرض کے زمانہ میں فرمایا کہ جو کمال کہ کسی بشر کے لئے ممکن الحصول ہو سکتا ہے بطفیل آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیمات ہم کو اس سے ایک حصہ عطا کیا گیا۔ اس ارشاد کی تفصیل حضرت مخدوم زادہ نے بخوبی تحریر فرمائی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو +

مکاشفہ۔ آنجناب قدس سرہ نے جلد ثالث کے بعض مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ ملامت خلق کی اس جماعت کا حسن اور اُن کے زنگار کے لئے صیقل ہے نہ کہ باعث قبض و کدورت ابتدائے حال میں جب کہ فقیر قلعہ میں محبوس ہوا تو محسوس ہوتا تھا کہ انوار ملامت خلق شہروں اور دیہات سے نورانی بادلوں کی طرح لگاتار پہونچتے ہیں۔ اور کام کو پستی سے بلندی پر لیجاتے ہیں۔ برسوں تک تربیت جمالی سے قطع مسافت کی جاتی رہی مگر اب تربیت جلالی سے قطع مسافت کرتے ہیں۔ اور مقام صبر بلکہ مقام رضا میں رہتے ہیں۔ اور جمال و جلال سے مساوی جانتے ہیں کہ جفائے محبوب اس کی وفا سے زیادہ لذت بخش ہے +

مکاشفہ۔ فرماتے تھے کہ شیخ ابن عربی باوجود اس گفتگو اور اس شطح خلاقی کے گروہ مقبولین حق اور صف اولیاء عظام میں نظر آتے ہیں +

مکاشفہ ۶ بر کریاں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ۶ کریموں پر کوئی کام دشوار نہیں ہے

کبھی قرعا سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور کبھی گالیوں پر ہنستے ہیں۔ حضرت شیخ اکبرؒ کا منکر خطر میں ہے اور اُن کے کلام کا قبول کرنے والا خطر میں نہیں ہے۔ شیخؒ کے سخنانِ خلافی کو قبول نہ کرنا چاہیئے مگر خود شیخ کو ولی برحق و مقبول ماننا چاہیئے۔ مسئلہ قبول اور عدم قبول میں فقیر کا طریق متوسط ہی ہے ⁂

مکاشفہ آنحضرت قدس سرہٗ کا یہ دستور تھا کہ نماز صبح کے بعد متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے۔ اور بعد نماز کے دعا مانگنے کے بعد مراقبہ میں مشغول ہو جاتے ⁂

ایک مرتبہ عرفہ کی صبح میں نماز فجر کا سلام پھیرنے کے بعد اسی طرح رو بقبلہ بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا اُس وقت آپنے مراقبہ سے سر اُٹھایا۔ اپنے خاص خاص مریدوں سے راز میں یہ فرمایا کہ آج زیارت کعبہ معظمہ کا شوق پیدا ہوا اور حرم محترم کا اشتیاق ظاہر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کعبہ مکرمہ آیا۔ اور میرا طواف کیا تعجب ہے کہ اصحاب ارباب کشف اس واقعہ سے غافل رہ گئے۔ ورنہ وہ بھی ضرور میرے گرد پھرتے اور میرا طواف کرتے ⁂

مکاشفہ ایک دفعہ شب ستائیسویں ماہ رمضان المبارک میں آپنے فرمایا کہ آج شب قدر ہے اور تراویح سے فراغت پانے کے بعد فرمایا کہ لیلۃ القدر کی ساعت شریفہ میں مجھ میں غیبت پیدا ہوئی۔ اور اُس ساعت کا آخری حصہ نصیب ہوا۔ جس طرح کہ ایک لشکر آگے چلا جائے اور پیچھے ہوئے لوگ آہستہ آہستہ پیچھے چلتے رہ جاتے ہیں۔ ایسا ہی میں نے اُسے دیکھا ⁂

مکاشفہ شب برات کی صبح میں آنجناب قدس سرہٗ پر منکشف کیا گیا کہ آپکے مرید خاص شیخ طاہر لاہوری کا نام نیکوں کے دفتر سے خارج کر دیا گیا اور بدبختوں کے دفتر میں لکھ دیا گیا ہے۔ آپ بارگاہ الٰہی میں متوجہ ہوئے اور اِس مصیبت کے دفع کرنے کے لئے توجہ فرمائی۔ معلوم ہوا کہ عرش مجید میں اس حکم کو قضا مبرم میں لکھا گیا ہے نہایت حیران ہوئے۔ اس اثنا میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ قضا مبرم میں کسی کو دست تصرف نہیں ہے۔ سوائے

میرے۔ آنجناب قدس سرہٗ کو یاد آیا۔ پس التجا اور تضرع و مناجات فرمائی۔ کہ خدایا جب تو نے اپنے برگزیدہ بندے کو اس دولت سے مشرف فرمایا تو اگر اس فقیر کو بھی اس سے ممتاز فرمایا جائے۔ تو تیری عنایت سے دور نہیں ہے۔ آپ کی یہ دعا قبول ہو گئی۔ اور معلوم ہوا کہ قضا کی ایک قسم لوح محفوظ میں مبرم ہے۔ مگر عنداللہ معلق ہے۔ بنا بر شفاعت یا بامر دیگر اخص خواص کو اس قضا میں تصرف کی اجازت دیتے ہیں۔ مگر جو قضا علم الٰہی میں بھی مبرم ہے اُس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ لا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ نہیں بدلا جا سکتا وہ قول جو میرے پاس ہے، اس کے یہی معنی ہیں۔

مکاشفہ۔ آنجناب قدس سرہٗ نے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں رہنے والے لوگوں کے احوال اخروی اور مشرکین زمانۂ فترت رسل کے متعلق فرمایا ہے کہ ایک مدت دراز کے بعد عنایت خداوندی جل سلطانہٗ نے اس اشکال کا حل فرمایا اور منکشف کیا کہ یہ جماعت نہ بہشت میں ہمیشہ رہیگی۔ اور نہ ہمیشہ دوزخ میں بلکہ بعثت انبیاء کے بعد اور ان کے احیاء اخروی کا حساب کر کے بقدر جرائم اُن پر عذاب کرینگے۔ اور تکمیل حقوق کر کے مثل حیوانات غیر مکلف کے ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشئے محض کر دیا جائے گا۔ اس لئے ہمیشگی نہیں ہو سکتی۔ اس معرفت غریبہ کو میں نے بارگاہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات میں عرض کیا۔ سب نے اس کی تصدیق فرمائی اور قبول کیا۔

مکاشفہ۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اسرار قضا و قدر پر اطلاع دیگئی۔ اور اس کو اس طریقہ سے منکشف کیا گیا ہے کہ اصول شریعت کے ساتھ کسی طرح کی بھی مخالفت لازم نہیں آسکتی۔ اور نقص ایجاب اور آمیزش جبر سے بالکل پاک ہے۔ ظہور میں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ تعجب ہے کہ اصول شریعت سے مخالف نہ ہوتے پر کیوں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔ اگر مخالفت کی آمیزش ہوتی تو پوشیدگی مناسب ہوتی۔ وہ جو کچھ کرے کوئی اس کو نہیں پوچھ سکتا؎

کرا زہرہ آنکہ از بیم او ۔۔۔ کشاید زبان جز بہ تسلیم تو

ترجمہ؎ کس کی طاقت ہے کہ اُس کے خوف سے زبان کھول اُسکے سوائے تسلیم کر لینے کے۔

مکاشفہ۔ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیاض میں لکھا ہے کہ آنجناب قدس سرہٗ عام دعوتوں میں تشریف نہیں لیجاتے تھے۔ ایک روز ایک دولتمند نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا کی کہ میں نے اپنے ایک بزرگ کی فاتحہ کے لئے کھانا تیار کیا ہے۔ آنجنابؒ مجھ کو قبولیت دعوت سے عزت بخشیں آپ نے دعوتِ عام ہونے کی وجہ سے قبول نہ فرمائی۔ اُس نے نہایت انکسار سے عقیدتمندی اور اخلاص کا اظہار کیا۔ اس وقت آنجنابؒ پر الہام کیا گیا کہ اگر تم اس جانے میں حرام ہونے کا شک کرو گے تو ہم قیامت کے دن اس مردہ کو جس کی یہ فاتحہ ہے اس قدر نور عطا کرینگے کہ تمام اہل محشر اُس نور سے منور ہو جائینگے۔ آنجنابؒ متفکر ہوئے کہ یہ حرمت کیوں دور ہو گی۔ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ تو ظاہر کیا گیا کہ تمہارا اس مجلس میں جانا ہی حرمت کا دُور ہونا ہے۔ پس آپؒ نے اُس کی دعوت قبول فرمائی۔ اور اُس کے مکان پر تشریف لیگئے +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مقامِ رضا سے اوپر کی رسائی نہیں بجز حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے اور کسی کی رسائی نہیں ہے۔ اس ارشاد کے تحریر کرنے کے چند روز بعد آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں نماز تہجد سے فراغت کے بعد تمام انبیا علیہم الصلوٰت والتسلیمات پر درود بھیج رہا تھا۔ دیکھا کہ کل حضرات انبیا علیہم السلام اپنے مقامات سے عروج فرما کر مقام رضا سے بالا مقام پر چند واسطوں سے واصل ہوئے +

اِس کے بعد آنحضرت سرورِ کائنات خلاصۂ موجودات نے عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَلْفُ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَتَسْلِیْمَاتٍ (اُن پر اور اُن کی آل پر ہزاروں درود اور سلام نازل ہوں) اس مقام میں کہ متابعتِ ملتِ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام سے متعلق تھا۔ عروج فرمایا۔ اور اس مقام عزیز میں رسائی حاصل فرمائی +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم پر منکشف کیا گیا ہے کہ حضرت رحمٰن کے خزائن رحمت کی حقیقت وجود محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور کوئی رحمت اس خزانہ سے الگ نہیں ہے۔ عام ازیں کہ دنیادی رحمتیں ہوں یا اُخروی۔ ننانویں رحمتیں کہ آخرت کیلئے رکھی گئی ہیں۔ اُن کا مستقر ایک چشمہ ہے اور دنیا میں جو رحمتیں پھیلائی

گئی ہیں۔ اُن کا خزانہ دوسرا چشمہ ہے +

مکاشفہ :- ایک مرتبہ آنجناب قدس سرہٗ نے اپنے اُن صاحبزادگان کی فاتحہ کیلئے کھانا تیار کرایا۔ جو آپ کے روبرو وفات فرما چکے تھے۔ بعد توجہ کثیر کے وہ کھانا مقبول ہوا۔ اور ایسا مکشوف ہوا کہ ملائکہ کرام کھانے کے خوان لے جا رہے ہیں۔ اور اُن کی قبور میں پہنچا رہے ہیں۔ اور بہشت کے ایک چمن میں اس کھانے کو جمع کر رہے ہیں۔ اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ میرے فرزند اُس کھانے کے پاس گئے اور کھانا اُن کے اندر چلا گیا۔ اور پھر اُن میں استعداد فوق کی پیدا ہوئی اور عروج میں مصروف ہوئے۔ اور عروج کثیر کے بعد ایک بہشت ظاہر ہوئی۔ جو نہایت رفیع المنزلت اور تر و تازہ تھی۔ پس وہ اس میں داخل ہو گئے۔ چونکہ آنجناب قدس سرہٗ نے بوقت فاتحہ دینے کے سب مومنین اور مومنات اور ملائکہ عالیات کو بھی شریک فرمایا تھا۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں نے کسی مومن اور مومنہ کی قبر ایسی نہ پائی جس میں وہ کھانا نہ گیا ہو۔ اور کوئی بہشت ایسی نہ تھی جو اس ضیافت سے خالی ہو۔ اور یہ بھی دیکھا کہ ملائکہ۔ میں بھی خواہ تمہارے گونا گون بھیجے گئے۔ اور اُن کے ثواب میں کوئی کمی نہ کی گئی۔ اسی طرح جب کبھی آنجناب قدس سرہٗ مردوں کی رُوحانیت کے ایصالِ ثواب کیلئے فاتحہ دلاتے اِسی طرح کے مکاشفات معائنہ ہوتے تھے +

ایک مرتبہ آپ ایک ایسے بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جو قریب مرگ تھا۔ آپ اُس کے حال کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ اس کا قلب نہایت تاریک ہے۔ ہر چند آپ نے تاریکی دفع کرنے کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بہت دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تاریکیاں صفاتِ کفر سے پیدا ہوئی ہیں۔ جو اس میں پوشیدہ ہیں۔ اور منشا اُن کدورتوں کا کفار کے ساتھ موالات رکھنا ہے۔ اُن تاریکیوں کا دفعیہ عذابِ دوزخ پر موقوف ہے۔ کہ کفر کا بدلہ یہی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس کے دل میں ایک ذرہ ایمان کا بھی داخل ہے کہ آخر میں اُسی کی برکت سے اُس کو دوزخ سے نجات دینگے اس حالت کے مشاہدہ کے بعد آپ کے دل میں خیال آیا کہ ایسی حالت میں اس کی نمازِ جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہیں۔ توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ نماز پڑھنی چاہئے +

مکاشفہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اذان کے بعد میں دعا کر رہا تھا اور ہاتھ زانو پر تھے اس اثنا میں خیال آیا کہ یہ روش ادب سے دور ہے۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی چاہیئے۔ میں نے ہاتھ اُٹھائے۔ اور دعا میں مشغول ہوا۔ اس ادب کے صدقے میں بارگاہِ ستار و غفار سے ندا آئی کہ ہم تم پر کسی طرح کا ہرگز عذاب نہ کرینگے ؛

مکاشفہ حضرت مخدوم زادۂ عالیمقام خواجہ **محمد معصوم** نے روایت فرمائی ہے۔ کہ آنجناب یہ فرماتے تھے کہ احادیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو یا حق عباد اُس پر باقی ہو تو اُس کی رُوح کو ترقی نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اُس کی طرف سے ادا نہ کردیا جائے۔ اور اس کی روح محبوس رہتی ہے بالائے آسمان نہیں جاتی۔ آنجناب قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ مجھ پر ایسا ظاہر کیا گیا کہ یہ حکم اُس کے لئے مخصوص ہے جس کو کہ اس عالم میں ترقی نہ ہوئی ہو۔ لیکن اگر اس عالم میں باوجود ان تعلقات کے ترقی ہوئی ہو تو بعد مرنے کے بھی اُس کو ترقی دیجاتی ہے۔ بخلاف اس شخص کے کہ جو اس عالم میں محبوس ہو جائے۔ تو وہ بعد موت کے بھی محبوس رہیگا۔ کہ ترقی بعد الموت ان تعلقات سے رہائی پانے پر منحصر ہے؛

مکاشفہ: مخدوم زادہ عالی شان علیہ الرحمۃ نے بیاض خاص میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ ھٰذَا کِتَابُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر سچی گواہی دیگی اور ہم تمہارے اعمال کو لکھتے رہتے ہیں ؛

علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس سے فرشتوں کا اعمال کو لکھنا مراد لیا ہے اور خدا کی طرف اس استناد کو مجازی بنایا ہے، آنجناب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اس آیت کی تکرار کر رہا تھا کہ خیال آیا کہ اللہ تعالےٰ نے اس مقام پر اعمال کے لکھنے کی اپنی طرف نسبت فرمائی ہے اس کی کوئی حقیقت ضرور ہوگی۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس مرتبۂ مقدسہ میں فرشتوں کی اعمال نویسی کے علاوہ اور ایک قسم کا لکھنا نوٹ کرنا ثابت ہے۔ اور وہ اُن بعض افراد کے لئے مخصوص ہے جن کے حالات سے اللہ تعالےٰ اپنے سوا فرشتوں کو بھی مطلع کرنا نہیں چاہتا ہے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ

یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، اور یہی راز ہے اس نکتہ میں اللہ تعالےٰ اپنے بعض خواص اور ارباب اختصاص کے اعمال پر ملائکہ کرام کاتبین کو بھی مطلع نہیں کرتا ہے

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراما کاتبیں را ہم خبر نیست

ترجمہ۔ عاشق اور معشوق کے درمیان ایسے راز و نیاز ہوتے ہیں کہ اُن کی فرشتوں کو بھی خبر تک نہیں ہوتی +

مکاشفہ - قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا نَسَبَ سُبْحَانَہُ التَّوَفِّیَ اِلٰی نَفْسِہٖ اَنَّ الْمُتَوَفِّیَ مَلَکُ الْمَوْتِ کَمَا یَدُلُّ عَلَیْہِ الْاٰیَۃُ الْاُخْرٰی اِذْ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ لِبَعْضِ الْخَوَاصِ بِلَا تَوَسُّطِ الْمَلَکِ وَمَا جَآءَ فِیْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ مِنْ تَوَسُّطِ الْمَلَکِ الْمَذْکُوْرِ لِبَعْضِ الْخَوَاصِ فَیُمْکِنُ حَمْلُھَا عَلٰی ھٰذَا الْمَعْنٰی بِاَدْنٰی تَوَجُّہٍ فَتَاَمَّلْ فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ اللہ وفات دیتا ہے انفس کو اُن کی موت کے وقت۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے وفات دینے کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ حالانکہ وفات دینے کا کام ملک الموت کا ہے۔ چنانچہ اِس پر دوسری آیت دلالت کرتی ہے پس ممکن ہے کہ یہ توفّی بعض خواص افراد کے لئے بلا توسط ملک الموت کے ہو۔ اور دیگر آیات میں جو بتوسط ملک الموت کے آیا ہے وہ دوسرے خواص کے لئے ہو۔ اس طرح بر ادنےٰ توجہ سے یہ آیت حل ہو جاتی ہے۔ پس خوب غور کرو +

مکاشفہ جب دفتر اوّل مکتوبات قدسی آیات تین سو تیرہ مکتوبوں کی تعداد پر موافق عدد اصحاب بدر رضی تمام ہو گیا۔ تو بعض اصحاب نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو بعد کے مکتوبات بھی جمع کیے جائیں۔ اور دفتر دوم کا آغاز کر دیا جائے۔ فرمایا کہ ان تمام علوم و معارف کی بابت جو ان مکتوبوں میں لکھے گئے ہیں متردد ہوں کہ آیا یہ مقبول بارگاہ حق تعالےٰ ہیں یا نہیں۔ اس اثنا میں آپ نے انکسار اور افتقار اور توجہ خاص بجناب قدس فرمائی۔ خطاب ہوا کہ یہ تمام علوم و معارف کہ تحریر کئے

گئے۔ بلکہ تمہاری گفتگو میں آئے۔ سب مقبول اور پسندیدہ ہیں بلکہ اُس کا بھی اظہار کیا گیا کہ تمہارا کل کلام میرا کلام ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ اُس وقت تفصیلاً و اجمالاً اُن علوم کا میں نے ملاحظہ کیا۔ اور علے الخصوص اُن علوم کا جن کے بارہ میں میں متردد تھا تو سب اسی حکم میں داخل پائے گئے۔ اور دفتر دوم کے جمع کے لئے مجھ کو حکم دیا گیا۔

مکاشفہ۔ گناہ کبائر کی تعیین میں علما نے بےانتہا اختلاف کیا ہے کہ ان کی تعداد کا تعیین ناممکن ہوگیا ہے۔ جیساکہ کتب کلام اور فقہ کے مطالعہ سے بخوبی ظاہر ہے۔

آنجناب قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ بعد نماز تہجد کے خیال پیدا ہوا کہ اُن کے تعیین کے لئے بارگاہ قدس میں متوجہ ہونا چاہیئے۔ تھوڑی سی توجہ پر بتایا گیا کہ کل کبائر سات ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ اِتَّقُوا مِنَ السَّبْعِ الْمُوْبِقَاتِ یعنی ان سات چیزوں سے بچو جو ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں، اور جڑ اُن کی شرک ہے اور دوسرے چھ گناہ اُس کے گرداگرد ہیں۔ گویا شرک تنہ ہے اور بقیہ چھ گناہ اُس کی شاخیں ہیں۔ اور اور گناہ جو رہے وہ داخلِ دائرہ معاصی صغیرہ ہیں۔ بعض صغائر کا تعیین بھی فرمایا گیا مثل سُود کھانا۔ اور جھوٹ بولنا۔ اور غیبت کرنا ان کو شرکِ صغیرہ کہتے ہیں۔

حضرتِ ہفتم

آنجناب قدس سرہ کے کلام پر مخالفین کے بعض شکوک کے جواب اور آپ کے کلمات کے مدائح کے بیان میں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

واضح ہو کہ آنجناب قدس سرہ سے باوجودِ صحو اور نہایت اتباع سُنتِ سنیہ کے زبان خامۂ عنبرین شمامہ سے بعض اوقات غلبۂ حال کی وجہ سے کلمات سکر سرزد ہوئے ہیں۔ چنانچہ بعض مشائخ نے آپ کی جناب میں عرض کیا کہ آپ بالکل صحو رکھتے ہیں۔ پھر کلمات سکر یہ آپ سے کیونکر سرزد ہوئے۔ آپؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

صحوِ خالص عوام الناس کو ہوتا ہے۔ جو چوپایوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس طائفہ کو ہر چند صحو ہوتا ہے۔ مگر بے آمیزش سکر کے نہیں ہوتا۔ اور صحو ان تمام علوم کے اظہار کی تاب نہیں لا سکتا۔ نیز آنجناب قدس سرہٗ ان امور کے اظہار میں مامور تھے ۔

ان شبہات کے جواب مناسب یہ ہیں

شبہ اوّل

مخالفین کا ایک شبہ یہ ہے کہ آنجناب رح نے عرضہ داشت یازدہم میں جو اپنے پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں تحریر کی تھی۔ لکھا ہے کہ ثانیاً معروض یہ ہے کہ اول مقام میں ملاحظہ کرنے میں دوسری مرتبہ اور بعض مقامات کہ بعض بعض سے بالا ہیں ظاہر ہوئے۔ فوق کی طرف توجہ اور نیازمندی و شکستگی کے بعد جب اس مقام سے بالا مقام میں رسائی ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت ذی النورین رضؓ کا ہے۔ اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے اور یہ مقام بھی مقام تکمیل و ارشاد ہے۔ اسی طرح اور مقاماتِ فوق جواب مذکور ہونگے۔ اس مقام سے بالا ایک اور مقام نظر آیا۔ جب اس مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور اس میں اور خلفا کا بھی عبور ہوا ہے اس سے بالا مقام حضرت صدیق اکبر رضؓ ہے اس مقام میں بھی رسائی ہوئی۔ اپنے مشائخین میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو میں ہر مقام میں اپنے ہمراہ پاتا تھا۔ اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور ہوا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں سوائے عبور اور مرور اور ثبات کے۔ اس سے بالا اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوا۔ الا مقام حضرت خاتمیت علیہ و علٰے آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور بمقابل مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایک اور مقام نورانی نہایت عمدہ کہ اس کا مثل اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ ظاہر ہوا اور مقام سابق سے قدرے بلند تھا۔ جس طرح کہ چبوترے کو زمین سے بلند کرتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ یہ مقام محبوبیت ہے۔ نہایت رنگین اور منقش پایا گیا۔ اس کے بعد اپنے کو اس کیفیت میں لطیف اور ہوا یا قطعۂ ابر کے ہمرنگ آفاق میں منفش پایا۔ اور بعض اطراف کو لے لیا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ حضرت صدیق اکبر

کے مقام میں ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ مَیں اپنے کو مقابل اس مقام کے پاتا ہوں جس طرح کہ ابھی عرض کیا گیا۔ ختم ہو گیا آپ کا کلام شریف +

اِس کلام قدسی آیات سے مخالفین نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ مطلب لیا ہے کہ آپ اپنے کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رفیع المقام سمجھتے ہیں جس جگہ کہ مقابل مقام حضرت صدیق اکبر کے اور مقام ظاہر ہوا۔ اور اپنے کو حضرت نے اُس انعکاس میں رنگین اور منقش پایا +

جواب

مَیں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض عدم تدبر و تفکر اور اصطلاح صوفیہ سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یافت اور چیز ہے اور وصول اَور ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مستی اور سکر میں اپنے کو پادشاہ پاتا ہے اور وصول بدرجۂ بادشاہی اُس کو میسّر نہیں ہے۔ حضرت قدس سرہٗ نے یہ فرمایا ہے کہ اس مقام کے عکس میں اپنے کو رنگین پایا۔ یہ نہیں فرمایا کہ مَیں اس مقام پر پہنچا۔ آفتاب فلکِ چہارم پر ہے اَور اُس کا عکس زمین پر روشن ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ زمین مقام آفتاب پر پہنچ گئی +

نیز آنجناب قدس سرہٗ نے اسی عرضداشت کی ابتدا میں لکھا کہ اَور خلفا کا یہی مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں عبور واقع ہوا ہے۔ مگر عبور اور مرور اَور ثبات میں بہت کچھ تفاوت ہے۔ آپؒ کا یہ کلام امراض قلبیہ کے لئے شفا ہے یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہاں مقام ہے۔ اور دوسرے خلفا کی صرف آمد ورفت ہے +

جب کہ آنجناب قدس سرہٗ کو اس کلام کے باعث جہانگیر بادشاہ کے پاس لیگئے بادشاہ نے آپ سے پوچھا کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپؒ نے لکھا ہے کہ میرا مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بلند تر ہے۔ آپؒ نے بھی جواب دیا اور ایک مثال بھی بیان کی کہ مثلاً آپ کسی ایک ادنےٰ آدمی کو خدمت کیلئے بلائیں اور اُس سے ازراہ نوازش اسرار کی باتیں کریں تو وہ لامحالہ پنج ہزاری اُمرا کے مقام کو طے کر کے بیشی تک پہنچیگا۔ اور پھر اپنے مقام پر واپس جاکر کھڑا ہو جائیگا۔ اس سے یہ لازم

نہیں آتا کہ اُس کا مرتبہ امراء پنج ہزاری سے زیادہ ہو جائے۔ اس جواب کو سُنکر بادشاہ کا عتاب دُور ہو گیا ✦

اسی اثنا میں ایک شخص نے جو خدا شناسی سے دور تھا بادشاہ سے کہا کہ اس شیخ کا حال دیکھئے کہ آپ ظل اللہ اور خلیفۃ اللہ ہیں۔ آپ کو سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ معمولی تواضع بھی بجا نہ لایا۔ بادشاہ اس کلام کے سُننے سے غصہ ہوا۔ اور گوالیار میں حضرتؒ کو قید کرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ سے پہلے شاہزادہ دین پناہ شاہجہان کو آنجناب سے خلوص کامل رکھتا تھا۔ علماء فہامی افضل خاں اور خواجہ عبد الرحمن مفتی کو کتب فقہ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بھیج چکا تھا کہ سجدہ تحیت سلاطین کے لئے آیا ہے اگر آپ سجدہ کر لیں تو کوئی گزند بادشاہ سے آپ کو نہ پہنچیگا۔ میں ضامن اور ذمّہ وار ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ضعیف حکم رخصت ہے۔ اور مسئلہ قوی عزیمت یہ ہے۔ کہ غیر حق کو کبھی سجدہ نہ کریں ✦

اس کا یہ بھی ایک جواب ہے کہ آنجناب قدس سرہٗ نے اسی عرضداشت میں لکھا تھا کہ فقیر اپنے آپ کو کافر فرنگ اور ملحد زندیق کو بدرجہا بہتر جانتا ہے اور سب میں بدتر اپنے آپ کو سمجھتا ہے۔ انتہیٰ ✦

پس جب کہ آپ کی دید قصور اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ تو پھر یہ گمان بد کرنا کہ آپ اپنے کو حضرت صدیق اکبرؓ سے کہ بعد انبیا علیہم السلام کے افضل بنی آدم ہیں، افضل جانتے ہیں عقل و فراست سے دور ہے ✦

نیز آنجناب قدس سرہٗ نے ایک مکتوب موسومہ شیخ حمید بنگالی میں لکھا ہے کہ صوفیہ کی ایک غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے کو دوسروں سے جن کی افضلیت بالاجماع ثابت ہے بالا پاتا ہے حالانکہ یقیناً مقام اس سالک کا اُن بزرگواروں کے مقامات سے ادنےٰ ہے بلکہ یہ اشتباہ بہ نسبت مقامات انبیاؑ کے بھی جو کہ قطعاً بہترین خلق ہیں علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات واقع ہوتا ہے عیاذاً باللہ من ذلک ✦

اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک نبی اور ولی کا عروج اُن اسما تک ہے کہ اُن کے مبادی تعینات وجودی ہیں۔ اس عروج اسمی کے ولایت متحقق ہوتی ہے

دوسرا عروج اسما میں ہوتا ہے اور یہاں سے آگے کو جہاں تک کہ اللہ تعالےٰ چاہے۔ مگر باوجود اس عروج کے ہر ایک کی منزل اور مبادی وہی اسم ہے جو اُن کا مبدا تعیّن وجودی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کو تلاش کرنے والا اُن کو انہی مقامات عروج میں پاتا ہے کیونکہ مکانِ طبعی اُن بزرگواروں کے مراتبِ عروج میں وہی اسماء ہیں۔ اور اِن سے عروج ونزول بوجہ عروضِ عوارض ہوتا ہے۔ سالک بلند فطرت کی سیر جب اسما سے بلند تر ہوتی ہے تو اُن اسماءِ عروجی سے بھی آگے چلا جاتا ہے۔ اس لئے توہمِ افضلیت پیدا کرتا ہے۔ عیاذاً باللہ سبحانہٗ پس یہ توہم اس کے یقین سابق کو بدل دیتا ہے۔ اور افضلیت انبیا علیہم الصلوٰت والتسلیمات اور اَلوہیت اولیا قدس اللہ اسرارہم ہیں کہ اجماعی چیز ہے۔ شبہات پیدا کرتا ہے۔ یہ مقام سالکوں کا لغزش گاہ ہے۔ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ اکابر نے اسمائے سے عروج بے نہایت فرمایا ہے۔ اور فوقِ فوق میں چلے گئے ہیں۔ اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ اسماء اُن کے امکنۂ طبعیہ ہیں اور اس سالک کا بھی وہاں ہی مکانِ طبعی ہے مگر اُن اسماء سے بہت نیچے ہے۔ کیونکہ افضلیت ہر شخص کو باعتبار افدیت اس اسم کے ہے جو اُس کا مبداءِ تعین ہوگیا ہے۔ اسی طرح مشائخ کا یہ قول کہ کبھی عارف مقاماتِ عروج میں برزخیتِ کبرےٰ کو حائل نہیں پاتا اور بے واسطہ اُس کے ترقی کرتا ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ بی بی رابعہ بصری بھی اسی جماعت سے ہیں یہ جماعت عروج کے وقت اُس اسم سے جو مبداءِ تعین برزخ کبرےٰ ہے بالا چلی گئی ہے اس لئے توہم کرتی ہے کہ برزخیت کبرےٰ حائل نہیں رہی ہے برزخ کبریٰ سے مراد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حقیقت اِس کی بھی یہی ہے جو بیان کی گئی ہے۔

اس غلطی کی دوسری وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ جب سالک کی سیر اس اسم میں ہوئی جو اُس کا مبداءِ تعین ہے اور وہ اسم جامع ہے۔ جمیع کمالات سے اجمالی حیثیت سے کیونکہ اُن کی جامعیت بواسطۂ جامعیت اُن اسما کے ہے اس لئے اِس ضمن میں اُن اسما میں بھی کہ اور مشائخین کے مبادی تعینات ہیں۔ سیر ہوگی۔

اور سالک ہر ایک اسم سے گذر کر اس اسم کے انتہا تک پہنچیگا۔ اور اپنی فوقیت کا توہم کریگا۔ حالانکہ جو کچھ مقامات مشائخ اُس نے دیکھے ہیں وہ اُن کے مقامات کا خلاصہ ہیں۔ نہ حقیقت اُن کے مقامات کی اور چونکہ اس مقام میں اپنے کو جامع پاتا ہے۔ اور دوسروں کو اپنے اجزاء پا رہا ہے۔ اس لئے اپنی اولویت کا وہم کرتا ہے۔ اس مقام میں شیخ بسطام قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میرا لواءِ لواءِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔ غلبہ سکر کی وجہ سے یہ نہیں جانتے ہیں کہ شیخ کے لوا کی رفعت لواءِ محمدی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ نہیں ہو سکتی ہے۔ بلکہ ایک نمونہ لواءِ محمدی سے ہے جو حقیقت اسم شیخ کے ضمن میں مشہور ہوئی ہے۔

علےٰ ہذا شیخ کا یہ قول جو انہوں نے اپنی قلب کی وسعت کے بارہ میں کہا ہے کہ اگر عرش و مافیہا کو گوشہ قلب عارف میں رکھ دیا جائے تو کچھ بھی محسوس نہ ہوگا یہاں بھی انموذج کا حقیقت سے اشتباہ ہے ورنہ عرش کہ حضرت حق سبحانہٗ اُس کو عظیم فرماتا ہے قلب عارف کی اُس کے مقابلہ میں کچھ وسعت و حقیقت نہیں ہے جس قدر ظہور حق سبحانہٗ کا عرش میں ہے اس کا عشر عشیر بھی قلب میں نہیں ہے اگرچہ قلب عارف کیوں نہ ہو۔ رویت اخروی ظہور عرش میں متحقق ہوگی۔ اِس کی توضیح ہم ایک مثال سے کرتے ہیں۔ کہ انسان چونکہ جامع عناصر و افلاک ہے۔ پس جب اپنی جامعیت پر نظر ڈالے گا تو عناصر اور افلاک کو اپنے اجزا گمان کرے گا۔ اور جب یہ دید غالب آئے تو دُور نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں کرۂ زمین سے برتر ہوں اور افلاک سے عظیم تر۔ مگر عقلا سمجھ لیں گے کہ اُس کی عظمت و کلانی اس کے اجزا کی وجہ سے ہے۔ اور کرۂ زمین و افلاک درحقیقت اُس کے اجزا نہیں ہیں۔ مگر صرف اُن کے انموذجات اُس کے اجزا بنائے گئے ہیں۔ اور اس کی کلانی اس کے اجزاء ارضی و فلکی سے ہے نہ حقیقت کرۂ ارضی و سماوی سے۔

اسی مسئلہ اشتباہ انموذج شے بحقیقت شے کی وجہ سے صاحب فتوحات مکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ جمع محمدی جمع الٰہی سے زیادہ جامع ہے کیونکہ جمع محمدی شامل ہے حقائق کونی و الٰہی دونو کو اس لئے اجمع ہوگی۔ صاحب فتوحات رضؓ نے اس کا خیال نہیں کیا کہ جمع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمولیت ظلال مرتبہ الوہیت کے ایک

ظل اور اُس کے انموذجات کے ایک انموذج پر ہے۔ نہ اُس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر بلکہ اُس مرتبہ مقدسہ کی بہ نسبت کہ عظمت و کبریائی اس کے لوازم سے ہے۔ جمع محمدی کی کچھ مقدار نہیں ہے۔ جیسے کہ مَالِلتُّرَابِ وَ رَبِّ الْاَرْبَابِ تراب اور رب الارباب کا کیا مقابلہ ؛

اِسی طرح سالک جب اپنے اسم مربی میں سیر کرتا ہے تو گمان کرتا ہے۔ کہ بعض اکابر جو کہ اس سے یقیناً افضل ہیں۔ اِس کے توسط سے بعض درجات فوق کو پہنچے ہیں۔ اور اُسی کے توسل سے اُنہوں نے ترقی کی ہے۔ یہ مقام بھی سالکوں کی لغزش گاہ ہے ؛

پناہ بخدا! اگر اس گمان سے اپنے کو افضل جانے گا تو ضلالت ابدی میں پھنس جائیگا۔ ایک بادشاہ عظیم الشان اپنی سلطنت کے ایک زمیندار کے علاقہ میں جائے۔ اور اُس کے توسط سے بعض مقامات میں پہنچے۔ اور بعض مقامات فتح کرے۔ مگر زمیندار کو بادشاہ پر فضیلت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ غایت مافی الباب یہ ہے۔ کہ احتمال فضل جزئی پیدا ہو گا۔ جو خارج از بحث ہے۔ کیونکہ ہر حجام اور جولاہ بعض اپنے وجوہ خاص سے عالم ذو فنون اور حکیم بوقلمون پر فضیلت رکھتا ہے۔ مگر یہ اعتبار سے خارج ہے۔ اعتبار فضل کلی کا ہے جو حکیم و عالم کو حاصل ہے ؛

اِس فقیر کو بھی ایسے شبہات اور خیالات کثرت سے پیدا ہوئے تھے اور ایک زمانہ تک یہ حالت قایم رہی مگر حفظِ خداوندی جل شانہٗ شاملِ حال رہا کہ یقین میں سرِ مو فرق نہ آیا۔ اور اعتقادِ اجماعی میں فتور پیدا نہ ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَآئِہٖ اللہ تعالےٰ کا اس نعمت اور اس کی تمام نعمتوں کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے۔ اگر کبھی کچھ خلاف اجماع ظاہر ہوا تو اُس پر فقیر نے کچھ اعتبار نہ کیا۔ اور محامل نیک پر اس کو محمول کیا۔ اجمالاً اتنا جانتا تھا کہ بر تقدیر صحت کشف یہ زیادتی راجع بفضلِ جزئی ہو گی۔ اگرچہ یہ وسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ مدارِ فضل قربِ الٰہی جل شانہٗ پر ہے۔ اور یہ زیادتی قرب میں ہو رہی ہے۔ پس یہ فضل جزئی کیوں ہے۔ مگر یقین سابق کے مقابلہ میں یہ شبہ دور ہو جاتا تھا اور توبہ و استغفار اور انابت سے التجا کرتا تھا۔ اور گریہ و زاری سے دعا کرتا تھا۔ کہ

ایسے انکشافات ظاہر نہ ہوں۔ اور خلاف اعتقادات اہل سنت والجماعت سر مو انکشاف نہ ہو +

ایک روز اس خوف نے غلبہ کیا کہ مبادا اِن انکشافات پر مواخذہ کیا جائے اور اِن وہمیات پر سوال کیا جائے۔ اس خوف نے بیقرار اور بے آرام کر دیا۔ اور التجا و تضرع بارگاہ اقدس خداوندی جل سلطانہٗ میں اور زیادہ کی۔ اور ایک مدت تک یہی حالت قائم رہی۔ اس زمانہ میں ایک بزرگ کے مزار پر گذر ہُوا اور اس معاملہ میں اُن کو مَیں نے اپنا معین بنایا۔ عنایت خداوندی جل سلطانہٗ نے دستگیری کی اور حقیقت معاملہ کو کما حقہٗ ظاہر فرمایا۔ روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلےٰ آلہ الصّلوٰت والتسلیمات نے کہ رحمت عالمیان ہے شرف حضور عطا کیا۔ اور تسلی خاطر حزین کو بخشی اور فرمایا کہ قرب الٰہی باعث فضل کلّی ہے۔ مگر یہ قرب جو تجھے حاصل ہُوا ہے وہ ظلال مرتبۂ الوہیت کا ایک ظل ہے اور مخصوص اُس اسم سے ہے جو تمہارا رب ہے۔ پس موجب فضل کلی کا نہ ہوگا۔ آنحضرت ؐ نے اس مقام کی صورت مثالیہ اس طرح ظاہر فرمائی کہ کچھ شک باقی نہ رہا۔ اور محل اُس کا بالکلیہ زائل ہو گیا +

اِس فقیر نے وہ علوم جو محل اشتباہ ہیں اور تاویل اور توجہ کی گنجائش رکھتے ہیں اپنے کتب و رسائل میں لکھے تھے۔ اور وہ منتشر ہو چکے ہیں۔ خیال تھا کہ اُن علوم کے منشاء اغلاط کو جو محض فضل خداوندی جل سلطانہٗ سے روشن ہوئے ہیں۔ فقیر تحریر کر دے اور اشتہار دیدے کہ گناہ مشتہرہ کے لئے اشتہار توبہ درکار ہے۔ تاکہ لوگ اُن علوم سے خلاف شریعت امور نہ سمجھ لیں۔ اور خود تقلید میں نہ گریں۔ اور اُن کو تعصب و تکلف سے گمراہ نہ کریں۔ کہ اس راہ غیب الغیب میں بہت سے پھول کھلتے ہیں ایک جماعت کو ہدایت کی طرف لیجاتے ہیں۔ اور دوسری جماعت کو گمراہی کی رہنمائی کرتے ہیں۔ آپ کا کلام ختم ہو گیا +

نیز آنجناب قدس سرہٗ نے انہیں اعتراضات کے دفعیہ کے لئے لکھا ہے۔ اور سالک کے اُن اسمائے سے عروج کے معاملہ کو جو اس کے مبادی تعینات ہیں۔ ایک مثال میں واضح فرمایا ہے اور وہ یہ ہے :-

اہل معقول نے کہا ہے کہ دُھواں مرکب ہے اجزاء ارضی اور ناری سے

پس جب دھواں صعود کرتا ہے تو اجزاءِ ارضی صحبت سے اجزاءِ ناری کے اوپر کو چلے جاتے ہیں۔ اور قسرِ قاسر کی وجہ سے عروج کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اگر دھواں قوی ہو تو اس کا عروج کرۂ نار تک ہوتا ہے۔ اور اس صعود میں اجزاءِ ارضی مقامات اجزاءِ آبی اور اجزاءِ ہوائی تیں کو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں پہنچینگے۔ اور وہاں سے عروج کرکے آگے چلے جائینگے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ رتبۂ اجزاءِ ارضی بلند تر ہے مرتبۂ اجزاءِ آبی اور اجزاءِ ہوائی سے۔ کیونکہ یہ تفوق باعتبار قسرِ قاسر کے ہے نہ باعتبار ذات کے اور کرۂ نار پر وصول کے بعد جب یہ اجزاءِ ارضی نزول کرینگے اور اپنے مرکز طبعی پر پہنچینگے تو ضرور اُن کا مقام آب و ہوا کے مقامات سے نیچے ہوگا۔ پس صورت مابہ البحث میں بھی عروج اس سالک کا مقامات سے باعتبار قسر کے ہے اور وہ افراطِ حرارت محبت اور فوقِ جذبِ عشق ہے۔ ورنہ ذاتی طور پر اس کا مقام مقامات سے نیچے ہے ؛

جواب مذکورۂ بالا مناسبِ حال منتہی ہے لیکن اگر ابتدا ہی میں یہ توہم پیدا ہو اور اپنے کو مقاماتِ اکابر میں آئے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مقام کا ابتدا اور توسط میں ظلّ اور مثال ہوتا ہے۔ اور مبتدی متوسط جب اُن ظلال پر پہنچتے ہیں۔ تو خیال کرتے ہیں کہ اکابر اولیا کے ساتھ مقامات میں اُنہوں نے شرکت پیدا کرلی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ یہ اشتباہ ظلِ شے کا ہے نفسِ شے کے ساتھ ؛

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ وَجَنِّبْنَا عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْمَلَاهِيْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا۔ انتہٰی۔ خدایا! دکھا تو ہم کو اشیا کے حقائق جس طرح کہ وہ ہیں اور بچا ہم کو ممنوعات میں مشغولیت سے بطفیل سردارِ اولین و آخرین کے اُن پر اور اُن کی آل اور اصحاب پر درود اور سلام اتم و اکمل نازل ہو۔ انتہٰی ؛

مَیں یہ بھی کہتا ہوں کہ اسلام میں یہ کچھ پہلا ہی شیشہ نہیں ہے۔ جو توڑا گیا ہے۔ بلکہ زمانۂ قدیم سے کلمات متشابہات آتے ہیں۔ کلام اللہ میں بھی الفاظِ ید اور ساق اور استوی نے ایک جماعت کو مجسمہ بنایا ؛

اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اور میں نے اپنے رب کو نوجوان لڑکے کی صورت میں مدینہ کے بازاروں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے ؛

مشائخ میں شیخ بایزید علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ میرا لوا لواء محمد سے زیادہ بلند ہے

کما مر بتفصیلہ +

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خاتم نبوت چاندی کی اینٹ ہے۔ اور خاتم الولایت سونے کی۔ یہ بھی کہا ہے کہ خاتم النبوۃ خاتم الولایت سے معارف اور علوم اخذ کرتے ہیں +

نیز حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ منصور حلاج رحمہ اور شیخ بایزید بسطامیؒ اور شیخ جنیدؒ کے مقامات میں سیر کی۔ جہاں تک وہ لوگ گئے تھے میں بھی گیا۔ اور ایک بارگاہ کے پاس گیا کہ اس سے زیادہ معظم اور کوئی بارگاہ نہ تھی کہا گیا کہ یہ بارگاہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ پس میں نے گستاخی نہ کی اور سر نیاز آستانۂ عرش نشان آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر رکھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حال پر کرم فرمایا اور مجھ کو اس مقام میں داخل فرما لیا +

ظاہر ہے کہ جو شخص مقام محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچیگا تو اس کا گذر تمام انبیاؑ وخلفاؓ کے مقامات پر ہوگا۔ پس جو تاویل یہاں کی جائیگی وہی تاویل مابہ البحث میں بھی ہوگی +

شیخ عطار علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ انبیا اور خلفا کے لئے جس طرح عالم شہادت میں اماکن خاصہ ہیں۔ اور مسافرین و زائرین ان کی زیارت کرتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح عالم غیب میں بھی ان کے مقامات ہیں۔ کہ سالکان طریقت فتح کار اور طلب نعمت احوال کے لئے انبیاء و اولیاء کرام کے اول مقامات پر جاتے ہیں اور ان کے آستانہ عرش نشان پر روئے نیاز رکھ کر کشائش کار کا سوال کرتے ہیں بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا فتح باب نہیں ہوتا۔ پس بارگاہ علیہ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جاتے ہیں۔ اور وہاں سے فیض اٹھاتے ہیں +

شبہ دوم

کہا جاتا ہے کہ آنجناب مسئلہ وحدت الوجود سے جو متاخرین صوفیہ کا مسئلہ متفق علیہ ہے منکر ہیں +

جواب

آنجناب قدس سرہٗ نے اس بارہ میں جو کچھ فرمایا ہے اور آپ کے کلام سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ وحدت وجود سالکانِ طریقت کو اثنار راہ میں منکشف ہوتا ہے مگر اس کو کمال الکمال نہیں جانتے ہیں کہ اُس کے اوپر ترقی نہ ہو۔ چنانچہ تحریر فرمایا ہے کہ حال وحدت وجود اچھا ہے مگر بشرطِ عبور۔ آنجناب قدس سرہٗ کو ابتدا میں یہ حال پیدا ہوا تھا چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

جو کچھ مسئلہ وحدت وجود اور اُس کے متعلقات کے بارہ میں کہا جاتا ہے ابتدائِ حال میں فقیر کو اُس سے مشرف کیا گیا۔ اور شہود احدت کثرت میں حاصل ہوا پھر اس مقام سے مراتب بالا پرے گئے۔ اور مختلف علوم کا اس ضمن میں افادہ فرمایا گیا۔ مگر مصداق ان مقامات اور عوارف کا کلام قوم سے صراحۃً پایا نہیں جاتا ہے۔ صرف اشارات اور رموزِ اجمالی بعض بزرگوں کے کلام شریف میں ہیں۔ لیکن گواہ عادل اُن کی صحت پر موافقت شریعت اور اجماع اہل سنت ہے۔ مخالف جزئی بھی شریعت غرا کے ساتھ نہیں رکھتے اور نہ کسی طرح کی موافقت بلکہ علمار اسلام کی جماعت کہ مخالفت اصل سنت کے ساتھ رکھتی ہے۔ ان کے اصول کے ساتھ بھی موافقت نہیں ہے۔

نیز آنجناب قدس سرہٗ نے ایک شیخ صوفی کو لکھا کہ آپ کی مجلس میں کسی درویش نے اس فقیر کے متعلق یہ بیان کیا کہ فقیر مسئلۂ وحدت الوجود کا منکر ہے۔

میرے مخدوم! فقیر کا یہ مشرب طفولیت سے ارباب توحید کا تھا۔ اور فقیر کے والد بھی اسی مشرب پر تھے۔ اور ہمیشہ اسی طریق کی مشغولیت میں رہے۔ باوجود نگرانی تمام بجانب فوق اور مرتبۂ بے کیفی کے اور بحکم ابن الفقیہ نصف الفقیہ فقیر نے اس مشرب سے حظِّ وافر اور التذاذ تمام اُٹھایا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے محض اپنے کرم سے خدمت ارشاد پناہی حقائق و معارف آگاہی موئد الدین الرضی شیخنا و امامنا و مولنا و قبلتنا الشیخ محمد الباقی قدس اللہ سبحانہٗ بسرہ الاقدس میں پہنچایا۔ حضرت رحؒ نے فقیر کو طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعلیم دی۔ اور توجہاتِ بلیغ اس فقیر کے حال پر فرمائیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں توحید وجودی منکشف ہو گئی۔ اور اس میں غلو پیدا ہوا اور اس مقام کے

علوم و معارف کثیر ظاہر ہو گئے۔ کوئی دقیقہ اس مقام کے دقائق سے ایسا نہ ہوگا۔ جو منکشف ہونے سے رہ گیا ہوگا۔ دقائق و معارف شیخ محی الدین ابن عربی رح کما حقہ روشن کئے گئے۔ تجلی ذاتی جس کو صاحب فصوص رح نے بیان کیا ہے اور عروج کی انتہا اس تجلی تک لکھی ہے۔ اور اُس کے بارہ میں فرمایا ہے کہ اس تجلی کے بعد عدم محض ہے۔ اُس تجلی ذاتی سے بھی فقیر کو مشرف کیا گیا۔ اس تجلی کے علوم و معارف بھی کہ شیخ ان کو مخصوص بخاتم الاولیا جانتے ہیں۔ تفصیل کے ساتھ معلوم ہوئے اور سکر وقت و غلبہ حال اس توحید میں اس درجہ پہنچا کہ فقیر نے بعض عرائض میں جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت مبارک میں بھیجے تھے۔ یہ رباعی جو بالکل سکر یہ ہے لکھی تھی ؎

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است ملت ما کافری و ملت ترسائی است

کفر و ایماں زلف و روئے آں پری زیبائی است کفر و ایماں ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

یہ حال مدتوں مہینوں برسوں قائم رہا۔ پھر عنایت بے غایت حضرت حق سبحانہٗ جل سلطانہٗ دریچہ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور پردہ رُوپوش بے چونی و بے چگونگی کو اُلٹ دیا۔ علوم سابق کہ مبنی بر اتحاد اور وحدت وجود تھے۔ زائل ہونے لگے۔ اور احاطہ و سریان اور قرب و معیت ذاتیہ کہ اس مقام میں منکشف ہوئی تھی روپوش ہو گئی۔ اور یقین ہوا کہ صانع حقیقی جل سلطانہٗ کو عالم کے ساتھ اُن امور سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے اُس کا احاطہ و قرب کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ خدا خدا ہے اور عالم عالم۔ وہ پاک ذات بے چون و بے چگون ہے اور عالم سرتاپا داغ چونی و چگونگی سے آلودہ ہے۔ بیچون کو عین چون اور واجب کو عین ممکن نہیں کہا جا سکتا ہے۔ قدیم کبھی حادث نہیں ہو سکتا اور ممتنع العدم جائز العدم نہیں ہو سکتا۔ انقلاب حقائق شرعاً و عقلاً محال ہے۔ ایک کو دوسرے پر حمل کرنا بالکلیہ ممتنع ہے۔ اصلاً اور راساً تعجب ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ان کے تابعین ذات واجب تعالےٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں۔ اور یہ کہ ذات کے متعلق کوئی حکم ہی نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

تذنیبل۔ ارباب بصیرت پر واضح ہو کہ آنجناب قدسنا اللہ بسرہ الاقدس اثبات اعلائے درجات وحدت الوجود کرتے ہیں۔ غایت مافی الباب یہ ہے کہ آپ کا اختلاف اس مشرب کے صوفیہ کے ساتھ صرف اسی قدر ہے کہ وہ لوگ

اشیا کو مظاہر اسماء الٰہی جانتے ہیں۔ اور مظہر کو عین ظاہر وہ اس وجہ سے خلق و حق عبد و رب کی غیریت کے قائل ہو گئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ وجودِ مطلق ہے اور اشیا کے وجودات مقید ہیں۔ اور قید صرف وہمی ہے اس لئے قائل بہ غیریت ہیں ۔

آنجناب قدس اللہ اسرارہٗ فرماتے ہیں کہ حقائق اشیا عدمات ہیں کہ کمالات کا آئینہ اور حضرت وجود کے مظاہر ہیں۔ اتحاد عدم کا وجود کے ساتھ محال ہے اور ظہور وجود کا آئینہ عدم میں ممتنع۔ اس لئے آپ خلق اور حق کی غیریت کے قائل نہیں ہوئے ہیں۔ آپ کنہِ شریعت و حقیقت تک پہنچے ہیں۔ حقیقت میں بڑا مرتبہ توحید کا اور سرورِ انبیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی ہی ہے۔ بیت

بے خبرے چند زخود بے خبر　　عیب پسندند برسمِ ہنر

کس درجہ تو بے خبر ہے خود اپنی تجھ کو خبر نہیں ہے۔ عیب کو ہنر سمجھ کر پسند کر رہا ہے۔

اس کی تفصیل آنجناب کے مکتوبات سے ظاہر ہوتی ہے۔

شبہ سوم

آنجناب قدس اللہ سرہ الاقدس نے رسالہ مبدا و معاد میں تحریر فرمایا ہے کہ صورتِ کعبہ جس طرح مسجودِ صورتِ محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اسی طرح حقیقت کعبہ بھی مسجودِ حقیقتِ محمدیؐ ہے۔ اس ارشاد سے حقیقتِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پر حقیقت کعبہ کی افضلیت لازم آتی ہے اور یہ امر ثابت شدہ ہے کہ مقصودِ خلقت کی آفرینش سے حضور آپ ہی ہیں۔

چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک ولولاک لما اظہرت الربوبیۃ کما ورد اے میرے حبیب اگر آپ نہ ہوتے تو ہم آسمانوں کو پیدا نہ کرتے اور نہ ہماری ربوبیت ظاہر ہوتی۔

جواب

آنجناب قدس سرہٗ اسی شبہ کے دفعیہ کے لئے لکھا ہے کہ حقیقت کعبہ سنگ و کلوخ سے مراد نہیں ہے کیونکہ اگر سنگ و کلوخ بھی نہ ہوں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مسجود

خلق رہیگا بلکہ صورت کعبہ اگرچہ عالم خلق سے مانند خلائق اشیاکے ہے مگر وہ ایک امر باطنی ہے کہ احاطۂ حس و خیال سے باہر ہے۔ وہ عالم محسوسات سے ہے۔ مگر محسوس نہیں ہے وہ تمام اشیا کا متوجہ الیہ ہے۔ مگر توجہ میں نہیں ہے۔ وہ ایک ہستی ہے کہ لباس نیستی میں پوشیدہ ہے۔ اور ایک نیستی ہے کہ کسوۂ ہستی میں ظاہر ہوئی ہے وہ جہت میں بے جہت اور سمت میں بے سمت ہے۔ الحاصل یہ صورت حقیقت منقش ایک اعجوبہ ہے۔ کہ عقل اس کی تشخیص میں عاجز ہے۔ اور عقلا اُس کے سمجھنے میں حیران گویا وہ ایک نمونہ ہے عالم بے چونی کا اور نشان ہے بے نمونی کا۔ اگر ایسا نہ ہو تو شایانِ مسجودیت نہ ہو سکتا اور بہترین موجودات علیہ و علے اٰلہ الصلوٰۃ والتسلیمات بشوق آرزو اُس کو اپنا قبلہ نہ بناتے۔ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ اس کی شان میں نص قاطع ہے۔ اور وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا سے قرآن خود اُس کا مداح ہے۔ وہ بیت اللہ ہے کہ نسبتِ خاصہ صاحب بیت جل شانہٗ سے اُس کو حاصل ہے۔ اور اتصال اور نسبت مجہول الکیفیت بے چونی و بے چگونی کی اُس کے ساتھ ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وہ عالم مجاز میں قطرۂ حقیقت ہے۔ ارباب ذوق کے لئے اگرچہ نشستگاہیں بہت ہیں۔ اور مجالس خلوت بے شمار مگر وہ ایسا گھر ہے کہ مزاحمتِ اغیار سے پاک ہے۔ اور آرام گاہِ خاص جانانہ اگرچہ بحکم حدیث قدسی وَلٰكِنْ يَسَعُنِيْ قَلْبُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ میری سمائی صرف بندہ مومن کے دل میں ہے، دل میں گنجائش ظہور بے چونی پیدا کر لیتا ہے لیکن نسبت بیت کے ساتھ کہ مبنی بر بیتوتیت ہے کہاں سے پیدا کریگا۔ اور خلوت از اغیار کہ لوازم بیت سی ہے۔ کہاں سے لائیگا۔ چونکہ غیر و غیریت کو اس مقام میں دخل نہیں ہے اس لئے مسجود گاہ خلائق ہوا کہ غیر کے لئے سجدہ نہیں ہے اور غیریت منافی مسجودیت ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سجدہ قبول نہ فرمایا۔ اور بیت اللہ کی طرف شوق و رغبت سے سجدہ ادا کیا۔ اِسی سے فرق کا اندازہ کرلو۔ کہ ساجد اور مسجود میں کتنا بڑا فرق ہے۔

اے برادر! جب کہ تم نے صورتِ کعبہ کا ایک شمہ معلوم کرلیا۔ تو اب کچھ حقیقت کعبہ معظمہ کا بیان بھی سُن لو:-

حقیقت کعبہ عبارت ہے ذات بے چون واجب الوجود سے کہ ظہور ظلیت کی گرد تک بھی اس کو نہیں لگی ہے وہ مسجودیت و معبودیت کے لائق ہے اگر اس حقیقت کو

مسجودِ حقیقتِ محمدیہ کہا جائے۔ تو کیا نقصان لازم آیا۔ اور اُس کی فضیلت سے کیا فتور پیدا ہؤا۔ اس میں شک نہیں کہ حقیقتِ محمدی تمام افرادِ عالم کے حقائق سے افضل ہے مگر حقیقت کعبہ اس عالم سے نہیں ہے تاکہ اس کی طرف یہ نسبت کی جاسکے۔ اور اسکی افضلیت میں توقف کیا جائے تعجب ہے کہ تفاوت صدر رتبہ ہر دو صاحب دولت یعنی ساجدیت اور مسجودیت عقلا کو ان کے تفاوت حقائق کی طرف لے گئی کہ مقام اعتراض باقی رہگیا اور لب کشائی باقی رہی۔ اللہ تعالےٰ اُن کو انصاف دے تاکہ بے سمجھے ملامت نہ کریں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔ اے رب ہمارے بخش دے ہمارے گناہوں کو اور ہمارے اسراف کو ہمارے کاموں میں اور ثابت قدمی دے اور مدد کر ہماری کفار کے مقابلہ میں ؂

شمہ چہارم

آنجناب قدس سرہ نے لکھا ہے کہ میں مرید خدائے جل علا کا ہوں۔ اور اس کا مراد بھی ہوں عز شانہٗ میرا سلسلہ ارادت بے توسط ید اللہ کے اللہ تعالےٰ سے متصل ہے اور میرے ہاتھ ید اللہ سبحانہٗ کا قائم مقام ہے۔ میری ارادت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بوسائط کثیرہ متصل ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں اکیس واسطے درمیان میں ہیں اور طریقہ قادریہ میں پچیس واسطے ہیں۔ اور طریقہ چشتیہ میں ستائیس ہیں۔ میری ارادت اللہ تعالےٰ سے وسائط قبول نہیں کرتی ہے۔ پس میں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مرید بھی ہوں اور پس خوردہ کھانے والا بھی۔ اور پیچھے پیچھے آپ کے چلنے والا اس خوانِ دولت پر اگرچہ طفیلی ہوں۔ مگر بغیر بلائے کے نہیں آیا ہوں۔ اور اگرچہ تابع ہوں مگر اصالت سے بے بہرہ نہیں ہوں۔ اگرچہ امتی ہوں مگر شریکِ دولت ہوں اور مشرک نہیں ہوں کہ اُس سے دعوے شرک ہوتا ہے اور وہ کفر ہے بلکہ اس خادم کی شرکت مخدوم کے ساتھ ہے۔ جب تک کہ مجھ کو بلایا نہیں گیا اس خوانِ دولت پر حاضر نہ ہؤا۔ اور جب تک کہا نہیں گیا ہاتھ اس دولت پر دراز نہ کیا ؂

طریقہ نقشبندیہ میں میرے پیر عبدالباقی قدس سرہٗ ہیں۔ مگر متکفل میری بیعت کا

اللہ الباقی ہے۔ میں نے فضل سے تربیت پائی ہے۔ اور پسندیدگی کے راستہ سے گیا ہوں۔ میرا سلسلہ رحمانی ہے کہ میں عبد الرحمن ہوں۔ کیونکہ میرا رب رحمان ہے۔ اور میرا مربیّ ارحم الراحمین ہے۔ میرا طریقہ طریقہ سبحانی ہے کہ راہ تنزیہ سے گیا ہوں۔ اور اسم و صفت سے سوائے ذات اقدس تعالےٰ کے اور کچھ نہیں چاہا۔ یہ سبحانی وہ سبحانی نہیں ہے جس کے حضرت بایزید بسطامی رح قائل ہیں کہ اس کو اس سے مساس نہیں ہے۔ وہ سبحانی دائرہ انفس سے باہر نہ گئی تھی۔ اور یہ ماورار انفس و آفاق ہے وہ تشبیہ ہے کہ لباس تنزیہ پہنے ہوئے ہے۔ اور یہ تنزیہ کہ گرد تشبیہ کی اس کو نہ پہنچی۔ وہ چشمہ سُکر سے پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ عین صحو سے آئی ہے ارحم الراحمین نے میرے حق میں اسباب تربیت کو محض بطور سامان کے بنایا ہے اور حقیقت میں میری تربیت اور تعلیم بجز فضل خدا کسی اور نے نہیں کی۔ میری تربیت میں حق تعالےٰ چونکہ درجہ کرم اور اہتمام برتتا ہے اس لئے اُس کی عزت تقاضا نہیں کرتی کہ اور کسی کے فعل کو میرے حق میں دخل ہو یا میں اُس کے لئے کسی اور کی طرف متوجہ ہوں۔ میں رضائے حق جل شانہٗ ہوں اور اس کے فضل و کرم نامتناہی سے مجتبا۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع	کریموں پر کوئی کام دشوار نہیں ہوتا ہے

بعض مخالفین نے اس مکتوب پر اعتراض کئے۔ اس لئے آنجناب قدس سرہٗ نے دفع اعتراضات کے لئے ایک مکتوب لکھا ہے کہ اعتراض اور جواب اس سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے وہ مکتوب بجنسہٖ درج کیا جاتا ہے:۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اوائل حال میں فقیر کے لئے سیر محبوبیت مقرر فرمائی تھی۔ اور مثنوی کے یہ شعر مطابق حال فقیر جان کر پڑھا کرتے تھے۔ ابیات

عشق معشوقاں نہان است و ستیر	عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر
گرچہ عشق عاشقاں تن زہ کند	لیک معشوقاں خوش و فربہ کند

ترجمہ معشوقوں کا عشق مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور عاشقوں کا عشق بہت شور و شور کا ہوتا ہے۔ گرچہ عشق عاشقوں کے بدن کو دُبلا کرتا ہے لیکن معشوقوں کو خوش اور تر و تازہ

کر دیتا ہے ٭

یہ مرادیت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے مخصوص ہے۔ صاحب عوارف قدس سرہٗ نے مجذوب سالک اور سالک مجذوب میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور راہِ مریدان کو راہِ انابت اور راہ مرادین کو راہ اجتہاد کہا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ کہ اللہ چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس شخص کو جو رجوع کرتا ہے اُس کی طرف ٭

اصل طور پر راہ اجتہاد مخصوص بانبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات ہے۔ اور امتوں کے لئے تمام کمالات کی طرح اُن کی اتباع میں حاصل ہوتا ہے یہ نہیں ہے کہ صرف انبیاء سے مخصوص ہو جائے۔ اور امت اس سے بالکل بے نصیب رہے ٭

مخدوما۔ سالک کے لئے فیضان حق بتوسط حضرت خیر البشر علیہ و علےٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام اسی وقت تک ہے کہ سالک محمدی المشرب ہے۔ اور حقیقت محمدی سے منطبق اور متحد نہیں ہے۔ مگر جب کمالِ متابعت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بلکہ محض فضل سے مقاماتِ عروج میں حقیقتِ سالک حقیقت محمدی سے متحد ہو گئی ہو تو توسط کی کیا ضرورت باقی رہی۔ توسط اور حیلولت تو مغائرت میں ہوتی ہے اور اتحاد میں توسط اور متوسط اور حاجب و محجوب نہیں ہوتے ہیں۔ اتحاد میں معاملہ شرکت کا ہے لیکن چونکہ سالک تابع اور الحاقی اور طفیلی ہے تو یہ شرکت از قبیل خادم با مخدوم ہوئی۔ میرا یہ کہنا کہ حقیقت سالک کو حقیقت آں سرور علیہ و علےٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام سے انطباق و اتحاد پیدا ہو جاتا ہے اِس کی توضیح یہ ہے کہ حقیقت محمدی جامع جمیع حقائق ہے۔ اور اسی کو حقیقت الحقائق کہتے ہیں اور اوروں کے حقائق ایسے ہیں۔ جیسے اُس کے اجزا۔ کیونکہ اگر سالک محمدی المشرب ہے۔ تو اُس کی حقیقت اُس کلی کی ایک جزئی ہے۔ اور اُس پر محمول ہے۔ اور حقیقت غیر محمدی المشرب اُس کل کا جزء تو ضرور ہے۔ مگر اس پر محمول نہیں ہے۔ پس ایسے سالک کو جس کی حقیقت محمدی المشرب نہ ہو اُس کو اگر عروج میں اتحاد پیدا ہو تو اس پیغمبر کی حقیقت کے ساتھ ہو گا جس کے زیر قدم یہ سالک ہے اور وہ اس پر محمول ہو گا۔ اور اس کے کمالات

مناسبہ میں شرکت پیدا کریگا۔ لیکن وہ شرکت خادم کی مخدوم کے ساتھ شرکت کے مماثل ہوگی۔ اور جب اس جزئی کو علاقہ کمال سے بلکہ محض فضل سے ایک محبت خاص اپنی کلی کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور شوق وصول اس کا دامنگیر ہو جاتا ہے۔ اور وہ قید جو کلی کو جزئی میں لائی تھی فضلِ خداوندی جل شانہٗ تدریجاً زائل ہو جاتی ہے۔ تو اُس کو ایک انطباق اور الحاق اپنی کلی سے حاصل ہو جاتا ہے ؛

میرا یہ کہنا کہ محبت خاص پیدا ہوتی ہے۔ اُس کی مثال یہ ہے کہ اِس فقیر کو فضل محض سے یہ محبت پیدا ہوئی تھی۔ اور اُس کے غلبات میں کہتا تھا کہ میری محبت حضرت حق سُبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ اس لئے ہے کہ وہ ربِ محمدؐ ہے اور جب تک ایسی محبت پیدا نہ ہو تو الحاق اور اتحاد متصور نہیں ہو سکتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اس سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور وہ صاحب فضل عظیم ہے ؛

اَب مَیں حقیقت توسط عدم توسط کو بیان کرتا ہوں۔ اچھی طرح سے سنو!

طریق جذبہ میں چونکہ کشش جانب مطلوب سے ہوتی ہے اور عنایت الٰہی طالب حال مطلوب ہوتی ہے۔ اس لئے وسائط کی ضرورت نہیں ہوتی۔ طریق سلوک میں چونکہ رجوع طالب کی جانب سے ہوتا ہے۔ اس لئے وسائط سے چھٹکارہ نہیں ہوتا۔ نفس جذبہ میں اگرچہ وسائط درکار نہیں ہیں۔ مگر جذبہ کی تکمیل بغیر سلوک کے نہیں ہوتی کیونکہ اگر سلوک یعنی عمل بر شریعت توبہ و زہد وغیرہ جذبہ سے مل کر اُس کی تکمیل نہ ہو تو ابتر و ناقص رہیگا۔ ہم نے بہت سے ہندو اور ملحدین کو دیکھا ہے کہ جذبہ رکھتے تھے۔ مگر چونکہ متابعت صاحب شریعت سے آراستہ نہیں ہوئے تھے اس لئے خراب اور ناقص رہے۔ اور سوائے صورتِ جذبہ کے اور کچھ اُنہوں نے حاصل نہ کیا اور طریق جذبہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں صاحب شریعت کی متابعت کے سبب سے کہ اِسی کو سلوک کہا جاتا ہے۔ مطلوب تک پہنچنا میسر ہوتا ہے۔ جو بے واسطہ و بلا وصیلولت کے حاصل ہوتا ہے ؛

کہا گیا ہے لَوْ دُلِّيْتُمْ بِحَبْلٍ لَوَقَعْتُمْ عَلَى اللّٰهِ اگر کھینچے جاؤ تم بارگاہ حق سبحانہٗ میں اور پہنچائے جاؤ ابطن بطون میں تو تم میں اور حق جل و علا میں

کوئی حجاب و توسط نہیں ہیگا ؛

حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ راہ معیت کہ حق جل سلطانہٗ کو بندہ کے ساتھ ہے۔ اگر میسر ہو جاتے تو وہ بلا توسط کسی امر کے ہو گی۔ کہ مناسب معیت کے یہی بات ہے اگر واسطہ ہے بھی تو وہ سلسلۂ ترتیب یعنی سلوک میں ہے۔ اور راہِ معیت سمت جذبہ سے ہے۔ اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ انسان اسی کے ساتھ ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اس کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ محبوب کے ساتھ معیت جب ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔ واسطہ جاتا رہتا ہے۔ تم کلامہ شریف ؛

اس مکتوب میں حضرت نے مسئلۂ عدم توسط و توسط کی شرح تفصیل سے تحریر فرمائی ہے۔ اور دوسری جگہ اسی مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی شخص کو اویسی کہنے میں پیر ظاہر کا انکار نہیں لازم آتا ہے۔ کیونکہ اویسی وہ شخص ہے۔ کہ اس کی تربیت میں ارواح اولیاء اللہ کو دخل ہو ؛

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو باوجود پیر ظاہر کے چونکہ امداد روحانیت حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ سے بھی تھی۔ اس لئے آپ کو اُن کا اویسی کہا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند نے بھی باوجود پیر ظاہر کے روحانیت حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے بہت کچھ امداد پائی تھی۔ اور جو شخص کہ باوجود اویسیت کے اقرار پیر ظاہر کا بھی کرتا ہو۔ اس پر اُس کے پیر کے انکار کا الزام دنیا میں رکھ دینا بڑی ناانصافی کی بات ہے ؛

مراد ترکیب لفظ عبد الباقی سے معنی اضافی ہیں۔ نہ معنی علمی مگر متعدد وجوہ سے معنی کا علمی اشعار بھی اس میں پایا جاتا ہے یعنی میرا پیر اگرچہ بندہٗ باقی ہے مگر متکفل میری تربیت کا اللہ باقی ہے۔ اس میں کونسی تحریف ہوئی اور کیا سوء ادب لازم آیا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کی توفیق دے ؛

ایک بات ہے کہ معنی سبحانی میں جو کہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ سے غلبۂ سکر میں صادر ہوا تھا۔ جو کچھ قصور بیان کیا گیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قصور دائمی اور قرار یافتہ ہو جائے۔ تاکہ دوسرا اس سے افضل قرار پا سکے۔ اکثر معارف ایسے ہوتے ہیں کہ بمقتضائے وقت صادر ہوتے۔ مگر جب عنایت الٰہی جل شانہٗ نے اُن کی نسبت

معلوم ہوا کہ وہ قصور ہے۔ تو اُن کو ترک کر دیا گیا۔ اور اُس سے آگے گزر گئے ✦

معترض نے بھی کہا تھا کہ اگر اربابِ سُکر سے شطحیات لکھیں تو جائز ہے۔ مگر ہوش والوں سے اس کا اظہار نہایت مستبعد ہے ✦

آپ نے جواب میں لکھا کہ جس نے ایسی باتیں کہیں منشا اُس کا سُکر ہے اور بے آمیزش سُکر کے قلم ہاتھ میں نہیں لیا گیا ہے۔ غایت ما فی الباب سُکر کے مراتب ہیں۔ جس قدر سُکر زیادہ ہوگا۔ شطح کا بھی غلبہ ہوگا جس کو بسطامی کا سا سُکر ہو تو بے تحاشا اُس سے یہ بات کہ میرا جھنڈا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے ظہور میں آسکے۔ صحو (ہوش) والے کو اس کا گمان نہیں ہوتا کہ سُکر بھی اُس کے کلام میں شریک ہے اور یہ بڑا قصور ہے۔ کیونکہ صحو خالص (نرا ہوش) تو عوام الناس کا حصہ ہے۔ جس کسی نے صحو کو بہتر کہا ہے اس کی غرض اِس سے صحو کا غلبہ ہے نہ کہ خالص صحو اور اسی طرح سے اگر کسی نے سُکر کو بہتر کہا ہے اُس کی مراد بھی غلبہ سُکر ہے نہ کہ خالص سُکر کہ وہ ایک مصیبت ہے ✦

حضرت جنید قدس سرہٗ کہ فقرا اہل صحو کے سردار ہیں صحو کو سُکر پر ترجیح دیتے ہیں۔ مگر آپ کا کلام اس قدر سُکر آمیز ہے کہ اُس کی کوئی حد نہیں۔ چنانچہ آپ نے (اپنے مرشد حضرت معروف کرخی کے شان میں) ارشاد فرمایا کہ ع

هو العارف والمعروف

وہی عارف ہے اور وُہی معروف

نیز آپ کا یہ ارشاد پانی کا رنگ بعینہ اس کے برتن کا رنگ ہوتا ہے اور یہ ارشاد کہ حادث جبکہ قدیم سے ملتا ہے تو اس میں اثر حدوث باقی نہیں رہتا ✦

اور شیخ الشیوخ شہاب الدین رضی اللہ عنہ صاحب عوارف کہ کامل ترین اربابِ صحو سے اُن کی کتاب میں بھی بہت سے سُکر یہ معارف ہیں جن کی کہاں تک تفصیل بیان کیجائے۔ اس فقیر نے ان کے بعض معارف سکریہ ایک جا جمع بھی کئے ہیں۔ چنانچہ یہ سُکر کی ہی بات ہے کہ اسرار کو ظاہر کرنے کی تجویز کی جائے۔ اور سکریات میں سے ہے کہ کوئی بڑائی اور فخر بیان میں آئے اور اپنے مراتب دوسروں پر ظاہر کئے جائیں اگر صحو خالص ہوتا تو ایسے موقع پر افشائے اسرار کفر تھا۔ اور اپنے کو دوسروں سے

بہتر جاننا شرک ہوگا۔

نحو میں شکر بانند نمک کے ہے کہ مصلح طعام ہے۔ اگر نمک نہ ہو تو کھانا پھیکا ہے۔ بیت

اگر عشق نبودے و غم عشق نبودے
چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنودے

ترجمہ۔ اگر عشق اور غم عشق نہ ہوتا۔ تو ایسے ایسے عمدہ کلام کون کہتا اور کون سنتا۔

فقیر نے جو کچھ علوم و اسرار اس جماعت کے ان دفتروں میں تحریر کئے ہیں اُس کے متعلق بظاہر تمہارا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ حالت صحو خالص میں لکھے گئے ہیں۔ بخدائے لایزال یہ باتیں بلاشکر کے محض حرام اور باتیں بنانے میں شامل ہے وہ باتیں بنانے والے کہ صحو خالص سے موصوف ہیں بہت ہیں۔ پس وہ ایسی باتیں بیان کر کے کیوں مخلوق کے دلوں کو مسخر نہیں کر لیتے۔

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

ترجمہ یہ حافظ کی فریاد کیا یوں ہی فضول ہی ہے نہیں نہیں۔ قصہ عجیب و غریب ہے۔

مخدوما! ایسی باتیں جو افشائے اسرار اور خلاف ظاہر پر مبنی ہوں ہر زمانہ میں مشائخین طریقت قدس اللہ اسرارہم سے ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ اور ان بزرگواروں کی عادت جاریہ ہو گئی ہیں۔ محض فقیر ہی نے اس کی ابتدا اور اختراع نہیں کیا ہے۔ یہ اسلام میں کچھ پہلا ہی شیشہ نہیں ہے جو توڑا گیا ہو۔ پھر یہ شور و غوغا کیوں ہے۔ اگر ایسا لفظ صادر ہو جائے کہ علوم شرعیہ سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ تو اُس کو تھوڑی تاویل سے مطابق شریعت کر لینا چاہئے اور کسی مسلمان کو متہم نہ کرنا چاہئے۔ جب کہ شریعت میں فحش فاحشہ کی اشاعت اور فاسق کو رسوا کرنا حرام آیا ہے۔ تو پھر ادنے اشبہ پر کسی مسلمان کو رسوا کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اور شہر بشہر اس کی تشہیر کیونکر مناسب ہوگی۔ مسلمانی اور مہربانی کا طریق یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی حکم ظاہر علوم شرعیہ کے خلاف میں صادر ہو جائے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا قائل کون ہے۔ اگر قائل ملحد و زندیق ہو تو اُس کا رد کریں اور اس کی اصلاح کی کوشش کریں۔ اور اگر قائل مسلمان ہو اور خدا و رسول پر ایمان رکھتا ہو

تو اُس کے قول کی اصلاح میں کوشش کریں اور صحیح محل اُس کے لئے پیدا کریں یا خود قائل کو اُس کا جواب دینے کے لئے موقع دیں۔ پس اگر قائل اُس کے جواب سے عاجز ہو تو اُس کو نصیحت کریں۔ امر معروف اور نہی منکر نرمی کے ساتھ بہتر ہے کہ قریب اجابت ہوتا ہے۔ مکتوب ختم ہوا۔

یہ مکتوب آپ کے مکتوبات کے جلد سوم کے آخر میں مفصل مذکور ہے۔ مکتوب مطول اور کتاب مختصر ہے اس لئے پورا مکتوب نقل نہیں کیا گیا۔ جو حضرات اس کا مطالعہ کرنا چاہتے ہوں وہ اصل مکتوبات میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس مکتوب کے آخر میں جو کچھ حضرت نے تحریر فرمایا ہے وہ مخالفین کے تمام شبہات واہیہ کے جواب کے لئے کافی ہے۔

واضح ہو کہ مبداء فیاض سے باطن شریف آنجناب پر جو کچھ معارف و اسرار مخصوصہ وارد ہوتے تھے اُن کی چند قسمیں ہیں:۔

ایک قسم ایسی ہے کہ آنجناب قدس سرہ کبھی اُس کو زبان فیض ترجمان پر نہ لائے اور رمز و اشارہ سے بھی کبھی ظاہر نہ کیا مثلاً تاویل مقطعات و متشابہات قرآنی کہ آنجناب پر منکشف ہوئے تھے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ اُن کا اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے خاص طور پر فرمایا دوسرے اشخاص کو اس میں شریک نہیں فرمایا اور نہ وہ قلم سے بیان کئے گئے۔

تیسری قسم کے وہ معارف ہیں جن کو آپ نے اُن مریدوں سے جو محرمان راز و کاملین اصحاب تھے بیان کیا اور اُن کے اظہار کے وقت خلوت خاص ہوتی تھی۔ اور دروازے بند کر لئے جاتے تھے۔ اور اگر اتفاقاً کوئی اور شخص آجاتا تو سکوت اختیار فرماتے۔ اور روئے سخن کو بدل دیتے اور بقیہ اسرار کو اور کسی وقت بیان فرماتے تھے۔ یہ معارف گرامی قدر حتی الامکان تحریر نہیں کئے جاتے تھے۔ مگر جب کہ کوئی محرم راز التماس کرتا تو بلحاظ اجابت سوال ایسے طریقہ سے تحریر فرماتے۔ کہ ہر کوئی شخص اُس کا ادراک کر سکے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ بہ التماس سائل یا بہ نیت افادہ طالبان عموماً و شمولاً تحریر کئے گئے ہیں۔ رسائل و مکاتیب قدس اللہ سرہ وافر البرکت انہی اسرار قسم چہارم پر مشتمل ہیں اور ہر حرفت دل بیماران کیلئے شفا اور مہجوروں کیلئے وصال ہے۔

یہ تمام مکتوبات قدسی آیات و رسائل چالیس ہزار بیت سے زیادہ ہیں دفتر اول تین سو تیرہ مکتوبات پر مطابق اعداد انبیاء مرسلین و تعداد اصحاب بدر مشتمل ہے اور ۱۰۲۵ھ ہجری میں اختتام کو پہنچا۔ اس کی تاریخ تکمیل "درّ المعرفۃ" ہے۔

دفتر دوم ننانوے مکتوب پر مشتمل ہے موافق اعداد اسماء حسنے۔

دفتر سوم ایک سو چودہ مکتوبات پر مطابق اعداد سورۂ قرآنی حاوی ہے۔

نیز آپ کے رسائل مثل مبدا و معاد اور معارف لدنی کہ آپ کے احوال و مقامات خاصہ پر متضمن ہے۔ اور رسالہ مکاشفات غیبیہ اور رسالہ اثبات نبوت اور رسالہ آداب المریدین اور شرح رباعیات حضرت خواجہ اور تعلیقات عوارف اور رسالہ رد شیعہ وغیرہ بھی اسرار قسم چہارم میں سے ہیں۔ بلحاظ مطالب کی باریکیوں اور عباروں کی مشکلوں اور اسرار کی تحقیق اور حالات و اشارات کی تدقیق کے آنجناب قدس سرہ کے علو شان اور رفعت مکان و بلندی مراتب پر کرامت ساطعہ اور آیہ قاطعہ ہیں۔ کشف حقائق الٰہی میں جو کچھ نازکیاں اور باریکیاں آنجناب قدس سرہ نے کی ہیں اکابر علما و مشائخین اُس کے شیفتہ ہیں۔ اور جو کچھ دقائق متعلق بہ حضرات خمس اور توحید وجودی و شہودی اور مشاہدہ و مکاشفہ اور ایقان و ایمان غیب و بیان اطوار سبعہ و ظہور انوار مختلف و تجلیات متکیفہ و غیر متکیفہ و جمع بین التشبیہ و التنزیہ و تنزیہ صرف اور خفا باقی اطلاق و محال تعینات و تجلی برقی و دوامی و معاملہ ورا تجلی سکر و صحو و علوم وراثت و غیر وراثت اور ولایت کی قسموں کی تحقیق یعنی صغرے و کبرے و علیا و مقام نبوت و رسالت و صدیقیت و قربت و تدلی و تدنی و محبت و خلت اور دو رجانب سبعہ متابعت و حد صباحت و ملاحت و جمع درمیان ہر دو اور سیر آفاقی و انفسی اور سیر ماورائے آفاق و نفس میں آنجناب نے بیان فرمائے ہیں وہ عقلمندوں پر ظاہر و ہویدا ہیں۔ صرف یہی علوم و معارف جو تحریر فرمائے گئے باوجود علو مقال و فصاحت و بلاغت مرتبۂ اعجاز میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ابنائے روزگار اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ اور جب خلوت میں زبان الہام ترجمان سے بیان کیا کرتے تھے۔ تو اور ہی حال وارد ہوتا تھا۔ گویا مرقومات قال ہیں اور ملفوظات حال و بیان معرفت ہیں اور یہ تقاضائے نسبت ہے عطائے نعمت ہیں۔ پردہ تقریر

میں ایسا تصرف فرماتے کہ سامعین پر سکر و حضور غالب ہو جاتا تھا اور ایسی لذت اور حال وارد ہوتا جس کا بیان ناممکن ہے۔ اور آپ اپنے تصرف سے جو حال کو ظاہر فرماتے طالبانِ حق جل شانہٗ کو اُس میں متحقق و متصف فرماتے تھے۔ محرمانِ راز جب خلوت گاہ اسرار سے نکلتے تو اپنے کو مست اور متحیر پاتے اور جن حضرات کو آپ اپنے محرمانِ اسرار میں داخل کرتے تھے وہ متمنی رہتے کہ اب کس روز آپ کو معارف و اسرار کے بیان کا موقع ہوگا۔

تحریر و تقریر حقائق میں آنجناب قدس سرہٗ کا طریقہ انیقہ یہ تھا کہ جب تک اُن علوم کے ماخذ سے مطلع نہ ہو جاتے اُس کا تذکرہ ہرگز نہیں فرماتے تھے۔

بعض مخلصین آپ سے حضرت الیاس علیہ السلام کے حالات کے متعلق اکثر سوال کیا کرتے تھے۔ آنجناب ہمیشہ خاموش رہتے۔ ایک مدت کے بعد جب اِن دو تو بزرگوں سے ملاقات ہوگئی۔ تو اُس وقت سائلین کو اُن کے جوابات تحریر فرمائے۔

اسی طرح بعض احباب حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اُلفت کی وجہ دریافت کیا کرتے تھے۔ آپ نے سوائے خاموشی کے اور کچھ جواب نہ دیا اور معلومات کی بنا پر اُس کا حل نہ فرمایا۔ مگر جب آنجناب قدس سرہٗ پر یہ تمام حالات منکشف کئے گئے۔ تو اُس وقت بیان فرمایا اور سائل کے پاس تمام اسرار مرقوم کر کے ارسال فرمائے۔

بعض محرمانِ حضور نے بقیہ قصۂ مغل کے اسرار دریافت کئے تھے وہ ایک مکتوب میں مذکور ہیں۔ اور جس خاص کے نام وہ مکتوب لکھا گیا تھا وہ اہلِ دنیا میں مشہور ہے۔ پس آپ متامل ہوئے کہ یہ امر جماعت مستقیم القدم کے لئے باعثِ شورش نہ ہو جائے۔ ایک لمحہ کے بعد سر اُٹھا کر یہ شعر پڑھا ۔

یارب ایں غنچۂ خنداں کہ سپردی بمنش
مے سپارم بتو از چشم حسود چمنش

ترجمہ۔ خدایا یہ شگفتہ کلی جو تو نے مجھ کو عطا فرمائی ہے۔ اُس کو میں نے تیری ہی سپردگی میں دیا کہ حاسدوں کی آنکھ سے محفوظ رکھ۔

آپ کی توجہ کی برکت اور بارگاہ صمدیت پر محول کر دینے کی وجہ سے معاملہ آگے نہ بڑھا۔ اثر کسی نے سمجھا :

آپ کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ اکابر اولیا کے ایسے ملفوظات کہ ظاہر شریعت کے موافق نہیں ہیں۔ اور بہانہ طلب ملحد طبیعت لوگ اُن کو تحاسل کی دستاویز بنائے ہوئے ہیں۔ آپ اُن کی تاویل مستقیم کر کے مطابق شریعت غرا فرما دیتے تھے۔ یا اگر توجہ میں ظاہر ہوتا کہ یہ مقولہ غلبہ سکر و حال کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے یا خطاء کشفی ہوئی ہے۔ تو ویسا ہی تحریر فرما دیتے تھے لیکن خطائے کشفی کو خطاء اجتہادی کی طرح قابل تقلید بھی قرار نہیں دیتے تھے اگر مدعیان کم علم اور کم فہم کو اس کے اثبات میں شدت کرتے ہوئے دیکھتے تو آپ بھی بہ سبب حمیت اسلام وغیرت دین و کمال متابعت حضرت سید المرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات اُس کا رد تحریر فرماتے تھے۔ چنانچہ جو کچھ آپ نے بتقریب سیر ورا نفس و آفاق اور کلام سید الطائفہ کہ "حادث جب قدیم سے متصل ہو جاتا ہے تو اُس میں حدوث کا اثر باقی نہیں رہتا ہے" کے متعلق رد تحریر فرمایا ہے وہ اسی قبیل سے ہے ؛

شبۂ پنجم

مخالفین کہتے ہیں کہ آنجناب قدس سرہ نے کلام اکابر مشائخین سلف پر طعن فرمایا ہے :-

جواب

میں کہتا ہوں کہ آنجناب قدس سرہ سرتاپا غرق محبت و توصیف کبرائے سلف وخلف سے ہیں لیکن اگر اکابر کے کسی کلام پر اعتراض کیا گیا ہے تو وہ نیک نیتی وحکمت والہام و اعلام پر مبنی ہے۔ الحاصل اگر انصاف کیا جائے اور آنجناب کے حال کا غلبہ اور کلام کی عزیمت اور اعمال کی بلندی اور کمال اتباع سنت کو دیکھا جائے تو بلا توقف و تامل کہا جائیگا کہ بیشک آپکو ہر طرح سے حق حاصل ہے کہ باعتبار اپنے کشف و الہام کے اُن کامل کشفوں پر اعتراض فرمائیں۔ کیونکہ پہلے سے

ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ چنانچہ بعد کے انبیاؑ کی شریعتیں پہلے نبیوںؑ کی شریعتوں کے مخالف بلکہ ناسخ ہوتی آئی ہیں۔ پس جب کہ ایک وحی کی دوسری وحی سے مخالفت ثابت ہوتی ہے۔ اگر ایک الہام کو دوسرے الہام سے مخالفت تحقیق پذیر ہو تو کونسا امر مانع ہے۔ ماسوا اس کے مشاجرات و مخالفاتِ صحابۂ کبار اجتہاد ہی کی وجہ سے شائع ہیں۔ اور علمأ میں بھی ایسے اختلافات رہے ہیں ؛

چنانچہ شیخ علاؤالدولہ سمنانی اور شیخ محی الدین ابن عربیؒ کا اختلاف مسئلہ وحدت الوجود میں مشہور ہے۔ حالانکہ شیخ علاؤالدولہؒ نے شیخ اکبرؒ کو عارفِ سبحانی کہا ہے۔ اور اپنی تصنیف میں شیخ کی تعریف و توصیف کی ہے۔ اور مجتہدین میں بھی باہمی یہی حالات رہے ہیں ؛

اور شاگرد کے لئے درجہ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد باوجود مخالفتِ استاد اپنی رائے کا اتباع واجب ہوتا ہے ؛

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے صرف ایک مسئلہ خلق قرآن میں چھ ماہ تک امام اعظمؒ کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا۔ بہت سے مسائل میں امام اعظمؒ کی رائے کے خلاف قولِ صاحبین پر فتویٰ دیا گیا ہے ؛

لیکن یہ مرتبہ ہر ایک ناقص المعرفت اور ادنیٰ رائے والے لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر باوجود ان کمالات کے آپ بزرگانِ دین کے آداب کی کما حقہٗ حفاظت فرماتے تھے ؛

ایک مرتبہ آنجناب قدس سرہٗ کے اصحاب کبار نے خدمتِ والا میں کتاب عوارف المعارف کا درس شروع کیا۔ آپؒ نے اُس پر ایک جزو حاشیہ نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں لکھا۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ ہم نے اب اس کی شرح لکھنی ترک کر دی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی مقام پر ایسی باتوں کی نوبت پہنچ جائے۔ جس سے شیخ الشیوخؒ کا حسنِ ادب ہاتھ سے جاتا رہے ؛

آنجناب قدس سرہٗ نے ابتداءً اپنے معارف و حقائق و مکاشفات و معاملات کے لکھنے کی طرف توجہ بحکم حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمائی تھی کہ حضرت خواجہؒ آپؓ سے استفسار فرماتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے۔ اور احوال بزرگان سلسلہ

نقشبندیہ میں ایک رسالہ تحریر کرنے کیلئے ازراہ کشف خاص کے آپ کو حکم دیا تھا اور جب وہ رسالہ اتمام کو پہنچا تو حضرت خواجہؒ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ حضرتؒ نے اُس پر اظہار مسرت وتحسین وتصدیق فرمائی اور بعض اولیاء اللہ کے حال کے متعلق بعض باریکیوں کو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپؒ سے دریافت فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت خواجہؒ کا وہ مکتوب آپ کے مکاتیب میں موجود ہے +

سب سے بڑا سبب اِن تحریرات کا ارشاد ارواح طیبہ اولیاء سلف بلکہ امر عالیشان سید اولین وآخرین علیہ من الصلوٰت اکملہا ومن التسلیمات اتمہا ہوا ہے چنانچہ آپ کے ایک مکتوب میں جو حضرت خواجہؒ کی خدمت میں لکھا گیا تھا۔ اُس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے +

ایک رسالہ بعض احباب کی درخواست پر میسّر ہوا۔ انہوں نے خواہش کی تھی کہ چند نصائح تحریر فرمایئے۔ کہ طریق کے لئے نافع ہوں۔ اور اُس کے مطابق زندگی بسر کی جاسکے۔ بے شک یہ رسالہ پسندیدہ اور کثیر البرکت تصنیف ہوا ہے۔ اُسکی تحریر کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ اولیاء اللہ کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور کمال کرم سے اُس کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور اکابر کو بتا رہے ہیں کہ اعتقادات ایسے ہونے چاہئیں۔ اور وہ جماعت احباب کہ تصنیف رسالہ مذکور کا باعث ہوئی تھی آنحضرتؐ کے مراحم ومکارم سے ممتاز ہو رہی ہے۔ اور حضرتؐ کے روبرو کھڑی ہے یہ قصہ بہت دراز ہے۔ اور اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کیلئے فقیر کو حکم دیا گیا۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست

چونکہ آپ کو بلحاظ وراثت جدِ معظم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ اُن کی شان میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ حق عمرؓ کی زبان پر گفتگو فرماتا ہے۔ اور ہر اُمت کیلئے محدث ہوتا ہے۔ اور اس اُمت کے محدث عمرؓ ہیں۔ آپؒ کو بھی محدث (بفتح دال) بنایا گیا تھا۔ اس لیئے یہ تمام اسرار وحقائق ودقائق اُسی پاک ذات سے آپؒ کی زبان گوہر فشان پر جاری فرمائے گئے۔ اسکی تفصیل گذر چکی ہے +

نیز آپ نے اواخر جلد اول مکتوبات شریف میں تحریر فرمایا ہے کہ تمام معارف تحریر شدہ یقیناً الہاماتی رحمانی ہیں۔ ان میں وساوس شیطانی کو مطلقاً دخل نہیں ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ فقیر نے جب ان علوم کی تحریر کا ارادہ کیا تو بارگاہ اقدس خداوندی جل سلطانہٗ میں التجا کی۔ دیکھا کہ ملائکہ کرام علےٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس تحریر سے شیاطین کو دفع کر رہے ہیں۔ اور اس مکان کے اطراف پھرنے کا موقع نہیں دیتے ہیں چونکہ نعمات جلیلہ کا اظہار بہت بڑا مجاہدہ ہے اس لئے اس نعمتِ عظمیٰ کے اظہار کی جرأت کی گئی۔ امید ہے کہ یہ جرأت عُجب سے مبرا رہے۔ کیونکہ عنایت الٰہی سبحانہٗ سراپا نقص اور ذاتی بُرائی ہر وقت نصب العین ہے۔

نیز ان علوم کثیرہ کی تحریر کے مؤید دو امر عظیم و کبیر ہیں:۔

اوّلاً۔ یہ کہ سید انام علیہ السلام نے آنجناب سے فرمایا کہ تو علم کلام کا مجتہد ہے۔

ثانیاً۔ یہ کہ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ نے آپ سے واقعہ میں فرمایا کہ میں آیا ہوں تاکہ تم کو علمِ سمٰوات کی تعلیم دوں۔ اور یہ تعلیم دوسروں کو بھی نفع دیگی کہ ایک ساعت کیلئے بارِ وجود سے راحت حاصل کر سکینگے۔

چنانچہ آنجناب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ایک جماعت بار وجود سے تسکین پانے کے لئے سماع و رقص میں مشغول ہوئی۔ اور ایک جماعت نے تصانیف کا آغاز کیا اور اس بار سے اپنے کو سُبک کیا۔

نیز ان اسرار کی تحریر کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ آنجناب پر ظاہر کیا گیا تھا کہ آپ کی تحریرات حضرت مہدی موعود کی نظر کیمیا اثر میں آئینگی۔ اور مقبول ہونگی۔

نیز اس کثرت تحریر اسرار کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ علوم معارفِ الہامیہ سب سے بڑی آیات اور کرامات ہیں۔ اسی لئے معجزۂ قرآنی تمام معجزات سے اقویٰ اور ابقیٰ ہوا۔ آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ علوم و معارف کا یہ ابر نیسان کہاں سے آرہا ہے۔ باوجود اس کثرت کے علوم شرعیہ کے ساتھ بالکلیہ موافق ہیں۔ اور سرِ مو مخالفت سنت کے ساتھ نہیں رکھتے ہیں۔ یہ خصوصیت صحت علوم کی علامت خاص ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا تھا کہ تمہارے علوم سب صحیح ہیں۔

آپؒ نے اس مکتوب کے ختم کے بعد جو آپ کے طریق کے بیان میں لکھا گیا ہے یہ لکھا ہے کہ یہ ہے وہ طریق جس سے حضرت حق سبحانہٗ نے حقیر کو ممتاز کیا ہے۔ ابتدا سے انتہا تک اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے کہ اندراج نہایت در بدایت کو شامل ہے۔ اسی بنیاد پر عمارتیں تیار کی گئیں اور محل بنائے گئے ہیں۔ اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا۔ تخم بخارا اور سمرقند سے لایا گیا۔ اور زمین ہندوستان میں جس کا خمیر خاک یثرب و بطحا سے ہے بویا گیا اور آبِ فضل سے برسوں سیراب کیا گیا۔ اور تربیت احسان سے تیار کیا گیا۔ اور جب کاشتکاری کمال کو پہنچی تو یہ ثمرات علوم و معارف حاصل ہوئے۔

قدسیہ ۔ علوم و معارف ہیں کہ ترجمانِ احوال و مواجید ہیں۔ اکثر تناقض اور اختلاف مفہوم ہوتا ہے۔ اس کو اختلافِ اوقات و اوضاع پر محمول کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہر وقت کے احوال و مواجید علیحدہ اور ہر مقام کے علوم و معارف نئے ہوتے ہیں۔ پس حقیقت میں نہ کوئی تناقض ہے۔ اور نہ اختلاف اس کا احکام شرعیہ کا سا حال ہے کہ نسخ و تبدیل کے بعد احکام متناقض معلوم ہوتے ہیں۔ اور جب اختلاف اوقات و اوضاع کو ملاحظہ کیا جائے تو تناقض اور اختلاف مرتفع ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ یَعْلَمُ الْحِکَمَ وَالْمَصَالِحَ فِیْ ذٰلِکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ خدائے پاک حکمتوں اور مصلحتوں کو جانتا ہے۔ پس تو شک کرنیوالوں میں سے مت ہو۔

حضرت ہشتم

آنجناب قدس سرہٗ کے ملفوظات میں ہے

ملفوظ ایک مبارک رات میں کہ شب قدر اس سے قدر و مرتبہ کا استفادہ کرے اور شب برات کمالات و مراتب اُس سے حاصل کرے۔ آنجناب صاحبِ کمال پر وقت اور حال عمدہ وارد تھا۔ آپ نے حضرت مولوی قدس سرہٗ کی یہ دو باتیں جوش و خروش سے چند بار تکرار فرمائیں ؎

عشق معشوقاں نہان است و ستیر | عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند — عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

ترجمہ معشوقوں کا عشق مخفی اور اندرونی ہوتا ہے۔ عاشقوں کا عشق کھلم کھلا ہوتا ہے۔ عاشقوں کا عشق اُن تن بدن کو خشک کر دیتا ہے۔ مگر معشوقوں کو خوش اور فربہ کر دیتا ہے۔

اور فرمایا کہ معشوقوں کے عشق کو کمال و رفعت میں عاشقوں کے عشق سے کسی طرح کی مناسبت نہیں ہے۔ کیونکہ معشوقوں کے عشق کا تعلق اُسی ایک ذات عاشق سے ہے۔ بلالحاظ صفات عاشق کے اور عشق عاشق میں صفاتِ معشوق ملحوظ رہتی ہیں۔ مگر یہ کہ غلبۂ عشق کا زمانہ دراز گذرنے کی وجہ سے صفات معشوق سے ذات معشوق میں رسائی ہو جائے۔ اس وقت اُس کی محبت ذاتی ہو جاتی ہے اور صفات معشوق خود عاشق میں جلوہ گر ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ مجنوں عامری کے آخر حالات میں بیان کیا جاتا ہے ورنہ عشق عاشق میں ابتدا اور توسط میں ملحوظ صفات معشوق ہیں۔ مثلاً عشق مجازی میں رخسار کی سپیدی اور قد کی آراستگی۔ تبسم کی ملاحت۔ تکلم کی فصاحت۔ اور آنکھوں کے گوشہ کا ناز و انداز اور ابرو کا حسن۔ زلف و گیسو کے شکن۔ اور غبغب کے خطوط اور چاہ ذقن وغیرہ مگر اُس عشق میں جو معشوق کو عاشق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اُن سے کوئی صفت بھی ملحوظ نہیں ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ چونکہ عشق صفات میں بے آرامی اور تلون ضروری ہے اسی لئے عشق عاشق دو سو طبل و نفیر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور عشقِ ذات موجب آرام و تمکین ہے۔ عاشق کی زاری و نزاری اور معشوق کی فربہی و مسرت اُس کے کافی علامات ہیں۔ مولانا کا یہ کہنا کہ عشق معشوقاں نہاں است ستیر "محبت ذاتیہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ذات صفات سے اخفیٰ اور ادق ہے۔ آنجناب قدس سرہٗ کی اس شرح میں ارشاد باری تعالےٰ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کی تفسیر ہے۔

ملفوظ۔ ایک روز ایک درویش صفا کیش نے آنجناب سے پوچھا کہ غوث ربانی شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ السامی نے فرمایا ہے۔ کہ ہر چیز میں رحمت ہے باستثناء محبت کہ وہ رحمت سے خالی ہے یہاں قتل کرتے ہیں اور مقتول ہی سے خون بہا مانگتے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ آنجناب نے تھوڑی دیر متوجہ و مراقب رہے اور

پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کلام زوالِ عین واثر کا پتہ دیتا ہے چنانچہ ایسے حال والا شخص اس کلام کے ساتھ لب کشائی کرتا ہے اگرچہ اُس کے حق میں محبوب کی طرف سے بالکل رحمت ہی رحمت نازل ہو رہی ہے۔ مگر یہ بیچارہ عاشق اپنے محبوب سے ملنے کی انتہائی بیقراری کی وجہ سے گویا محبوب کے ساتھ ہے۔ اور اور کسی چیز کو اپنے لئے رحمت نہیں جانتا۔ کیونکہ ایسی حالت میں کہ عاشق محبوب سے دور ہو تو محبوب سے دُور ہو تو محبوب کا نام اور وطن و مسکن کے پتہ کا حال سُننا بھی عاشق کے لئے باعثِ فرحت ہے۔ مگر وہ دیدارِ محبوب ہی کو رحمت جانتا ہے۔ مگر جب وہ محبوب کی مہربانی سے بُعد سے قرب کے درجہ کو پہنچا تو اُس کی تشنگی اُس کو بھی غیر رحمت جانتی ہے۔ اور ہم آغوشِ محبوب کو رحمت دیکھتی ہے۔ اور جب عنایت محبوب سے ہم آغوش ہو گیا۔ تو کمالِ طلب کی وجہ سے اُس کو بھی رحمت نہیں دیکھتا ہے۔ اور عینِ معشوق بننے کو رحمت دیکھتا ہے۔ اور اگر معشوق کی عنایت سے وہ اُس کا عین بھی ہو گیا۔ تو اُس عینیت میں جو بہت سے مدارج و مراتب پنہاں ہیں اُس کی تشنگی اُس کو بھی رحمت نہیں دیکھنے دیتی ہے۔ اس لئے وہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کہتا ہوا اُن مراتب و مدارج کا طالب بنتا ہے۔ یہ قول کشتہ سے دیت مانگتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق اپنے خیال میں اپنے کو کشتہ یار ہے۔ اور جو کچھ سلوک اُس کے ساتھ ہو رہا ہے اس کو بقایائے آثارِ دیت سمجھ کر بڑی حیرت سے کہتا ہے۔ مگر یہ نہیں جانتا کہ اُن مراتب میں اُس کا قتل اتمام کو نہیں پہنچاتا۔ اور ایک رمق حیات باقی تھی۔ اور قتلِ دوم میں اُس کا ازالہ ہوا۔ مگر نظرِ قاتل میں ایک اور رمق دقیق باقی رہ گئی تھی۔ پس اُس کے دفعہ کرنے میں مشغول ہو گیا۔ والبقیۃ علیٰ ذٰلک ۔

قاتل کے مقتول سے دیت طلب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مقتول نے اپنے کو بالکلیہ قاتل کے سپرد نہیں کیا ہے۔ جب تک کہ ایک سرِ مُو مقتول کا باقی ہے قاتل دیت کا طالب رہتا ہے۔ مگر میں کیا کہوں کہ اُس کے ساتھ کیا گذرتا ہے۔ اور وہ کیا دیکھتا اور کیا کہتا ہے ۔

ملفوظ - ایک روز آپ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ شیخ علاؤ الدولہ فرماتے ہیں۔ رباعی

این وہم بود کز تو دوئی برخیزد امکان و حدث یرہ دوئی برخیزد
گر لطف خدا در رسد از راہِ وہب شاید کہ دمے از تو توئی برخیزد

ترجمہ - یہ وہم ہے کہ تجھ میں اور تیرے خدا میں جو دوئی ہے وہ جاتی رہے امکان اور حدوث سلوک کے ذریعہ سے دور ہو گیا - اگر وہی لطفِ خدا ہو جائے تو ممکن ہے کہ کسی ایک دم کے لئے تجھ سے تیری خودی دور ہو جائے +

اس رُباعی میں زوالِ عین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ قائل اس حال کو صرف ایک لمحہ کے لئے جانتا ہے کیونکہ اس زوالِ عین سے تجلّی ذاتی میسر ہوتی ہے اور قائل کو صرف تجلّی برقی حاصل ہے - اس لئے اُس کا اثر صرف دوئی ہے میرا یہ کہنا کہ زوالِ عین سے تجلّی ذاتی میسر ہوتی ہے - اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب تک کہ کوئی اسم یا صفت ملحوظ رہتا ہے عارف کا عین ثابتہ درمیان میں حائل رہتا ہے اس لئے زوالِ عین متحقق نہیں ہو سکتا - پھر فرمایا کہ صاحب فصوص قدس سرہٗ زوالِ عین کے مطلقاً قائل نہیں ہیں - اور تجلّی ذاتی کو صرف صورت متجلّی لہٗ کے لئے ثابت کرتے ہیں +

چنانچہ فص شیثی میں فرمایا ہے کہ التَّجَلِّی مِنَ الذَّاتِ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بِصُوْرَۃِ الْمُتَجَلِّیْ لَہٗ فِی الْمُتَجَلِّی لَہٗ لَا یَرٰی اِلَّا صُوْرَتَہٗ فِیْ مِرْاٰۃِ الْحَقِّ تجلّی ذاتی صرف صورت متجلّی لہٗ کے لئے ہوتی ہے - پس متجلّی لہٗ مرآتِ حق میں اپنی صورت کا ملاحظہ کرتا ہے +

یہ بھی فرمایا ہے کہ مرتبہ عین معلومات باری تعالیٰ سے ہے اگر وہ زائل ہو جائے تو علم حق تعالیٰ کا جہل کی طرف منقلب ہونا لازم آئیگا - اور یہ محال ہے اور اس کا اعتقاد گمراہی ہے - بلکہ صاحب فصوص زوالِ اثر کے بھی قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ کہا ہے کہ اگر عین زائل ہو جائے تو اثر کہاں چلا جائیگا +

بعض صوفیوں کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عین زائل ہو جاتا ہے مگر اثر نہیں جاتا +

ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ عین واثر ہر دو زوال پذیر ہیں۔ چنانچہ کلام شیخ بلند سیر حضرت ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ اس مطلب کی تصریح کر رہا ہے اور جس نے زوال عین کو بیان کیا۔ اور زوال اثر کو چھوڑ دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زوال عین قائل سے بھی متحقق نہ ہوا تھا۔ کیونکہ اثر حکم عرض رکھتا ہے۔ اور عین حکم جوہر اگر جوہر زائل ہو جائے تو عرض نہیں رہ سکتا۔ کہ عرض جوہر سے قائم ہے۔ کوئی وجود علیحدہ اُس کا نہیں ہے۔ اگر سر چلا جائے تو درد سر کب رہیگا +

پھر آپ علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہٗ کی وہ رباعی جو آپ نے محو اثر کے سائل کے جواب میں تحریر فرما کر بھیجی تھی۔ پڑھی۔ اور اُس کے چوتھے مصرع کی تکرار کر کے فرمایا کہ ہم زوال عین و اثر میں شیخ بزرگوار کے ساتھ متفق ہیں لیکن ہم مصرع

چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ ہم شیخ علاؤالدولہ کی طرح یہ کہتے ہیں کہ :۔

"توئی بر خیزد دوئی بر نخیزد"

لیکن شیخ سمنانی علیہ الرحمۃ نے اِس حال کو ایک دم کے لئے کہا ہے اور ہم ہمیشہ کے لئے اِس کے قائل ہیں کہ ہمارے پاس تجلی ذاتی دائمی ہے برقی نہیں ہے +

یہ بھی فرمایا کہ زوال عین واثر کے لئے دوئی کا جاتا رہنا لازم نہیں ہے ممکن ہے کہ ہستی ظل اصل کی ودلیت ہو۔ کہ اپنے کو دیکھ رہی تھی۔ اور جب اصل کو دیکھا تو چونکہ اُس کی توئی اصل ہی کی ہیئت مودعہ تھی۔ اِس لئے توئی جاتی رہی۔ مگر دوئی قایم ہے کہ ظل سے اصل شے نہیں ہو سکتا۔ سمجھا جس نے سمجھا +

اِس مقام میں آپ نے اس قدر دقائق و حقائق اضافہ فرمائے کہ قوت مدرکہ کو اُنکے احاطہ کی طاقت نہ رہی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ شیخ علاؤالدولہ کا یہ تمام غوغا صاحب فتوحات کے مقابلہ میں کہ اُنہوں نے حق کو وجود مطلق سے تعبیر فرمایا ہے۔ اِس لئے ہے کہ شیخ موصوف کلی کو منحصر مقید و مطلق ہی جانتے ہیں۔ اور علاوہ خاص اور عام کے اس کو قسم ثالث نہیں قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قانون منطق کے مطابق بھی یہی قول درست ہے مگر شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ نے اس مطلق سے قید اطلاق سے بھی پاک اور بالا مراد لی ہے

یہ تیسری قسم شیخ کی اصطلاح خاص ہے۔ اور اصطلاح میں کسی کو کوئی کلام نہیں ہو سکتا اس صورت میں یہ تمام نزاع لفظی قرار پائیگی ✦

ملفوظ جس طرح کہ ذات ہمارے ادراک اور تصور میں نہیں آسکتی ہے۔ اسی طرح صفات بھی نہیں آسکتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ صفاتِ سالک کے ادراک میں آسکتے ہیں۔ وہ ظلالِ صفات ہیں ✦

ہمارا مسلک یہ ہے کہ مطابق آیۃ اُذْکُرُوْنِی تمام وقت کو اُس کی یاد میں مستغرق رکھیں تا کہ وہ بھی بحکم اَذْکُرْکُمْ اپنے کرم سے تم کو یاد کرے۔ جس کا وہ وعدہ فرما چکا ہے ذکر بغرض حصول احوال و مکاشفات نہ کیا جائے۔ اور متخیلہ میں کوئی مطلب نہ رکھا جائے۔ بلا کسی غرض کے جان و دل سے ذکر و عبودیت میں مشغول رہیں۔ پس اگر قبول ہو جائے تو وہ جس چیز سے سرفرازی بخشے۔ اور وہ موافق معتقداتِ اہل سنت و جماعت شکرَ اللہ سبحانہٗ سعیہم ہو تو اُس پر اعتماد کریں۔ اور شکر بجالا کر ھل من مزید کہیں اگر ایسا نہ ہو تو وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے ✦

پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ باوجود حصول کمالات ذاتیہ کے مراقبات صفات اور اس کے تصوّرات میں اُس کی تنزیہہ پاک کی مراعات ہیں خوف و حیرت پیدا ہوتی ہے۔ بعض مشائخین کے بارہ میں سُنا گیا تھا کہ مبتدیوں کو مراقبہ ذات پاک کی تعلیم دیتے ہیں اور اس کو ایک نور بے رنگ بے چیز سے کہ تمام عالم کو محیط ہے تعبیر کرتے ہیں۔ صاحبِ مراقبہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ نور بسیط وعریض کو خیال میں رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ حق سبحانہٗ اُن کے اس خیال سے پاک ہے۔ وہ بسیط حقیقی ہے کہ اُس میں انبساط و طول و عرض اور اس قسم کے تخیلات کی گنجائش نہیں ہے ✦

ملفوظ۔ جس دن کہ میں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بیعت کی مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ عنقریب اللہ تعالےٰ اپنے کرم خاص سے مجھ کو اس راہ کی نہایت تک پہنچائے گا۔ اگرچہ میں اس یقین کی نفی کرتا تھا اور اپنے احوال و اعمال کے قصور کے دیکھنے میں کوشش کرتا تھا۔ مگر کامیابی نہ ہوتی تھی اور یہ شعر اکثر میری زبان پر رہتا تھا ؎

ازیں نورے کہ از تو بر دلم تافت　　　　یقیں دانم کہ آخر خواہمت یافت

ترجمہ آپ کے اُن انوار سے جو میرے دل پر تاباں ہیں۔ مجھ کو یقین ہے کہ میں آپ کو ضرور پاؤنگا ۔

ملفوظ ۔ حضرت خواجہ احرار (طاب ثراہ) کے پاس کوئی نسبت اُن کے نسب خاص سے ایسی نہ تھی کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ہم کو عنایت فرمائی ہو۔ مگر ایک نسبت بنا بر عظیم عطیات حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے باقی رہگئی تھی۔ اور اس کو ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اپنی وفات کے بعد کہ ایک روز فقیر آپ کے روضۂ منورہ کی زیارت کے لئے گیا تھا مرحمت فرمائی۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی سرگرمی مریدوں کی تعلیم اور تربیت کے متعلق اسی وقت تک تھی کہ میری تعلیم انتہا تک نہ پہنچی تھی۔ جب آپ میری تعلیم کے کام سے فارغ ہو گئے تو معلوم ہوا کہ حضرتؒ نے خود کو کارِ مشیخت سے روک لیا۔ اور سب مریدوں کو میرے حوالہ کر دیا۔ اور میرے بارہ میں فرمایا کہ ہم اس تخم کو بخارا و سمرقند سے لائے ہیں۔ اور اس کو زمین برکت آئین ہند میں بویا ہے ۔

ملفوظ ۔ برکت و عظمت کلمۂ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ظہور و حصول بلحاظ مراتب قائل کے ہے۔ قائل جتنا بزرگ ہو برکت و عظمت بھی زیادہ ہوگی اور آپ نے یہ عربی مصرع پڑھا۔ ع

یَزِیْدُکَ وَجْہُہٗ حُسْنًا اِذَا مَا زِدْتَہٗ نَظَرًا

ترجمہ اُس کے چہرہ میں اور حسن بڑھ جاتا ہے۔ جب میں اُس کی ملاقات سے گہری نظر کرتا ہوں ۔

ملفوظ ۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی آرزو اس آرزو کے برابر نہیں رہی کہ گوشۂ خلوت میں کلمۂ طیبہ کی تکرار سے لذت حاصل کی جائے۔ مگر کیا کریں؟ تمام آرزوئیں حاصل نہیں ہوتی ہیں۔ اُن امور میں سے جو کہ عارف کو ملکیت سے بشریت کی طرف لاتے ہیں کھانا کھانا سب سے زیادہ بڑا ہے۔ کبھی کبھی تہجد کے وقت کھانے کی صورت ظاہری کی کدورتیں نظر آتی ہیں ۔

ملفوظ ۔ جو کچھ ہم کو عطا فرمایا گیا ہے۔ وہ محض کرم حق ہے۔ اگر اس کیلئے

کوئی بہانہ ہوا ہے۔ تو وہ متابعت حضرت سید الانبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہے کہ ہم اپنا مدار کار اسی پر جانتے ہیں۔ جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے اتباع کے رستہ سے دیا گیا ہے۔ اگر کچھ دینے سے رہ گیا ہوگا۔ تو اس کی وجہ یہ ہوگی۔ کہ اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم سے بتقاضائے بشریت کچھ فتور ہو گیا ہوگا۔

اسی تذکرہ میں فرمایا کہ ایک روز ہم نے سہواً پاخانہ جاتے وقت سیدھا پاؤں رکھ دیا۔ اُس روز احوال کے دروازے مجھ پر بند رہے۔ پھر ندامت اور استغفار کے بعد وہ حال ظہور پذیر ہوا۔

ملفوظ۔ ایک روز مجھ پر استنجا کرنے کی ضرورت نے سخت غلبہ کیا۔ میں تیزی کے ساتھ استنجا کرنے کی جگہ پر آیا۔ میری نظر ایک ناخن پر پڑی کہ ایک نقطہ سیاہی کسی کے قلم سے اُس پر گر پڑا تھا۔ چونکہ سیاہی اسباب کتابت حروف قرآنی سے ہے۔ اس لئے میں نے وہاں بیٹھنا ادب کے خلاف پایا۔ فوراً وہاں سے پلٹا اور اس کو دھویا اس کے بعد استنجا کرنے کے لئے گیا۔ باوجودیکہ تقاضا حاجت کا غالب تھا۔ مگر میں نے استنجے کے روکنے کی تکلیف گوارا کی اور ادب کو ترک نہ ہونے دیا۔

ملفوظ۔ ایک بار آپ نفلی روزے رکھ رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ روزے آپ کس نیت سے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قضاءِ احتیاطی رمضان کے بعض دنوں میں دن کو استنجا کرنے کا اتفاق ہوا تو اس احتمال پر کہ تری جوف میں پہنچی ہو۔ قضائے احتیاطی رکھ رہا ہوں۔

ملفوظ۔ آپ ہمیشہ اپنے اصحاب کو کثرت ذکر و دوام حضور و لزوم مراقبہ کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ دنیا دارِ عمل ہے اور مزرعۂ آخرت حضورِ باطن کو رعایت آداب و اعمالِ ظاہر کے ساتھ جمع کر کے کام میں لگے رہو۔

ملفوظ۔ ایک جماعت نے حضرات خواجگان نقشبند قدس اسرارہم کے رسالوں سے قلت عمل کا مطلب سمجھا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ طریق ان اکابر کا اتباع نبویہ سے اوثق واقع ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پائے مبارک باوجود مرادیت و محبوبیت کے کثرت نماز سے متورم

ہو جاتے تھے۔ اتنا ہو سکتا ہے کہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم چونکہ شروع اور توسط میں جذبات سے تعلق رکھتا ہے۔ پس کثرت شکر و استغراق کی وجہ سے کثرت عمال اہل نوافل سے معذور رہتے ہیں۔ بلکہ دوام حضور کو ادائے فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ کے ساتھ جمع کر کے اس پر انحصار کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ رعایت عزیمت کو نہایت ضروری امر شمار کرتے ہیں۔ کہ وہی بڑی ریاضت ہے۔ علی الخصوص جذبات غلبات کے ساتھ۔ مگر عنایت ربانی سے حسب تلوین سے تمکین پر پہنچتے ہیں۔ تو کثرت طاعت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور اس وقت کثرت ترقیات کا دار و مدار کثرت اعمال پر ہے ؛

ملفوظ۔ لوگوں نے ریاضت کو بھوکا رہنے اور روزہ رکھنے میں منحصر کر دیا ہے۔ لیکن متوسط مقدار میں کھانا کھانا دوام روزہ سے زیادہ مفید ہے۔ جب کہ لذیذ کھانے سامنے رکھے ہوئے ہوں تو نصف بھوک کھانا اور نصف بقیہ سے ہاتھ اٹھا لینا سخت ریاضت ہے۔ اور ان ریاضتوں سے بدرجہا زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ کھانے کو نہ دیکھ کر کھانے سے باز رہے ہیں۔ اور یہ اس میں سے چکھ کر باز رہے ہیں ؛

ملفوظ۔ شرم آتی ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے میں باوجود قوت استطاعت کے رکوع اور سجود میں کم تعداد میں تسبیح پڑھی جائے ؛

ملفوظ۔ نماز میں سنن و مندوبات و آداب کی رعایت حضور قلب کا کام کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام رعایتیں ذکر ہیں۔ یاد کرو اس کا امر اور اس کی طرف توجہ خالصہ ؛

ملفوظ۔ لوگ ریاضات و مجاہدات کی ہوس کرتے ہیں۔ حالانکہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ رعایت آداب شریعت کے برابر نہیں ہے خصوصاً فرض و واجب و سنت نمازیں حسب اصول شریعت ادا کرنا بہت مشکل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر ؛

ملفوظ۔ نماز میں التحیات پڑھتے ہیں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا بعض ظاہر احادیث کے موافق ہے اور بعض روایات حنفیہ اس کی جواز پر موجود ہیں مگر

تحقیق سے معلوم ہوا کہ احوط اور مفتیٰ بہ ترک اشارہ ہے کہ اکثر علمائے نے حرام اور مکروہ کہا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کی حلت اور حرمت میں اختلاف ہو۔ تو اس کا ترک کرنا اولےٰ ہوتا ہے +

ملفوظ۔ احوال تابع شریعت ہیں اور شریعت تابع احوال نہیں ہے۔ کہ شریعت قطعی ہے اور وحی الٰہی سے ثابت ہوچکی ہے۔ اور احوال ظنی امور ہیں جو کشف اور الہام سے ثابت ہوئے ہیں +

ملفوظ۔ بعض ناقص درویش اپنے کشف پر اعتماد کرکے شریعت بیضا کا انکار اور مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اگر حضرت کلیم اللہ بھی عہد نبوت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ہوتے تو بجز اتباع شریعت مصطفوی ؐ کے اُن کو بھی کوئی اور چارہ کار نہ ہوتا۔ پھر اُن کور باطنوں کو مخالفت کا کیا حق ہے +

ملفوظ۔ فرقہ ماتریدیہ کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار آمیزش علوم فلسفیہ سے دور اور قیاساً انوارِ نبوت سے نزدیک تر ہیں +

ملفوظ۔ حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اسرارہم نے فرمایا ہے کہ "نسبت ہماری تمام نسبتوں سے فوق ہے"۔ چونکہ اُن کا طریق اتباع سنت سنیہ اور رعایت عزیمت قویہ میں اور طریقوں سے فوق ہے اس لئے اُن کی نسبت بھی افضل ترہے +

ملفوظ۔ تجربہ عمل صالح کو ایسا ناکارہ کر دیتا ہے۔ جیسا کہ آگ لکڑی کو منشا عجب کا یہ ہے کہ عامل کی نظر میں اُس کا عمل زیبا معلوم ہوتا ہے پس چاہیئے کہ وہ اپنی پوشیدہ برائیوں کو بھی یاد کیا کرے۔ اور اپنی نیکیوں کو متہم کرتا رہے۔ بلکہ ادائے عبادات سے شرمندہ رہے +

ملفوظ۔ جب تک کہ کسی کو علم ظاہر میں پوری پوری مہارت حاصل ہو جائے۔ اُس وقت تک اسرار صوفیہ سے کما حقہٗ استفادہ نہیں کر سکتا +

ملفوظ۔ موہوم اور موجود میں تمیز کرنا الگ چیز ہے اور اُس کا ممیز ہو جانا الگ چیز ہے +

ملفوظ۔ نفی و انتفاء میں فرق نفیس یہ ہے کہ نفی شروع اور توسط میں ہوتی ہے۔ اور انتفاء انتہا میں ہوتا ہے +

ملفوظ۔ حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اسرارہم کے طریقہ میں اسم ذات اور نفی واثبات دونوں کی تعلیم دیجاتی ہے۔ مگر ہمارا انکشاف یہ ہے کہ اسم ذات کو جذبہ سے زیادہ مناسبت ہے۔ اور نفی واثبات کو سلوک سے اس طریقہ کی ابتدا میں چونکہ جذبہ کا مقدم ہونا مبتدی کے حال کے مناسب ہے اس لئے اُس کے لئے تکرار اسم ذات ہی اولےٰ ہے اور جب سلوک میں قدم رکھے تو اُس کے حال کے لائق ذکر نفی واثبات ہے۔

ملفوظ۔ ایک شخص نے آنجناب سے پوچھا اس میں کیا راز ہے کہ میں نسبت کا ظہور اُس کی حضوری محفلوں اور مجلسوں اور بازار اور صحبت ارباب تفرقہ میں زیادہ پاتا ہوں۔ اور خلوات وحجرات وصحبت اصحاب جمعیت میں کمتر۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے بھی یہی سوال کیا تھا۔ اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ نسبت خواجگان محبوب ہے اور محبوب کو جب خلوت میں بلایا جائے تو پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ یہ جواب نہایت لطیف وفصیح ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ ظاہر کو باطن کے ساتھ الفت ومحبت ہوتی ہے جیسا کہ ہم نشینوں کو آپس میں اور ظاہر اور باطن اپنے اپنے کام میں مشغول رہتے ہیں۔ محافل اور مجالس میں صحبت خلق سے سالک کا ظاہر اُس کے باطن کی مصاحبت کو ترک کر دیتا ہے اس لئے اُس کا باطن بے مزاحمت ظاہر کے سرگرم کار ہو جاتا ہے اور یہی وجہ اُس کے حضور اور حلاوت کے غلبہ کی ہے۔ جب سالک خلوت میں جاتا ہے تو اس کا ظاہر شاغل محافل سے الگ ہو کر باطن کی مصاحبت وموانست کرتا ہے اور باطن بھی مجالست اختیار کر لیتا ہے اس لئے حضور میں فتور رہتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ اُن کو خلوات وحجرات میں بمقابلہ جلوات اور کثرات کے جمعیت زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا باطن قوی ہو کر ظاہر پر غالب ہو گیا ہے اور ظاہر کو اپنا تابع بنا کر اپنے رنگ میں ہم رنگ کر لیا ہے۔ پس اتفاق ظاہر وباطن کی وجہ سے نسبت میں زیادہ پیدا ہو گئی ہے۔

ملفوظ۔ ایک دن آنجناب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگرچہ صوفیہ علیہم سے ملت محمدیہ علیہ وعلے آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو بہت سے نفع پہنچے ہیں کہ اس کے بہت سے

فاجر اُن کے برکات افاضات سے درجہ کمال پر واصل ہوئے۔ اور اُن کے انوار صحبت سے ظلمت بدعت دفع ہوئی۔ اور اسرار کتاب و سنت ان کے کشف کی وجہ سے ظاہر ہوئے۔ لیکن اس طبقہ کے ارباب سُکر سے بہت کچھ نقصان بھی دین متین پر عاید ہوئے اور بے باک ناقصوں کے لئے تکیہ گاہ بن گئے۔ اور اُن کے سُکریات و شطحیات جمع کثیر کے لئے باعث گمراہی ہو گئے +

اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کے ظہور میں حکم و مصالح رکھے ہیں بلکہ اس طائفہ علیہ سے یہ کلمات بحکم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ مطابق سنت الٰہیہ جاری ہوئے ہیں۔ کیونکہ کلام مجید میں بھی متشابہات مثل یَدٌ اور اَسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اور ساق وغیرہ کے واقع ہیں جن سے ایک جماعت نے اللہ تعالےٰ کے لئے جسم ثابت کیا۔ اور گمراہ ہوئے۔ اور اللہ تعالےٰ اِن الفاظ سے اُن کے گمراہ ہونے کو بخوبی جانتا ہے۔ اور اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اِن گمراہوں کو قوت دی۔ جیسے کہ ضَحِکَ اللّٰہُ وَاِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ وَرَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ سِکَکِ الْمَدِیْنَۃِ عَلٰی صُوْرَتِ اَمْرَدٍ شَابٍّ وَوَضَعَ اللّٰہُ یَدَہٗ عَلٰی کَتِفِیْ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا اللہ تعالےٰ ہنسا اور خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اور میں نے اپنے رب کو بصورت امرد جوان مدینہ کے رستوں میں چلتے پھرتے دیکھا۔ اور اُس نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا۔ تو میں نے اس کی خنکی پائی +

یہ کلمات آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نہایت صحو یعنی عالم ہوش میں تھے۔ پس صوفیہ علیہ سے ان کلمات کا صدور اور ایسی شطحیات کا ظہور موجب لعن و طعن کس طرح سے ہو سکتا ہے +

پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے آپ کو بالکل شریعت کے سپرد کر دیا ہے۔ اور خدمت سنت سنیہ صفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کیلئے تیار کھڑے ہوئے ہیں۔ مگر ہمارے قلم کی زبان سے بھی بعض کلمات سُکریہ صادر ہوئے ہیں +

(۹) حضرت نہم

آپ کے حلیہ اور تصرفات و کرامات کے بیان میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اولاً آپ کا حلیہ مبارک بیان کیا جاتا ہے تاکہ سالکان راہ طریقت اور مسافران منازلِ حقیقت اُس کو وصول کا ذریعہ جانکر صاحبِ حُلیہ کے تصور کی طرف متوجہ ہوں اور برکات و فیوض اس رابطہ سے حاصل کریں۔ ؎

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق

ترجمہ ؎ سایہ رہبر ذکرِ حق سے بہتر ہے

قدس سرہٗ اگرچہ ذکر اور مشغولی موجب ترقیات ہیں لیکن شیخ سے رابطہ رکھنا سب راستوں سے زیادہ قریب کا راستہ ہے اور گویا ایک قسم کا نقب یعنی خزانہ پر پہنچنے کے لئے بمنزلہ کوئل کے ہے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند　　　کہ برند از رہِ پنہان بحرم قافلہ را

ترجمہ ؎ نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں۔ کہ مخفی راستہ سے قافلہ کو حرم شریف پہنچا دیتے ہیں ؎

آپ گندم گون مائل بہ سپیدی کشادہ پیشانی تھے آپ کی پیشانی اور رخسارے پر ایک نور درخشاں رہتا تھا کہ آنکھیں اُس کے مشاہدہ سے خیرہ ہوتی تھیں آپ کشادہ ابرو تھے۔ آپ کے ابرو قوس کی طرح منحنی اور دراز سیاہ اور باریک تھے آپ کی آنکھیں کشادہ اور بڑی بڑی تھیں اُس کی سیاہی زیادہ سیاہ اور سپیدی زیادہ سپید۔ بینی مبارک بلند اور باریک تھی۔ آپ کا دہن مبارک نہ دراز تھا۔ اور نہ کوتاہ۔ آپ کے دندانِ مبارک ایک دوسرے کے ساتھ متصل تھے۔ اور درخشاں مثل لعل بدخشان کے۔ آپ کی ریش شریف خوب گھنی اور مرّبع تھی۔ اور آپ کے رخسارہ مبارک پر ریش مبارک نے تجاوز نہ کیا تھا ؎

آپ دراز قد اور نازک اندام تھے کبھی آپ کے جسم مبارک پر مکھی نہ بیٹھی۔ آپ کی ایڑیاں مانند چین و چگل کے معشوقوں کے رخساروں کی طرح صاف اور درخشاں

تھیں۔ آپ کے پسینہ سے کبھی بد بو نہ آئی۔ جس طرح کہ عموماً موسم گرما میں پیدا ہو جاتی ہے۔ الحاصل آپ کا حسن حسن یوسفی کی یاد اور آپ کی وجاہت و شوکتِ خلیلی کو تازہ کرتی تھی +

جو شخص آپ کو دیکھتا بے اختیار مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ کَرِیْمٌ کہتا یعنی یہ انسان نہیں ہیں بلکہ کوئی بزرگ فرشتے ہیں، کلمہ سُبْحَانَ اللهِ اور هٰذَا وَلِیُّ اللهِ اُس کی زبان پر جاری ہو جاتا تھا۔ حدیث اِذَا رُأُوْا ذُكِرَ اللهُ گویا آپ کی شان میں وارد ہوئی تھی۔ یعنی اولیاء اللہ کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ باوجود ضعف اسلام اور غلبۂ کفر ہزاروں کافر آپ کے دستِ مبارک پر مسلمان ہوئے۔ اور جماعت کثیر فساق و فجار آپ کے اخلاق کے مطالعہ سے تائب ہو گئی۔ اور صلاح و تقویٰ اور خداترسی و حق پرستی میں مشغول ہو گئی +

ایک جم غفیر اطراف و اکناف عالم سے اقعات اور خوابوں میں آپ کی صورت دیکھ کر اور رابطہ حاصل کر کے آپ کی خدمت شریف میں آتی تھی اور ملازمت کے بعد مطابق پاتی تھی۔ بہت سے علماء صلحاء فقرا اور تونگروں نے آپ کا حلیہ مبارک عالم خواب میں معائنہ کر کے ذکر اور شغل آنجناب سے حاصل کیا۔ اور اُن کے قلوب ذاکر ہو گئے۔ پھر بکمال شوق آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اور طریق حاصل کیا۔ تو اُس کو وہی شغل پایا جو خواب میں آپ سے حاصل کیا تھا +

یہ بھی آپ کی ایک کرامت تھی کہ مریدین کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اور آپ ہر فرد پر توجہ کر کے حال عطا فرماتے۔ اور اُس حال سے گذار کر اُس کی بجائے دوسرا حال عطا فرماتے اور پھر اسی طرح سے جہاں تک کہ اللہ تعالےٰ چاہتا عطا فرماتے۔ کَذَا وَکَذَا ثُمَّ کَذَا وَکَذَا اِلٰی مَا شَاءَ اللهُ سُبْحَانَهٗ +

ہر شخص کے ساتھ آپ کا معاملہ علیحدہ اور اسرار جداگانہ تھے۔ ہر ایک مرید اور ملازم یہی جانتا تھا کہ حضرت کی شفقت و مرحمت جتنی مجھ پر ہے اتنی کسی پر نہیں ہے۔ آپ کا معاملہ مریدوں کے ساتھ مرید کرنے اور تعلیم شروع کرنے کے دن سے رتبہ ولایت پر واصل کرنے تک ہر روز اور ہر ساعت ایسا ہی رہتا تھا +

یہ فقیر اپنا واقعہ عرض کرتا ہے۔ کہ ہر روز کم و بیش دس مرتبہ حضرت میرے احوال باطنی کو دریافت فرماتے تھے۔ میں اپنا جو کچھ حال کہ عرض خدمت کرتا آپ اس کو فوراً بدل دیتے اور دوسرا حال جو اُس سے کہیں زیادہ اور بلند ہوتا عطا فرماتے کبھی اثنائے احوال میں قبض پیدا ہو جاتا تھا۔ پھر اُس کے بجائے دوسرا حال بتوجہ آنحضرت حاصل ہو جاتا تھا۔ اِس فقیر کا یہ ہمیشہ کا تجربہ ہے۔ کبھی آپ خود فرماتے کہ تیرا حال اس وقت فلاں ہے اور اب اُس کے بعد فلاں حال وارد ہوگا۔ پس مطابق ارشاد آنجناب واقع ہوتا تھا۔ مریدوں کے مرتبہ ولایت تک پہنچنے اور خلافت و اجازت حاصل کر لینے کے بعد بھی آپ غائبانہ اُن کے حال کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور احوال خلفا کو پستی مراتب ولایت سے اوج کمالات وراثت نبوت پر واصل فرماتے تھے۔ اگر کسی کو آپ چاہتے کہ اُس کو ولایت موسویہ سے ولایت محمدیہ پر لیجائیں۔ تو بجمال تصرف جر ثقیل کر کے اُس کو واصل فرماتے اور سالک صاحب علم خود معلوم کر لیتا تھا کہ وہ کہاں سے کہاں آگیا ہے ؏

چنانچہ بیان احوال حضرت مخدوم زادہ کلاں علیہ الرضوان اور حضرت میر محمد نعمان وغیرہ میں معلوم ہوگا۔ یہ بات کہ طالبوں کے حالات سے آپ کا آگاہ ہونا اور اُن کے حالاتِ آیندہ سے اطلاع دینا اور پھر اُس کے مطابق وقوع ہونا بیشمار مرتبہ آپ سے ظاہر ہوا ہے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی اگر ہر ایک طالب کی نسبت صرف ایک ہی ایک کشف اور کرامت آپ کی لیجائے خوارق و کرامات لاکھوں سے زیادہ ہو جائینگے ؏

حقیر مؤلف سترہ سال آپ کی خدمت میں رہا۔ اگر اُسی زمانہ میں آپ کے کشف و کرامات اور آپ کے مقامات و درجات کی تحریر کا ارادہ کیا ہوتا۔ اور وہ اوقات روز مرہ کو تحریر کرتا تو اگرچہ ہر ساعت اور ہر لحظہ آپ سے خوارق ظاہر ہوتے رہتے تھے مگر بطور تنزل اگر صرف ایک ہی ایک کرامت روزانہ فرض کی جاتی تو چھ ہزار کرامتیں اس مدت ملازمت احقر میں تحریر ہو سکتی تھیں ؏

یہ ارادہ وصال آنحضرت قدس سرہٗ کے برسوں کے بعد مصمم ہوا۔ اس حالت میں کہ آپ کے خلفاء ارشاد خلق کیلئے شہروں میں متفرق ہو گئے اور اکثر ہر بات بتقاضائے وقت

زمانہ سیاحت میں مصروف ہوگئے ہیں۔ تحریر کتاب کے وقت جو کچھ تصرفات فقیر کو یاد تھے۔ اور جو کچھ باقی ماندہ لوگوں سے سُنے گئے تحریر کیئے جاتے ہیں کیا کیا جائے جس کا کل نہ حاصل ہو سکتا ہو۔ تو اُس کے جزو کو بھی نہیں چھوڑ سکتے ہیں! اور تھوڑا بہت پر اور قطرہ دریائے کبیر پر دلالت کرتا ہے ◆

اِس حقیر مؤلف عفی عنہ نے قبلۂ حاجات کی حیات بابرکات کے زمانہ میں آپ کے مقامات کا مسودہ تحریر کیا تھا۔ اور اس کا نام سیر احمدی رکھا۔ اُس کو آپ کی نظر کیمیا اثر میں پیش کیا۔ جب آپ اُس قصہ تک پہنچے کہ حضرت خواجہ رح کو حضرت خواجگی علیہ الرحمۃ نے استخارہ کیلئے حکم دیا تھا۔ اور حضرت خواجہ نے استخارہ میں ایک طوطی دیکھی کہ شاخ درخت سے اڑ کر حضرت خواجہ کے دستِ مبارک پر بیٹھ گئی۔ الیٰ آخر القصہ ◆

فقیر نے اُس میں طوطی کو طائرِ ہندی لکھ دیا تھا۔ آنجناب نے اُس کو کاٹ کر لفظ طوطی تحریر فرما دیا۔ اور بسبیل مطائبہ فرمایا کہ الحمد للہ تمہاری پہلی تصنیف ہمارے احوال کے ذکر میں واقع ہوئی ہے گویا ازراہِ کشف معلوم فرما لیا تھا کہ اس حقیر سے مختلف تصنیفیں واقع ہونگی۔ الحق ایسا ہی ہوا کہ بعد وفات آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتابِ کرامات در بارہ اولیا، اثباتِ خوارق اولیا بعد موت، تصنیف کی گئی۔ اور فتوح الغیب مصنفہ حضرت غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ اور ایک کتاب در شرح اصطلاحات صوفیہ و اشغال قادریہ و نقشبندیہ میں جمع کی اور ایک کتاب سنوات الاتقیا جس میں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک کے اربابِ کمال کے حالات بیان کیے گئے ہیں تالیف کی ◆

چونکہ ہر چیز اپنے وقت پر موقوف ہے مسودات سیر احمدی حضرت قبلۂ حاجات کے زمانہ حیات ہی میں ہمراہ سامان سرقہ ہو گئے۔ اس کے فراق میں نہایت رنج و غم ہوا۔ اور طبیعت سرد ہو گئی ◆

پھر سنہ ۱۰۳۵ ہجری میں آنجناب قدس سرہ کے مناقب کی تالیف کا خیال تازہ ہوا۔ اور اُس کا کچھ حصہ تیار بھی ہو چکا تھا۔ کہ سنہ ۱۰۴۳ ہجری میں حالت تفرقہ پیدا

ہوئی۔ اُس پریشانی ہی میں ان مسودات کو جمع کیا۔ دیباجات الابرار اُس کی تاریخ تالیف نکلی۔ ان مسودات کو صاف کرنا چاہتا تھا کہ ایک سید صاحب باشندہ مضافات نے جو کہ دس سال تک کروڑی حاکم سرہند میں رہ چکے تھے فقیر سے فرمائش کی کہ ایک کتاب حالات اولیا میں جمع کی جائے۔

چنانچہ ۱۰۳۳ھ ہجری میں اس تالیف سے فراغت ہوئی۔ اور مجمع الاولیا اُس کا نام رکھا۔ ایک ہزار پانسو اولیا کے حالات اُس کتاب میں جمع کئے گئے اُنکی تاریخ تصنیف منازل شیوخ نکلی۔

اس کے بعد پھر کتاب مناقب و مقامات کے صاف کرنے کا ارادہ پختہ ہو گیا اور کسی قدر حصہ اس کا صاف بھی ہو چکا تھا کہ حاکم مذکور نے کتاب مجمع الاولیا کے مقابلہ اور تصحیح کی درخواست کی الحق یہ کتاب گروہ صوفیہ کے کتب رسائل کا مجموعہ ہے لیکن بعض بے دین طالب علموں نے مشاجرات صحابہ کو اُس حاکم کی خوشامد کی وجہ سے کتاب میں داخل کر کے اس کو پایۂ اعتبار سے گرا دیا۔

۱۰۴۰ھ ہجری میں اس کے مقابلہ اور تصحیح سے نجات ملتے ہی کتاب مذکورۂ بالا کا کام شروع کر دیا اور کاموں سے وقت بچا بچا کر شب و روز تحریر مقامات میں کوشش کی۔ اور یہ خوف تھا کہ مبادا چپ و راست سے کوئی مانع پیدا نہ ہو اور اس کتاب کے کام میں سستی نہ آئے۔ مصرعہ

تجری الریاح بما لا تشتہی السفن

ترجمہ — کشتی کے خلاف بادِ مخالف چلنے لگتی ہے

بموجب ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہ عرفت ربی بفسخ العزائم میں نے اپنے رب کو اپنے ارادوں کے فسخ ہو جانے سے پہچانا۔

بندگان شہزادہ عالی قدر والا گہر ولیعہد علامۂ عصر سلطان محمد دارا شکوہ نے کتاب بہجۃ الاسرار عربی زبان میں مناقب حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں واقع ہے۔ ترجمہ کیلئے اس حقیر کے حوالہ کی بہ تعمیل حکم ترجمہ کیا گیا۔ اور مقامات غوث الثقلین اُس کا نام رکھا۔ اور نظر کیمیا اثر عالی گہر میں گذرانی گئی۔ جو کہ مقبول اور پسندہ ہوئی۔

اِس کے بعد پھر کتاب روضۃ النواظر کہ حضرت غوث الصمدانی میں ہے عنایت فرمائی کہ اُس کا بھی ترجمہ کر کے پیش کیا جائے۔ فقیر نے اُس کا بھی ترجمہ کیا۔ اس کے بعد تفسیر عرائس البیان تصنیف شیخ روزبہان بقلی مرحمت فرمائی کہ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ چنانچہ ربع کتاب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ کتاب حضرات القدس کی تکمیل کے بعد بقیہ ترجمہ مذکور کی کوشش کیجائیگی سُبحان اللہ وبحمدہٖ خدا کا شکر و احسان ہے۔

بات محل سے بے محل کہاں سے کہاں جا پڑی مقصود یہ نہ تھا کہ مؤلفات کی بنا پر مسوّدات حضرات القدس کے صاف کرنے میں تاخیر واقع ہوئی۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ آنجناب رضؓ کے خوارق کا بیان اور کرامتوں کی تشریح پہلے کی جائے۔ اُس کے بعد آغازِ مقصد کیا جائے۔ اسپ قلم نے شب عنائی کر کے شاہراہ مقصود کوچہ غیر نافذہ سے دیوار کی طرف قدم بڑھا دیا نہیں نہیں قلم عنبرین شمامہ اپنے مطلوب پر نظر جمائے ہوئے ہے۔ کوچہ غیر نافذہ سے جدا ہو کر کسی اور طرف کو نہیں چلا۔ اور سررشتۂ اصل کو ہاتھ سے نہ دے کر اصل مطلوب کی طرف متوجہ ہو کر چل رہا ہے۔ کیونکہ مقصود یہ تھا کہ آنجناب رضؓ نے بعد ملاحظہ فرمانے مسودات سیر احمدی کے یہ بات بطور مطائبہ کے فرمائی تھی۔ کہ تمہاری پہلی تصنیف ہمارے حالات میں واقع ہوئی ہے۔ اس میں ایک اشارہ گرامی یہ ہے کہ حقیر سے سوائے اس کتاب کے اور تصنیفات بھی وجود میں آئینگی۔ اُن تصانیف کو خامۂ سحر کار نے اس موقع پر اثبات مطلوب کیلئے بطور استدلال کے بیان کیا ہے اللہ اکبر۔

اِس طوالت کلام سے بچکر آنجناب رضؓ کے بعض خوارق و کرامات کا آغاز کرتا ہوں کہ اُن کا جمع کرنا احاطۂ علم سے باہر ہے پھر صفحات کاغذ کس طرح سے اُس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ بہر حال حسب دستور ارباب تصانیف کہ احوال و مقامات کبراء سلف میں سے چند سطریں اُن کی کرامات میں بھی تحریر کر دیتے ہیں۔ ہم بھی اُن کے طریق پر چلتے ہیں۔ اور حضرت کے تصرفات و کرامات بے پایاں ہیں سے کچھ تھوڑے سے زبان قلم سے نکلتے ہیں۔ ہر چند کہ آپ کا ہدایت و ارشاد کا گاؤں در گاؤں اور شہر بشہر پھیلانا اور رشد و صلاح کا تمام عالم میں سرایت کرانا اور تقویٰ اور فلاح کا سارے جہان کو محیط ہونا اور اُن دقائق اور حقائق کا اظہار فرمانا کہ اولیاءِ سابقین کے قلم اُن کی مماثل تحریرات سے قاصر رہے۔ اور بطون اسرار کا ظاہر فرمانا کہ متقدمین کی زبانیں اُس کی تقریر سے عاجز

رہیں۔ اور خواص و عوام کا آپ کو قبولِ نظر کر لینا۔ اور ارباب ارادت میں آپ کا تصرف فرمانا آپ کی سب سے بڑی کرامت ہے +

قدس سرہ ۔ آنجناب قدس سرہ نے لکھا ہے کہ خوارق کی دو قسمیں ہیں۔

قسم اوّل ظہورِ علوم و معارفِ الٰہیہ کہ ذات و صفات و افعال واجب تعالیٰ سے متعلق ہیں۔ یہ کرامت طریقۂ نظر اور عقل سے الگ اور خلاف عادت جاریہ ہے کہ اپنے اپنے خاص خاص بندوں کو اس سے ممتاز کیا ہے اور اہلِ حق وارباب معرفت سے اس کو مخصوص کیا ہے +

قسم دوم جو کہ عالم کون سے متعلق ہے اور اصحاب حق و باطل میں مشترک ہے کہ اہل استدراج کو بھی قسم دوم حاصل ہے۔ قسم اول اللہ تعالےٰ کے پاس معظم و مکرم ہے اپنے اولیا کو اس سے مخصوص کیا ہے۔ اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں فرمایا قسم دوم عوام میں معتبر اور اُن کی نظروں میں معزز و محترم ہے۔ اگر اہل استدراج سے ایسی چیزیں ظاہر ہوں تو اُن کی پرستش کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور قسم اول کو خوارق میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ اُن کی بے عقلی دیکھو کہ وہ علم احوال مخلوقات حاضر یا غائب سے تعلق رکھتا ہو اس میں کونسی شرافت ہو سکتی ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس لائق ہے کہ جہل سے بدل لیا جائے تا کہ خلق اور اُس کے حالات سے نسیاں حاصل ہو۔ حضرت معرفت اللہ تعالےٰ ہی شرافت و کرامت کے لائق اور احترام و اعزاز کی مستحق ہے

شعر

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبی ست

ترجمہ۔ پری کا چہرہ تو چھپا ہوا ہے اور دیو کرشمہ اور ناز میں ہے۔ عقل میری حیرت سے جل اٹھی کہ یہ کیا تعجب انگیز معاملہ ہے +

اسی لئے متقدمین اولیاء اللہ سے مثل جنید بغدادی قدس سرہ کی تا بید و تیس کرامتیں نقل کی گئی ہیں +

اللہ تعالےٰ نے اپنے کلیم علیہ السلام کے حال سے خبر دی ہے کہ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ یعنی حضرت کلیم اللہ علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل نو آیتیں عنایت ہوئی تھیں +

کثرتِ خوارق دلیلِ فضیلت نہیں۔ اور قلتِ کرامات علامتِ نقص نہیں ہے۔ ظہورِ خوارق داخلِ ماہیتِ ولایت نہیں ہے۔ صرف لازم ولایت ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کرامات اس سے صادر ہوتی ہیں۔ اور اُس کو خبر تک نہیں ہوتی ہے۔

قدسیہ۔ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ الہامی علم اور عرفان مقبولیت کی بڑی علامتوں اور بلند کرامتوں میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ معجزہ قرآنی سب معجزوں سے قوی اور باقی رہنے والا ہوا۔

قدسیہ۔ اربابِ ارشاد کے لئے یہ کرامت ضروری ہے کہ مریداِن رشید کو ایک عالم سے دوسرے عالم میں لیجائے اور ایک حال سے دوسرے حال پر اُس کا گذر کرائے سعادتمند مرید ہر دم اپنے پیر سے کرامات و خوارق عادات کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور اپنے میں اُس کے آثارِ تصرفات کا معائنہ کرتا ہے۔ اولیاء اللہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ عامہ خلق اللہ پر اظہارِ خوارق کریں۔ بلکہ معاملہ ولایت پوشیدہ رکھنے کے لائق ہے حدیث قدسی اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ "میرے اولیا میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں۔ کوئی اُن کو میرے سوا نہیں پہچان سکتا"۔ اس پر شاہد عادل ہے۔

کہا گیا ہے کہ عُقُوْبَۃُ الْاَنْبِیَاءِ حَبْسُ الْوَحْیِ وَعُقُوْبَۃُ الْاَوْلِیَاءِ اِظْهَارُ الْکَرَامَاتِ وَعُقُوْبَۃُ الْمُؤْمِنِیْنَ التَّقْصِیْرُ فِی الطَّاعَاتِ۔ انبیا پر عقوبت حبسِ وحی ہے اور اولیا پر عقوبت اظہارِ کرامات ہے اور مومنین پر عقوبت اُن کی عبادت میں کمی آجانا ہے۔

قدسیہ۔ زمانہ قربِ قیامت جتنا نزدیک ہے اُسی قدر ضعفِ دین بھی زیادہ ہے۔ پس وہ کرامتیں جو رواجِ دین کے لئے مفید تھیں کم ہوگئیں۔ اور اولیاء اللہ ان امور کے صدور کے مامور نہیں رہے ہے۔ اور چونکہ ہزار سال حضرت سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام رحلت فرما کر گذر گئے ہیں۔ اور اس مدت کو تغیرِ امورِ دین اور ضعفِ ملتِ متین میں پورا پورا دخل ہے اس لئے اولیاءِ عشرت بھی ندادیا عزلت کے اظہارِ خوارق سے روک دئے گئے ہیں۔ کہ ظہورِ خوارق اسم الہادی کا مقتضا ہے۔ کہ ارشاد و ہدایتِ خلق اللہ سے متعلق ہے۔ اور آخر زمانہ مقتضیٔ اسم

اَلْمُضِلُّ کا ہے۔ کہ بدعت اور گمراہی سے وابستہ ہے +

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْھَا مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا قیامت کے قریب ایسے فتنے ہونگے جیسے اندھیری رات کا ٹکڑا پس صبح کو جو مرد مومن ہوگا وہ شام تک کافر ہو جائیگا۔ اور جو شخص شام کو مومن تھا وہ صبح تک کافر ہو جائیگا +

قدس سرہ۔ نیز آنجناب رضی اللہ عنہ نے بعض مکاتیب میں اسطرح نگارش فرمایا ہے۔ کہ اولیا متقدمین اور متاخرین ہر ایک سے ہر زمانہ میں کرامتوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ خواہ مخالف اُس کو جانے یا نہ جانے ع

خورشید نہ مجرم ماز کسے پنہاں نیست

مشائخ کی اکثر کرامات کو مریدان خاص اور ہمنشینان مجلس اختصاص دیکھتے ہیں اور زمانہ دراز کے بعد زبانوں کی تقریر اور قلموں کی تحریر کے ذرائع سے لوگوں میں شہرت پاتی ہیں +

قدس سرہ۔ فرماتے ہیں کہ اِس نعمت عظمےٰ کا حصول یعنی طالبانِ طریق کا ابتدا تعلیم میں ذکر سے دل کا گویا ہو جانا اور جذبہ کا حاصل ہو جانا۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ہی برکات میں سے ہے۔ اگرچہ اکابر سابقین کا بھی یہی معمول رہا ہے مگر ابتدائے تعلیم میں کسی کو اتنی عمومیت حاصل نہ تھی +

ایک روز میں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے پوچھا کہ شروع تعلیم میں عام طور سے اس کمال کے حصول کا راز کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ بمقابلہ زمانہ سابق کے زمانہ حال میں اہل ارادت کی طلب اور ہمت میں نقصان اور فتور کثیر پھیل گیا ہے۔ اور مقاصد طلبیہ میں کمی آگئی۔ اِس لئے شفقت کا تقاضا یہ ہوا کہ بغیر مجاہدہ اور سعی کے اُن کو مقصود کی رہنمائی کر دیجائے۔ تاکہ اُن کی برودت حرارت سے مبدل ہو۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہم سب کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے +

قدس سرہ۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کی کمال عنایت مجھ کمترین کے حق میں یہ ہے کہ کوئی کوچہ اس رستہ کا باقی نہ رہا۔ جس پر کہ اس فقیر کا عبور نہ کرایا گیا ہو۔

جس مرید نے اپنی استعداد کے موافق جس سلوک کے طے کرنے کی خواہش کی۔ مجھ پر وہی طریق وا کیا گیا۔ اور اس کو اسی طریق میں مرتبہ کمال وتکمیل پر میں نے پہنچا دیا۔

قدسیہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت بے غایت سے اس درویش کو اتنی قوت بخشی ہے۔ کہ اگر اس سوکھی ہوئی لکڑی پر اپنی ہمت صرف کروں تو ایک عالم اس سے منور ہو جائیگا۔ مگر اس آخر زمانہ میں اس کی مرضی اقدس اُس ہمت کے اظہار کے لئے نہیں پاتا ہوں۔

قدسیہ۔ مولانا یوسفؒ ایک عالم علماء وقت سے تھے۔ اور حضرت خواجہؒ نے اُن کی تربیت آنجنابؒ کے حوالہ فرمائی تھی۔ اثناء سلوک میں جذبہ نے اُن کو گھیر لیا۔ اور وقت نزاع کا تھا۔ کہ آنجنابؓ اُن کے پاس آئے۔ اور ان کا سلوک پورا کرنے کے لئے توجہ فرمائی اور اپنی توجہ کی مولانا کو اطلاع فرمائی۔ اور ہر ساعت اُن سے حال دریافت فرماتے تھے۔ اور مولانا اپنی ترقیات وتلقیات کہ توجہ آنجناب سے حاصل ہو رہی تھی۔ عرض کرتے تھے یہاں تک کہ انکا کام اپنے تصرف سے پورا فرما دیا۔ اور اُنہوں نے بھی اپنے حصول کمال اور اتمام سلوک کی خبر دی۔ اور اسی وقت راہی عالم قدس ہو گئے۔ مجھے فخر ہے قوتِ تصرف پر کہ برسوں کا کام آنِ واحد میں پورا کر گئی۔ ع

برکریماں کارہا دشوار نیست ترجمہ ع کریموں پر نہیں کچھ کام دشوار

ے

یک لحظ عنایتِ تو اے بندہ نواز

بہتر زہزار سالہ تسبیح ونماز

ترجمہ ے ایک لحظ آپ کی عنایت اے بندہ نواز، ہزار سال کی تسبیح اور نماز سے بہتر ہے۔

کرامت ایک درویش صاحبِ وجد وحال نے بیان کیا ہے کہ آنجنابؓ کے مناقب ومآثر جب عالم اور عالمیان میں مشہور ہوئے اور پھیل گئے۔ تو میں نے آنجنابؓ کے دیدار فائض الانوار کے لئے مہرند کا قصد کیا۔ ربع شب گذری تھی کہ میں داخل شہر ہوا۔ اور ایک مسجد میں فروکش ہوا۔ ہمسایہ مسجد مجھ کو اپنے گھر لے گیا۔ اور مہربانی کی

اثنائے کلام میں اُس سے آپ کے حالات دریافت کئے اُس نے طعن کی باتیں کیں۔ میں رنجیدہ ہوا۔ اور باطن میں آپ کی طرف متوجہ ہوا دیکھا کہ آپ یکبارگی ہنڈولا ہاتھ میں لئے ہوئے ظاہر ہوئے۔ اور آپ نے اُس طعنہ گو منکر کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور پھر واپس چلے گئے۔ مجھ پر اس مشاہدہ سے دہشت عظیم غالب ہوئی اور مضطرب ہو کر آپ کے پیچھے پیچھے باہر کو دوڑا مگر آپ کو نہ پایا۔

صبح میں آنجناب کی صحبت سے مشرف ہوا۔ رعشہ اور خوف اُسی طرح مجھ پر چھایا ہوا تھا حضرت نے مجھ کو آغوش میں لے لیا اور مسکرا کر کان میں فرمایا کہ رات کا واقعہ دن میں ذکر نہیں کرتے ہیں۔ اس کے بعد میں اُس محلہ میں گیا دیکھا کہ ایک شور برپا ہے کہ فلاں شخص کو کوئی مار گیا ہے۔

تصرف ایک درویش نے کہ آثار جذبہ و علامات آزادی اور وارستگی کے اُس میں پیدا تھی۔ بیان کیا۔ کہ میں بنگلے سے اکبر آباد آیا تھا اور آنجناب اُس شہر میں تشریف فرماتھے ایک رات میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تعلیم ذکر کی درخواست کی۔ حضرت نے اجازت دی اور تلقین فرمائی۔ اس اثنا میں مجھ پر ایسا تصرف فرمایا جس سے ایسی حالت غالب ہوئی۔ کہ اُسی رات کو دیوانہ وار وہاں سے نکلا۔ اور جانب دشت روانہ ہو گیا اور مدتوں کوہ و بیابان میں پھرتا رہا۔ اپنے سونے اور کھانے اور سکون و آرام کی مجھے خبر نہ تھی۔ میں کیا کہوں کہ اس اثنا میں میں نے کیا کیا دیکھا اور کیا کیا حاصل کیا۔

تصرف ایک سید صاحب نے جو بظاہر تاجر اور بمعنی ولی کامل تھے نقل کیا کہ میں اکثر مشائخ وقت کی خدمت میں گیا اور ہر ایک سے ذکر و مراقبہ حاصل کیا۔ شدہ شدہ سرہند پہنچا اور آستانہ عرش نشان آنجناب قدس سرہ پر حاضر ہوا اور مورد عنایت و الطاف بنا۔ میں نے آپ سے طلب راہ خدا کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ذکر تم کو دیا جائیگا۔ میں نے تنگدلی کے ساتھ عرض کیا کہ میں نے صورت اذکار اکثر مشائخین سے حاصل کی ہے۔ مگر اُس کے ثمرات و برکات کی اُمید آپ کی بارگاہ سے ہے۔ پس حضرت تھوڑی دیر تک مراقب ہوئے اور توجہ خاص سے سرافرازی فرمائی۔ استغراق و سکر اور عظیم بدہوشی نے مجھ پر غلبہ کیا جس سے صبح

تک مجھے اپنی خبر نہ رہی۔ علے الصباح جب مجھ کو افاقہ ہوا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ترک و تجرید کی آپ سے تمنا ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ تجارت میں حصول لقمہ حلال اور نفقہ عیال ہے اس مت چھوڑو جو کچھ تم کو پہنچا ہے اُسے مضبوط پکڑو۔ اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ۔ ایسے بھی مردان خدا ہیں جن کو تجارت اور بیع خدا کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔ پھر مجھ کو رخصت فرما دیا +

کرامت۔ ایک سید صحیح النسب سعادتمند نے کہ حضرت کے تصرف کی برکت سے طبقات ارض و سما اُن پر کھل گئے تھے اور احوال نادرہ رونما ہوا کرتے تھے بیان کیا کہ ایک روز مجھ کو یہ خیال گذرا کہ آج کل آنجناب سے کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ بمجرد اس خیال کے میں نے اپنے احوال میں کمی پائی۔ تو میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ قبض اسی خیال بد کا نتیجہ ہے۔ پس معافی گناہ کے لیے دستار گردن میں ڈال کر حضرت کی قدموں پر گر پڑا۔ اور گریہ وزاری شروع کی۔ مگر اُس خیال کو چھپاتے رہا۔ اور زبان پر نہ لایا۔ حضرتؒ نے ایک لمحہ کے بعد سر اُٹھایا۔ اور فرمایا کہ تم نے مجھ سے کرامت طلب کی تھی۔ اور یہ خطرہ فلاں کی صحبت سے پیدا ہوا تھا۔ آپؒ نے یہ فرما کے اُس شخص کا نام بھی بتا دیا جس کی صحبت میں یہ بُرا خطرہ پیدا ہوا تھا +

کرامت۔ ایک مرتبہ زمانہ مرض میں حضرتؒ پر ضعف کا غلبہ ہوا اور تناول فرمانے کے لئے دس پندرہ دانے منقے کے آپ نے طلب فرمائے۔ خادم نے حاضر کئے۔ حضرت نے مراقبہ فرمایا کہ ان دانوں کا کھانا مفید ہوگا یا نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فارغ ہوئے اور فرمایا کہ عجیب چیز ظاہر ہوئی۔ ان تمام دانوں نے مناجات اور دعا کی کہ خداوندا تیرے دوست نے تناول کرنے کیلئے ہم کو منگوایا ہے تاثیر نفع اور صحت ہم میں عطا فرما۔ کہ جو شخص ایک دانہ ہم میں کا کھائے اُس کا ہر مرض صحت سے مبدل ہو جائے۔ اللہ تعالٰے نے اُن کی یہ دُعا قبول فرمائی۔ یہ واقعہ بخوبی محسوس و مشہود ہوا ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر چند دانے اُس کے آنجنابؒ نے تناول فرمائے۔ فوراً آپ کی بیماری صحت سے مبدل ہو گئی۔ اور جس بیمار نے ایک دانہ بھی اُن میں کا کھایا تو اپنی مرض سے صحت

پر چلا گیا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ کاش اُن دانوں کی مقدار زیادہ ہوتی۔ تاکہ جماعتِ کثیر اُس سے صحت حاصل کر سکتی ◆

کرامت ایک سید صاحب صحیح النسب حضرت کے قدیم مریدوں میں سے نقل کرتے تھے۔ کہ آنجناب قدس سرہ کے برادر حقیقی بلدہ سر ہند میں مقیم تھے حضرت نے اُن کو بلانے کے لئے ایک خط تحریر فرمایا۔ اور مجھ کو دیا کہ تم خود جاؤ اور اُن کو بلا کر لے آؤ۔ بتعمیل حکم عالی میں نے سفر کا ارادہ کیا حضرت نے فاتحہ رخصت پڑھکر فرمایا کہ راستہ میں لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ کثرت سے پڑھا کرو۔ تمہارے سلامت رہو گے اور کسی ضرورت سے عاجز نہ ہو گے اور جب تم کو کوئی مشکل پیش آئے تو ہم کو یاد کرنا میں آپ کے قدموں پر بوسہ دیکر روانہ ہو گیا ◆

راستہ میں ایک جماعت میرے ساتھ رفیق سفر ہو گئی۔ جب سر ہند دو تین منزل باقی رہ گیا۔ تو ایک صحرائے وحشتناک پیش آیا۔ گھانس اُس میں قدِ آدم کے برابر تھی۔ میں اُس میں قضاء حاجت کیلئے گیا اور تمام ساتھی بھی وہاں کھڑے ہو گئے۔ طہارت کے بعد میں نے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا کی۔ اِس اثناء میں گھانس میں ایک جنبش پیدا ہوئی اور ایک شیر غرندہ نکلا۔ اور میرے سامنے کھڑا ہو گیا میں نے فوراً حضرت کو یاد کیا اور کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو ہم کو یاد کرنا۔ اب وقتِ مدد ہے مجھے اس شیر کے پنجہ سے رہائی دیجئے ◆

ابھی یہ کلمات ختم نہیں ہوئے تھے کہ آنجناب ظاہر ہوئے اور شیر کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ فوراً شیر وہاں سے بھاگ نکلا۔ میں نے دوبارہ دیکھا تو آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ میرے رفیقوں نے بھی اس معاملہ کو معائنہ کیا۔ اور کہا کہ یہ کون بزرگ تھے جنہوں نے تمہاری امداد کی۔ میں نے حضرت کا نام لیا سب بجان و دل معتقد ہو گئے ◆

کرامت ایک معتبر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سے سُنا تھا کہ بتوں اور بت پرستوں کی جس قدر مسلمان سے توہین ہو سکے اُس میں کوتاہی نہ کرنا چاہئے۔ اس سے غازی فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے ◆

میں دو تین درویشوں کے ہمراہ اطرافِ ملکِ دکن کے ایک صحرا میں گیا وہاں

ایک بُت خانہ نظر آیا کہ کوئی شخص اُس کے اطراف میں نہ تھا۔ مجھے خیال آیا کہ آپ کی نصیحت کے بموجب اس بت خانہ کو اُکھاڑ ڈالنا چاہیئے۔ پس میں وہاں گیا اور بت کو توڑ ڈالا۔ اور بُت خانہ کے گرانے کا قصد مصمم کیا۔ اور اُس کی بعض دیواروں کو گرا دیا تھا۔ کہ تقریبًا ایک ہزار بت پرست چوب و سنگ و تیر و تفنگ لیئے ہوئے ظاہر ہوئے۔ مجھ پر اور میرے دوستوں پر دہشت نے غلبہ کیا۔ اور فرار کی کوئی صورت نہ تھی۔ بجز اس کے کہ قتل ہو جائیں۔

اتنے میں دل نے حضرت قدس سرہٗ کی طرف رجوع کیا اور گریہ زاری کے ساتھ حضرت کو حاضر تصور کر کے عرض کیا کہ اے دین کے بزرگ آپکی نصیحت پر عمل کر کے میں نے یہ کام کیا ہے۔ آپ ان کفار اشرار کے شر سے ہم کو رہائی دیجئے اسی فریاد میں حضرت کی آواز میرے کانوں میں آئی کہ اطمینان رکھو تمہاری اعانت کیلئے ایک لشکرِ اسلام بھیج رہا ہوں۔ میں نے دوستوں کو اس معاملہ کی خبر دی کفار نگونسار قریب پہنچ گئے تھے۔ ایک تیر کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ ایک بلند مقام سے چالیس سوار ظاہر ہوئے۔ اور تیزی کے ساتھ گھوڑوں کو تازیانے مارتے ہوئے پہنچے۔ اور کافروں کی جماعت پر حملہ کر دیا۔ اور ہم کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ اور جب کفار نظروں سے غائب ہو گئے تو ہم کو رخصت کر دیا۔

کرامت ایک مرتبہ آنحضرت قدس سرہٗ نے بقصد سیر و تفریح دشت و بیابان کی جانب توجہ فرمائی۔ اثنائے راہ میں ہوا کی گرمی اور راستہ کا گرد و غبار بے اندازہ تھا پس تشنگی اور گرمی و ماندگی نے آپ کے ہمراہیوں پر کہ رکاب سعادت میں پیادہ پا دوڑ رہے تھے غلبہ کیا۔ حضرت کے جلال و عظمت کی وجہ سے جو تمام قلوب پر متمکن تھا وہ آپ سے عرضِ حال کرنے کی دلیری نہ کر سکے۔ یہ خطرات اُن کے دلوں میں جاری تھے۔ کہ حضرت قدس سرہٗ نے مولانا یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ اُن کی وفات کی کیفیت عنقریب بیان کی جائیگی۔ مخاطب ہو کر فرمایا کہ آفتاب کی گرمی شدید ہے اور غبار الگ دوستوں کو تکلیف دے رہا ہے مولانا نے عرض کیا کہ سارا حال حضرت پر خود منکشف ہے پھر فقرا کے عرض کرنے کی کیا حاجت۔ حضرت قدس سرہٗ نے تبسم فرمایا اور گوشۂ چشم حق بین آسمان کی طرف کر کے کچھ منہ کا منہ میں پڑھا۔ چند قدم نہ چلے تھے کہ ایک ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا

اور حضرت پر اور آپ کے اصحاب پر سایہ کر لیا۔ اور صرف اسی قدر بارش ہوئی۔ کہ گرد و غبار کے دفع کرنے کیلئے جتنی کی ضرورت تھی۔ بادِ شمال نہایت اعتدال کے ساتھ چلنے لگی کہ سب سے رستہ کی کوفت اور ہوا کی گرمی اور گرد و غبار کی تکلیف دفع ہو گئی۔ حالانکہ ابر و باران کا موسم بھی نہ تھا +

کرامت ایک سید صاحب نے بیان کیا ہے۔ کہ مجھے ان لوگوں سے جو حضرت علیؓ سے لڑے تھے۔ خصوصاً حضرت معاویہ سے بہت نفرت تھی۔ ایک رات حضرت کے مکتوبات قدسی آیات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اُس میں آپ کی ایک تحریر یہ نظر آئی کہ امام مالک رضی اللہ عنہ حضرت معاویہؓ کو بُرا کہنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بُرا کہنے کے برابر ہے۔ میں اس نقل کے دیکھتے ہی آپ سے آزردہ ہو گیا۔ اور آپؒ کے مکتوبات کو زمین پر ڈال دیا۔ اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ آپ غصہ کی حالت میں تشریف لائے ہیں۔ اور میرے دونو کان پکڑ کر فرما رہے ہیں۔ کہ اے طفلِ نادان ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے۔ اور ہمارے کلام کو زمین پر ڈال دیا۔ اگر میری اس تحریر کا تجھے اعتبار نہیں ہے۔ تو میں تجھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لے چلتا ہوں۔ آپ اسی طرح کشاں کشاں مجھ کو ایک باغ میں لے گئے۔ وہاں ایک عمارت عالیشان تھی۔ ایک بزرگ اُس میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اُن بزرگ کے سامنے تواضع فرمائی۔ اور اُنہوں نے بشاشت کے ساتھ آپ کو لیا۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اس وقت حضرت امیرؓ تشریف فرما ہیں سنو کیا فرماتے ہیں میں نے سلام کیا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خبردار ہزار بار خبردار اصحاب سیدِ ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہرگز کدورت مت رکھو۔ اور اُن کے عیوب بھی مت بیان کرو کہ ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی کہ کونسی حقانی نیتوں نے ہم میں اور اُن میں جھگڑا ڈالا۔ پھر حضرت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اِن کے کلام کا بھی انکار نہ کرو۔

ہر اوی بیان کرتا ہے کہ باوجود اس نصیحت کے میرا دل کدورت سے پاک نہ ہوا تھا حضرت امیر علیہ السلام نے آپ کو حکم دیا کہ بہت زور سے ایک تھپڑ میری گدی پر ماریں۔ اُس وقت میں نے اپنے دل کو اُس کدورت سے صاف پایا۔ اور اُن کے اور آپ کے کلام کی نسبت اعتقادِ کامل حاصل ہوا +

کرامت۔ غفران پناہ حاجی عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ سے جو کہ علامۂ علماءِ ہند اور صاحبِ تصانیف کثیرہ تھے۔ مروی ہے کہ ایک عالم کی مجلس میں میں شریک تھا۔ اثنائے کلام میں حضرت کا تذکرہ شروع ہوا۔ اُس عالم نے اعتراضات شروع کیے۔ میں نے کہا کہ میں اُن کی صحبت میں ایک زمانہ بسر کر چکا ہوں۔ اور اور مشائخ کی صحبتیں بھی حاصل کیں۔ مگر آپ کا سا صفاءِ وقت اور اتباعِ نبوی اور کسی میں نہیں دیکھا گیا۔ اور نہ سُنا گیا۔ اُس عالم نے دُور دراز کی باتیں شروع کیں میں نے کہا کہ آؤ نیا وضو کریں اور قرآن مجید کھولیں جو آیۂ کریمہ نکلے گی اُن کے حسنات کی بابت بطور فال کے جانیں گے۔ اُس عالم نے بھی اس بات کو تسلیم کیا پس ہم نے وضو جدید کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ اور عالم مذکور نے قرآن مجید خضوع و خشوع کے ساتھ کھولا تو یہ آیت کریمہ نکلی۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔ اُس کو حیرت ہوئی اور اپنی گفتگو پر نادم ہوا۔ اور میں نے شکرِ جہان آفرین ادا کیا۔

کرامت۔ ایک امیر نے جو حضرت کے مریدوں میں سے تھا ایک دن یہ سُنا کہ آپ بادشاہ کے وزیر کے گھر تشریف لے گئے ہیں وہ یہ سُنکر بہت دل تنگ ہوا اور اُس نے کہا کہ آپ کو دنیاداروں کے گھر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اُس وقت وہاں ایک درویش صاحب جو آنجناب کے مخلصوں میں سے تھے۔ موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت کسی مسلمان کی حاجت روائی یا رواجِ دین کیلئے تشریف لے گئے ہونگے اولیاء اللہ پر اعتراض کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اُس امیر نے اُسی رات خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت رجال الغیب کی آئی اور اُس امیر کو مجرموں کی طرح کھینچ لے گئی۔ اور چھری نکال کر اُس کی زبان کاٹنی چاہی اور کہا کہ کیوں تو نے حضرت پر اعتراض کیا۔ اُس نے بہت کچھ توبہ و استغفار کی تب کہیں اُس کو معاف کیا گیا۔ پھر کبھی اُس نے حضرت پر اعتراض نہ کیا اور اعتقاد و انقیاد اُس کا کامل ہوا۔

کرامت۔ حضرت کے ابتدائی زمانہ میں کہ آپ کی شہرت آغاز نہ ہوئی تھی ایک جوہری کے مکان میں چوری ہوئی۔ کوتوال نے آدمیوں کو بھیجا کہ اس مکان کے ہمسائے

کے لوگوں کو پکڑ کر لائیں۔ وہ ناخدا ترس آئے۔ اور حضرت سے کہا کہ آپ کو کوتوال بلا رہا ہے۔ حضرت اُسی وقت گھر سے باہر نکلے تھے۔ اور اصحاب حاضر نہ تھے۔ آپ کوتوال کے پیادوں کے ہمراہ پیدل تشریف لے گئے۔ کوتوال نے حضرت کو دیکھا تو تھر تھرانے لگا۔ اور فوراً آپ کو رخصت کر دیا۔ مگر تیر نشانہ سے نکل گیا تھا۔ اُسی روز یا دوسرے روز کوتوال کی شہر کے لوگوں سے جنگ ہوئی۔ غیب سے ایک آگ اُس کے گھر پر گری اور کوتوال بھائیوں اور لڑکوں سمیت جو اُس گھر میں تھے ایسا جل گیا کہ صفحۂ روزگار پر اُن کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

کرامت۔ ایک امیر زادے کو سلطانِ وقت نے لاہور سے اس خیال سے طلب کیا کہ آتے کے ساتھ ہی اُس کو بوجہ اُس کے خطا کے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال دیا جائے۔ وہ امیر زادہ جب سرہند پہنچا۔ تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عجز و نیاز سے آستانہ عرش نشان پر اُس نے سر جھکایا۔ اور اپنی جان بخشی کے لئے التماس کیا۔ حضرت تھوڑی دیر مراقب رہے اور ارشاد فرمایا کہ اطمینان رکھو بادشاہ سے کچھ تکلیف تم کو نہ پہنچے گی بلکہ انواع الطافِ شاہانہ سے سرفرازی پاؤ گے۔ اُس نے حالت اضطرار میں عرض کیا۔ کہ حضرت ایک نوشتہ لکھ دیں تاکہ خاطرِ حزیں تسلی پائے۔ حضرتؒ نے اُسکی اطمینانِ خاطر کے لئے کاغذ پر لکھ دیا کہ فلاں امیر زادہ نے خوف غضب سلطانی سے فقرا کی خدمت میں رجوع کیا ہے اور فقرا نے اس کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اس مہلکہ سے اُس کو رہائی دے دی ہے چند روز کے بعد کچھ لوگوں نے خبر دی کہ بادشاہ اُس پر غصہ ہوا۔ اور ایسی ایسی تکلیفیں اُس کو پہنچیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہماری نظر میں صبح روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ لطف و مرحمت شاہانہ اُس پر نازل ہو رہے ہیں۔ اور اُس خبر میں شائبہ صدق کا نہیں ہے۔ دو تین روز کے بعد مطابق ارشاد گرامی لگاتار خبریں آئیں کہ بادشاہ امیر زادہ کو دیکھتے ہی مسکرایا اور چند کلمے نصیحت کے اُس سے کہے اور بالطاف خسروانہ خلعت خاص عطا کیا۔ اور خدمت مقررہ پر روانہ کر دیا۔

کرامت۔ ایک درویش آپ کے مخلصوں میں سے ملتان سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری اہلیہ حضرت کی مخلصہ ہے اور چند سال سے

مختلف امراض میں مبتلا ہے۔ اطبا اُس کے علاج سے عاجز آ گئے ہیں۔ اب حضرت حضرت سے توجہ کی اُمید ہے۔ فرمایا کہ فاتحہ اُس کی شفا کے لئے پڑھو۔ اُس نے نہایت تضرع سے درخواست کی کہ حضرت اُس کو اپنے ضمن میں لے لیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ درویش نے عرض کیا۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

جب اُس کی التجا و تضرع درجہ کمال کو پہنچ گئی تو فرمایا کہ مطمئن رہو۔ ہم نے اُس کو اپنے ضمن میں لے لیا۔ درویش رخصت ہو کر وطن چلا گیا اور وہاں سے ایک عرضی لکھی کہ "جس دن کہ حضرت نے میری اہلیہ کو اپنے ضمن میں لیا ہے۔ اُسی دن اُس کو صحت کامل حاصل ہو گئی" حضرت نے اُس کو پڑھ کر فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

کرامت۔ ایک دولتمند کو کہ اس خاندان عالی شان کا بزرگ زادہ تھا اور اُس کی والدہ کسی بادشاہ کی اولاد میں سے تھی۔ مرض قولنج عارض ہوا اور ایک مدت تک رہا۔ اطبا حاذق کے معالجات سے کچھ آرام نہ ہوا۔ زندگی کی امید سے ہاتھ دھو کر حضرت کے ایک مخلص کے توسط سے آنجناب کی خدمت میں عرض کرایا حضرت نے بوقتِ سحر اُس کے حال پر توجہ کی اور صبح کو اپنے اس مخلص سے فرمایا کہ جاؤ اور اس عزیز کو صحت کی بشارت دو۔ وہ حسب بحکم اُس کے پاس گئے۔ اور دیکھا کہ مریض اپنے بستر پر پڑا ہوا ہے۔ اُس سے کہا کہ تم کو صحت ہو چکی اب کیوں لیٹے ہو۔ مریض نے کہا کہ اصل بات کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ کل آنجناب رض۔ نے نوید صحت تم کو دی ہے۔ وہ اُسی وقت اُٹھا اور اُس نے بیماری کا اپنے اندر بالکل اثر نہ پایا +

کرامت۔ مولانا محمد امین کہ ابتدا میں خواجہ سورتی کے مرید تھے۔ مرض شدید میں مبتلا ہوئے۔ کہ دعا اور دوا نے اثر کرنا چھوڑ دیا۔ ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور بصد نیاز و انکسار ایک عرض داشت ارسال کر کے توجہ فرمائی کے لئے التماس کی۔ اور کچھ کپڑا تبرک کا طلب کیا۔ حضرت کو اُن پر رحم آیا عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ضعف کی شدت سے اندیشہ نہ کرو ہمارا دل تمہاری طرف سے مطمئن ہے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور صحت پاؤ گے۔ فقیر کا کپڑا تم نے طلب کیا تھا

اس لئے ایک پیراہن بھیجا جاتا ہے۔ پہنو اور اُس کے نتائج و ثمرات کے امیدوار رہو کہ کثیر البرکت ہے بیت

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ ایست وانکہ دیدش نقد خود مردانہ ایست

جو شخص کسی قصہ کو بطور کہانی کے پڑھ کر چھوڑ دیتا ہے وہ اُس کے لئے قصہ اور کہانی ہے اور اگر کوئی شخص اس سے اپنے لئے کچھ نتیجہ نکالتا ہے۔ وہ جوانمرد ہے +

مولانا نے پیراہن پہنا اور برسوں کی بیماری سے فوراً رہائی پائی۔ اور مرید صادق عقیدہ بنے اور تمام عمر جمعیت اور استقامت سے حضرت کی خدمت میں بسر کی اور حضرت کے فیوض و برکات سے بہرہ حاصل کیا۔ اور اصحاب خاص میں داخل ہوئے اور میرا خیال ہے کہ اجازت تعلیم طریقہ بھی حضرت ہی سے لی تھی +

کرامت آنجناب کے مخلص ایک دولتمند نے بیان کیا ہے کہ میں کسی ضروری کام کیلئے لاہور سے بقصد اکبرآباد روانہ ہوا۔ سرہند میں حضرت کی خدمت میں گیا۔ اسی زمانہ میں ایک مرض نے گھیرا خیال ہوا کہ چند روز سفر موقوف کرکے یہیں مقیم رہوں حضرت نے فرمایا کہ جاؤ سب خیریت رہیگی۔ کہ کار ضروری درپیش ہے اُسی وقت ساری بیماری جاتی رہی۔ میں روانہ ہوا اور تین روز تک تندرست رہا۔ چوتھے روز پھر مرض نے عود کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت نے کہا تھا کہ جاؤ خیریت ہے، اور اب بخار غلبہ کر رہا ہے۔ جو باعث تعجب ہے +

اسی اثنا میں حضرت تشریف فرما ہوئے۔ اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو میں نے تمہارا مرض نکال لیا ہے اُٹھو اور رستہ طے کرو۔ اُسی وقت آثار ضعف جاتے رہے۔ اور تمام و کمال صحت حاصل ہوگئی +

کرامت۔ نواب خان خاناں مرحوم صوبیدار دکن تھے اور اس پر مامور تھے کہ ممالک دکن تصرف و تملک میں لائیں۔ ایک مدت دراز یونہی گذر گئی معتمدان سلطنت نے عرض سلطانی میں پہنچایا۔ کہ خان خانان نے پوشیدہ غنیم سے صلح کر لیا ہے۔ اور بظاہر جنگ میں مشغول ہے پادشاہ نے فوراً خان خاناں کو معزول کر دیا اور خطرہ اس امر کا ہوا کہ کہیں قتل نہ کرا دے +

خان موصوف خدمت میر محمد نعمان خلیفہ آنجناب میں کہ برہانپور میں مقیم تھے۔

وسیلہ جو ہوا۔ میر صاحب موصوف نے آنجناب رضی کی خدمت میں عاجزی اور التجا کے ساتھ اس بارہ میں عرض کیا۔ حضرت نے بعد ملاحظہ فرمانے میر صاحب موصوف کے خط کے قلمدان طلب کیا۔ اور جواب میں تحریر کیا۔ کہ آپ کے مکتوب کے مطالعہ کے وقت خان خانان نظر رفیع القدر میں آئے۔ خاطر شریف اُس کے معاملہ سے جمع ہے۔ حضرت میر صاحب نے حضرت کے مکتوب کو بجنسہ خان خاناں کے پاس بھیجدیا انہوں نے کہا کہ توجہ اولیاء اللہ سے ایسا ہونا تعجب کی بات نہیں ہے مگر بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کہ بادشاہ سلامت نہایت بدگمان ہو گئے ہیں اور حاسد لوگ فکر میں ہیں ✦

حضرت کا مکتوب پہنچکر دس بارہ دن نہ ہوئے تھے کہ پادشاہ کا دل خانخاناں کی طرف سے صاف ہو گیا۔ اور پھر صوبہ داری ملک دکن سرفراز کی گئی۔ اور خلعت خاصہ عطا فرمایا ✦

تصرف ایک درویش نے کہ ابھی وہ خدمت آنجناب میں حاضر نہ ہوا تھا۔ ایک عرضی لکھی کہ صحابہ حضرت نبی علیہ السلام صرف ایک صحبت کی وجہ سے اولیاء کاملین سے افضل ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ غالباً پہلی صحبت میں اُن کو وہ کمالات دیدئے جاتے ہونگے۔ جو تمام مقامات اولیا سے اعلےٰ ہونگے ✦

حضرت قدس سرہ نے اُس کو یہ جواب دیا کہ حل اس عقدہ کا صحبت پر موقوف ہے۔ درویش صفاکیش حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پہلی ہی ملاقات میں حالت غریب اُس پر طاری ہوئی۔ اور اُسی دن اس کو حضرت رح نے خلوت میں طلب فرما کر کہا کہ آج تمہارا ادرق ہم نے لوٹ دیا ہے اور تمہارے حال کی صورت بدل گئی۔ تم بھی متحقق ہوا نہیں۔ اُس نے اپنا سر آپکے قدموں پر رکھا اور اپنے حال کی کل کیفیت عرض کی اور صحبت کی فضیلت کا معترف ہوا ✦

تصرف ایک درویش حضرت کی خدمت میں آیا۔ اُس کا دل ایسا ذاکر تھا کہ اُس کا ہم نشین سنتا تھا۔ بالخصوص جب کہ وہ سوتا تھا تو دور تک آواز ذکر کی جاتی تھی۔ اُس کو بعض مشائخ عصر سے خلافت بھی حاصل تھی۔ اور حضرت سے بھی اُس کو یہی توقع تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ درویش صاحب استعداد ہے مگر غلبہ ذکر اور

خلافت مشائخ نے اُس کو غرور اور خودپسندی میں ڈال دیا ہے۔ اور اُس کی راہ ترقی مسدود کر دی ہے۔ اُس کا علاج اِن حالات کے سلب کر لینے سے ہوگا۔ دو روز میں حضرت نے اُس کا حال سلب کر لیا۔ درویش نے گریہ زاری شروع کی اور اشک حسرت اُس کی آنکھوں سے جاری تھی۔ چند روز توجہ اُس کے حال پر نہ کی کہ عجب پندار اُس کے دماغ سے نکل گیا۔ اُس کے بعد آپ نے اُس کو خلوت میں طلب کر کے معاملات اور مقامات عطا فرمائے اگرچہ اس کا پہلا وکران معاملات کے مقابلہ میں زینہ اول کی نسبت بھی نہیں رکھتا تھا۔ وہ درویش نے اپنی پہلی حالت کی بابت نقص کا اقرار و اعتراف کیا۔

کرامت۔ جس زمانہ میں کہ حضرت اجمیر شریف میں تشریف فرما تھے ماہ مبارک رمضان عین برسات میں آیا بارش بکثرت ہو رہی تھی اور شب و روز اُس سے فرصت نہ ہوتی تھی۔ حضرت مسجد میں نماز تراویح میں قرآن پڑھا کرتے تھے نقص ہوا اور غلبہ حرارت سے آپ کو اور آپکے درویشوں کو بہت تکلیف پہنچی۔ ایک رات نماز تراویح کے بعد حضرت مسجد سے نکلے اور سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا کہ اگر تین ختم قرآن تک جو ہماری سنت دائمی ہے بارش شب میں فرصت دے تو کیا اچھا ہو۔ ایسا ہی ہوا۔ کہ ستائیسویں شب تک کہ تین ختم قرآن تمام ہو گئے تھے۔ پانی شب میں نہ برستا تھا۔ ستائیسویں رات کو اتنا پانی یکبارگی برسا کہ گویا دہانہ مشک بند تھا! در اب اُسے کھول دیا گیا ہے۔

کرامت۔ کہتے ہیں کہ اجمیر شریف کی مسجد کی جنوبی دیوار کی بنیاد کمزور ہو گئی تھی اور قریب گرنے کے تھی گویا آج کل میں گرنے والی تھی۔ جو شخص اُس کے سامنے سے گذرتا۔ تو بھاگ کر نکل جاتا۔ آپ کے مریدوں کے دلوں میں اس دیوار کا ہمیشہ خوف غالب رہتا تھا۔

ایک روز حضرت نے بطور مذاق کے فرمایا کہ جب تک کہ ہمارے فقرا یہاں ہیں اُن کی خاطر سے نہ گرے گی چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا کہ جب تک کہ حضرت وہاں رہے۔ دیوار قائم رہی۔ جس دن کہ آنجناب نے وہاں سے کوچ کیا تو حضرت کا اور آپکے مرید کا اُس دیوار سے آگے بڑھنا اور دیوار کا گرنا ایک ساتھ ہوا۔ حالانکہ بارش کا موسم بھی نہ تھا گویا کسی نے ایک تھم دیوار کے نیچے رکھ دیا تھا کہ اُس کے ہٹانے سے دیوار فوراً گر گئی۔

کرامت۔ خواجہ جمال الدین حسین فرزند حقائق پناہ خواجہ حسام الدین احمدؒ

کہ والد بزرگوار کی ہدایت و حکم سے سرہند میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے فرماتے تھے۔ کہ جب میں خدمت عالی میں آیا۔ اور حضرت نے مجھ کو ذکر بتایا۔ اور توجہ فرمائی تو تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے دل میں کسی عورت کی محبت کا نقش ایسا جما ہوا پاتا ہوں۔ جس طرح کہ پتھر مٹی میں۔ سچ کہو کہ یہ کیا بات ہے جب تک کہ اُس کی محبت کا نقش تمہارے دل سے نہ نکل جائیگا۔ خدا کی محبت سے تم مستفید نہیں ہو سکتے۔ میں نے کہا کہ میری پھوپھی کی ایک کنیز سے میرا تعلق ہے اور میں اُس کا شیفتہ ہوں اُس کے بعد آپ نے توجہ فرمائی اور اُس کے تعلق سے میرا دل پاک کر دیا۔ اُس کی محبت اس طرح میرے دل سے جاتی رہی کہ گویا کبھی اُس سے اُلفت ہی نہ تھی ۔

کرامت۔ حضرت کے ایک مخلص قدیم نے زمانہ شدت وبا میں حضرت سے عرض کیا کہ ہمارے محلہ میں بلکہ مکان کے گرد وبا شدت سے پھیلی ہے میں حضرت کی توجہ اور تصرف سے التماس رکھتا ہوں۔ کہ مریدین مخلصین کی اس وبا سے جان بخشی ہو جائے اور اُس زمانہ میں وبا کی یہ حالت تھی کہ اگر کسی گھر میں ایک شخص مبتلائے مرض ہو جاتا۔ تو پھر شاید ہی کوئی مکان والوں میں سے بچتا تھا۔ ورنہ سب کو خوف ہلاکت رہتا تھا حضرت مراقب ہوئے اور کچھ دیر کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا کہ اطمینان رکھو تمہارے گھر والے ایک کنیز کے سوا باقی سب محفوظ رہینگے۔ پس ایسا ہی ہوا کہ ہماری ایک ماما وبا میں مر گئی۔ اور باقی سب لوگ اس بلا سے محفوظ اور سلامت رہے ۔

کرامت حضرت کے ایک مخلص معتقدین میں سے ایک صاحب نے حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ میرا لڑکا بیمار ہے اور وہ کچھ نذر بھی حضرت کے روبرو پیش کرنے کیلئے لائے۔ اور دعا صحت کے لئے درخواست کی حضرت نے اس کی نذر قبول نہ فرمائی بہت کچھ اُس نے التجا کی۔ مگر قبولیت نہ ہوئی۔ حالانکہ آپ کا طریقہ ردِ فتوح کا نہ تھا اِس سے سب کو یقین ہو گیا کہ اس لڑکے کا بچنے والا نہیں ہے پس ایسا ہی وقوع میں آیا۔ کہ اُسی روز شام کو لڑکے نے انتقال کیا ۔

کرامت ایک عالم نے جو حضرت کے مخلصوں میں سے تھے بیان کیا۔ کہ میرا ایک عزیز تھا جس سے مجھ کو بے حد محبت تھی۔ وہ بیمار ہو گیا حکیموں کے علاج اور عزیزوں کی دعاؤں سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا

اور توجہ کے لئے درخواست کی حضرت نے قبول فرمایا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مجھ کو یاد فرمایا۔ میں حاضر ہوا ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس کی مغفرت کیلئے فاتحہ پڑھ دی ہے میں بہت متعجب ہوا۔ اور اس کے مسکن کو جو شہر سے کئی میل تھا۔ روانہ ہوا کہ اس کی خبر گیری کروں۔ جب میں اس کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ لوگ اس کے دفن سے فارغ ہو چکے ہیں +

کرامت۔ ایک درویش صفاکیش نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مرض سنپاتی نے مجھ پر سخت حملہ کیا۔ کہ حرکت کرنے کی طاقت بھی نہ رہی تھی۔ زندگی کی اُمید نہ رہی تھی اس حال میں میں حضرت کی رُوح پرفتوح کی طرف متوجہ ہوا۔ اس توجہ میں میں اپنے سے غائب ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرماتے ہیں۔ کہ اٹھ اُس عیسیٰ دم کے اتنا فرماتے ہی وہ میری مدہوشی سب جاتی رہی۔ اور میں ہوش میں آگیا۔ اور اپنی آنکھوں سے اس قدوۂ اولیاء کے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کیا۔ اور میں نے اپنے اندر طاقت اور قدرت پائی۔ اور تیزی کے ساتھ اُٹھا آپ نے فرمایا کہ کیا تحفہ لائے ہو۔ میں نے کہا کہ اخلاص۔ فرمایا کہ پھر سب چیزیں لے آئے ہو اور یہ فرما کر غائب ہو گئے۔ میں نے غور کیا تو مرض کا مطلقاً اثر باقی نہ تھا +

کرامت۔ ایک صوفی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حج کرنے کا ارادہ مجھ پر غالب ہو گیا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں اپنا حال عرض کیا۔ اور رخصت کیلئے اجازت چاہی۔ آپ نے ایک لحظہ سکوت فرمایا اور مراقب ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تم کو حج کے میدان میں نہیں پاتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس ارشاد کو آج تیس برس گذر گئے ہیں جب کبھی ارادہ سفر کا کیا عزیمت فسخ ہو گئی اور جانے کا سامان نہ ہو سکا +

کرامت۔ حضرت کے بھائی شیخ مسعود قندھار جانے کیلئے روانہ ہوئے۔ ایک روز صبح کے وقت حضرت نے محرمانِ اسرار سے فرمایا کہ شیخ مسعود کو قافلہ قندھار میں تلاش کیا۔ پتہ نہ چلا پھر قندھار میں ڈھونڈا وہاں بھی نہ ملا۔ بلکہ سرہند سے قندھار تک منزل بمنزل تلاش کی مگر کچھ معلوم نہ ہوا۔ بلکہ تمام زمین کو چھان ڈالا۔ کچھ پتہ نہ چلا غالباً اُن کا انتقال ہو گیا ہے۔ پھر توجہ کر کے فرمایا کہ اُس کی قبر بلدہ قندھار کے اطراف میں نظر آئی ہے۔ غالباً آج ہی وفات ہوئی ہے۔ سامعین نے تاریخ اور روز لکھ لیا۔

ایک مدت کے بعد جب قافلہ واپس آیا اور شیخ مسعود کا حال اُن سے دریافت کیا گیا تو اُن لوگوں نے کہا کہ فلاں روز فلاں ماہ فلاں وقت اُن کی وفات ہوئی اور اطراف بلدۂ قندہار میں مدفون ہوئے گویا وہی دن وہی تاریخ وہی مہینہ تھا۔ جو کہ آپ نے فرمایا تھا +

کرامت ۔ حقیر کے چچا شیخ محمد بیان کرتے ہیں کہ صفر اصفہان سے واپسی میں گھوڑے پر سے میری خرجین گر گئی۔ اور میں اُس کی تلاش کے لیئے سواری سے اُتر پڑا۔ اور اتنا وقت گذر گیا کہ قافلہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور میں قافلے سے جُدا ہو گیا۔ سوائے پہاڑ اور جنگل کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ میں حیران و پریشان گریان و بریان ہر طرف دوڑا۔ مگر قافلہ کا کہیں پتہ اور نشان نہ ملا۔ زندگی سے میں نے ہاتھ دھو لیئے۔ اور ایک چشمہ کے کنارہ بیٹھ کر وضو کیا اور گریہ وزاری کے ساتھ بارگاہِ حضرتِ قطب انام میں یعنی آپ کی طرف میں متوجہ ہوا۔ اور آپؒ سے مدد طلب کی کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت قبلۂ صفا کیشان اسپ عراقی پر سوار پیدا ہوئے اور میرے پاس آ کر کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ اپنا ہاتھ مجھ کو دو۔ پس میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھوڑے پر مجھ کو بھی سوار کر لیا اور گھوڑے کے کوڑا مار کر تیز دوڑایا۔ کہ ایک گھڑی کے بعد قافلہ نظر آنے لگا۔ تب مجھ کو گھوڑے سے اُتار دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اب تم قافلہ میں چلے جاؤ۔ میں جانب قافلہ روانہ ہوا۔ اور پیچھے پھر کر دیکھا تو آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے +

کرامت ۔ سرہند کے ایک قاضی زادہ صاحب حضرت کی خدمت میں ارادت قوی رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسے بیمار ہوئے۔ کہ حکما نے اُس کی بیماری کو لاعلاج کہہ دیا۔ اور ناامیدی چھا گئی۔ انہوں نے حضرت کی خدمت میں ایک نیاز نامہ بھیجا۔ اور بصد عجز و انکسار التماس کیا۔ کہ ایسی توجہ و امداد فرمایئے کہ مخلص صحت پائے۔ حضرت نے اُس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہم نے تم کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اس بیماری سے انشاء اللہ تم ضرور صحت پاؤ گے اطمینان رکھو۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت کی توجہ و بشارت کے طفیل میں اُن کو فوری صحت عطا فرمائی۔ جب کسی مجلس میں حضرت کا ذکر خیر ہوتا ہے تو وہ اس نسخہ کو بہت ہی آب و تاب اور ذوق و شوق سے بیان کیا کرتے ہیں۔

حضرت کا وہ نوشتہ بھی اب تک اُن کے پاس تبرکاً موجود ہے ◆

کرامت نواب سید مرتضیٰ خاں مرحوم کو اعتماد سلطنت سلطانی اور حاکم وقت تھے قلعہ کانگرہ کے فتح کرنے کیلئے کہ ہندوستان کے مستحکم قلعوں میں مشہور ہے متعین ہوئے نواب موصوف حضرت کے مخلص خاص تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک نیاز نامہ لکھا کہ وقت امداد ہے۔ توجہ فرمائیے تاکہ حصنِ حصین میرے ہاتھ پر فتح ہو۔ حضرت نے خط پہنچنے کے دوسرے روز اپنے مریدوں سے فرمایا کہ آج سحر کے وقت ہم نے توجہ کی تھی تو معلوم ہوا کہ قلعہ مرتضیٰ خاں کے ہاتھ پر فتح نہ ہوگا۔ اور یہی جواب تحریر کردیا گیا۔ چند روز نہ گذرے تھے کہ سید مرحوم کی خبر وفات پہنچی اور قلعہ فتح نہ ہوسکا ◆

کرامت۔ سلطان وقت نے راجہ بکرماجیت کو کہ معتمدین مملکت سے تھا نواب مرتضیٰ خاں مرحوم کے جز وفات پانے کے بعد مہم قلعہ کانگرہ پر تعینات فرمایا۔ راجہ مذکور حضرت کی خدمت میں بصد عجز و نیاز حاضر ہوا۔ اور کمال تواضع و ادب کے بیٹھا اور اپنے اسلام باطنی کے حالات بیان کئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص باطناً مسلمان ہو اور بظاہر علامات کفر و انکار میں رہے۔ تو وہ کافر نہیں ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ بندگان سلطان نے مجھ کو مہم قلعہ کانگرہ پر متعین فرمایا ہے اور یہ مہم ایسی سخت ہے کہ نواب مرتضیٰ خاں جیسا اُس میں کامیاب نہ ہوسکا۔ میں حیران ہوں کہ کفار نگوسارہ کے دار الحرب کیونکر حملہ کروں۔ مگر یہ کہ حضرت دستگیری فرمائیں۔ اور بشارت دیں کہ قلعہ میرے ہاتھ پر فتح ہو جائیگا۔ حضرت نے فرمایا کہ کفار دار الحرب کے ساتھ جنگ کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے مگر تم جب ایک واجب کو ادا کرکے اوروں کے اوپر سے اُس کو ساقط کرتے ہو تو ہم کیونکر تمہارے لئے دعا نہ کرینگے۔ اُس نے جو آپ کو اپنے ساتھ مہربان پایا اس لئے زیادہ الحاح وزاری شروع کی۔ اور عرض کیا کہ جب تک کہ حضرت فتح کی بشارت نہ دینگے میں یہاں سے نہ اُٹھونگا۔ حضرت نے پہلی ہی بات کا اعادہ فرمادیا۔ اُس نے پھر التجا و زاری کی۔ حضرت نے دیکھا کہ اس کو کسی طرح تسلی نہیں ہوتی ہے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے مراقب ہو گئے۔ اُس کے بعد فرمایا کہ فتح تمہاری ہے۔ اطمینان کے ساتھ جاؤ۔ پس راجہ مذکور بہزار انکسار اجازت لیکر رخصت ہو گیا اور مدت قلیل میں قلعہ مذکور کو سلاطین متقدمین میں سے بھی با وجود عظیم محاربات کے

کم فتح کر سکے تھے۔ آنجناب کی توجہ سے اُس کے ہاتھ پر فتح ہو گیا۔

کرامت حضرت کے ایک مخلص سید صحیح النسب نے بیان کیا کہ میں ملک دکن کے شہر اُجین میں لشکر کے ساتھ تھا۔ ایک روز حال کے قبض نے مجھ پر غلبہ کیا۔ میں تفریح خاطر کے لئے خیمہ سے نکلا اور بازار میں ایک دکان پر بیٹھ گیا۔ اس اثنا میں ایک درویش نے کہ آثار ریاضت و علامات جذبہ اُس سے ظاہر تھے۔ مجھ سے ملاقات کی اور سلام کیا میں نے جواب دیا۔ اُس نے کہا کہ میں یہاں کے پہاڑوں میں گوشہ نشین رہا کرتا ہوں اور اپنا وقت خلق سے علیحدگی اور دوری اور خلوت و عزلت میں گزارتا ہوں اور وہاں سے باہر نہیں نکلتا ہوں۔ میں حضرت کا مرید ہوں۔ اور اُس وقت حضرت کی خوشبو میری مشامِ جان میں آئی۔ میں اُس کی جستجو میں روانہ ہوا۔ اور اب وہ خوشبو تم میں پا رہا ہوں میں نے کہا کہ میں بھی حضرت کا مرید ہوں۔ اور نسبت کی کشش آپ کو کھینچ لائی۔ ہماری باہمی ملاقات دیر تک رہی اور ہر طرح کے تذکرے ہوتے رہے۔ اور اثنائے تذکرہ میں اُس نے یہ بھی کہا کہ میں مدتوں تک حضرت کی خدمت میں رہا کرتا ہوں۔

کرامت ایک رات نماز عشاء کے بعد حضرت متوجہ خلوت خاص ہوئے آپ کا ایک عزیز اس وقت حاضر نہ تھا اُس نے مجھ سے کہا کہ ماحضر تیار ہے اگر قبول ہو تو ہم دونوں مل کر کھا لیں۔ میں نے قبول کیا۔ اُس خدا ناترس نے راستہ میں حضرت کا شکوہ و شکایت شروع کی۔ میں اُس کی رفاقت سے بیزار ہو گیا۔ مگر صبر کر کے اُس کے گھر تک گیا۔ اُس نے کھانا میرے سامنے رکھا۔ اور خود بھی میرے برابر بیٹھا اتنے میں اُس کے تمام اعضا حضرت کی تلوار سے کٹ کر گر گئے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ میں کانپنے لگا اور مارے خوف کے وہاں سے بھاگا۔ اور حضرت کے دروازہ پر جا کر دم لیا دیکھا کہ حضرت خلاف عادت دروازہ پر کھڑے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور اُسی شخص کے گھر پہنچے۔ حضرت گھر میں گئے اور میں دروازہ پر کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد برآمد ہوئے۔ اور وہ شخص بھی تندرست و سلامت آپ کے ہمراہ تھا۔ حضرت اُس کو رخصت کر کے واپس ہوئے۔ اور اپنے مکان پر تشریف لے آئے میں متحیر تھا کہ ابھی اُس کو مقتول پایا تھا۔ اور اب اُس کو زندہ بے زخم دیکھ رہا ہوں حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے کسی نامحرم سے اُس کا اظہار نہ کرنا۔

تصرف ایک صوفی نے بیان کیا کہ میں شروع زمانہ طلب خدا میں ایک دن کمال طلب سے اپنے اوپر غصہ ہوا اور اپنی ناکامی کی وجہ سے اپنے اوپر بگڑا مجھ کو میرے دل جوش و خروش نے بیقرار اور بے آرام اور بے خور و خواب کر دیا تھا میں دیوانہ وار پھرتا اور اپنی بے نصیبی پر افسوس کر رہا تھا۔ میرے اس اضطراب میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی تھی۔ اگر صحرا میں جاتا۔ تو جنون زیادہ ہوتا۔ اور خلوت میں رہتا تو اضطراب عقا تھا۔ ایک دن خانقاہ ملائک پناہ آنجناب علیہ الرضوان میں آیا حضرت اس وقت دروازہ پر تشریف فرما تھے اور اصحاب حلقہ کئے ہوئے دست بستہ باادب تمام سر جھکائے ہوئے کہ گویا اُن کے بدن میں جان ہی نہیں ہے کھڑے ہوئے تھے میں ابھی دروازہ پر نہیں پہنچا تھا کہ حضرت میرے آنے سے مطلع ہو گئے۔ اور سر مبارک کو دروازہ سے نکال کر فرمایا کہ اے فلاں جلدی آؤ۔ جلدی آؤ۔ میں دوڑ کر آپ کے قریب گیا۔ کمال بندہ نوازی و سرفرازی سے میرے گریبان میں دست مبارک ڈال کر فرمایا کہ فلاں نعمت جو تم کو پہنچی ہے تمہارے ہمعصروں میں کسی کو نہیں ملی حضرت کا یہ ارشاد آب زلال تھا جس نے میری آتش طلب کو بجھا دیا۔ اور بے قراری و بیدلی و بے آرامی و جوش خروش سب سکون اور آرام سے بدل گیا +

کرامت ایک حافظ صاحب کہ ہمیشہ تراویح میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور حضرت کے قدیم خادم تھے۔ بیان کرتے تھے کہ حضرت ایک بار اپنے شروع زمانہ مشیخت میں تفریح کے لئے نکلے۔ پہلے آپ قصبہ مستکان میں گئے اور وہاں سے قصبہ کیتھل زیارت حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ کے لئے روانہ ہوئے۔ اور وہاں سے مراجعت کر کے اجراور تشریف لائے۔ اور درگاہ حضرت شیخ احمد اجراوری میں بغرض زیارت تشریف فرما ہوئے میں پوری منزل آپ کے رکاب میں چلا تھا۔ اس سے میرے اعضا گرم ہوئے۔ اور میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ ہوا بھی نہایت گرم تھی تشنگی نے غلبہ کیا۔ میں ٹھنڈا پانی لے کر پی گیا۔ بمجرد پانی کے پینے کے میرا حال متغیر ہوا اور چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور ضعف دل پیدا ہو گیا۔ مجھ کو یہ محسوس ہوا کہ گویا روح پاؤں کی طرف سے نکل کر میرے سینہ تک آگئی ہے لوگ میرے پاس جمع ہو گئے اس اثنا میں آپ گنبد سے نکلے اور فرمایا کہ یہ کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ چونکہ میں

گرمی میں آیا تھا اور پیاس غالب تھی پانی پی گیا ہوں اُس سے ضعف دل پیدا ہوگیا اور میری جان نکل رہی ہے۔ فرمایا کہ اس کو میری پالکی میں بٹھا کر لاؤ۔ اور خود آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اصحاب سے فرمایا کہ اس کی جان نکل جانے کے قریب ہو گئی تھی۔ میں نے اس کو اپنے ضمن میں لے لیا ہے۔ اور اب وہ فوراً صحت پائیگا تھوڑا راستہ طے ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ میں صحت اور قوت پائی اور پالکی سے اُتر آیا اور حضرت کی رکاب سعادت میں منزل تک پہنچا۔

کرامت حافظ صاحب مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ میں کم سنی میں حفظِ قرآن مجید کرتا تھا۔ سفر الہ آباد پیش آیا۔ اور تلاوتِ قرآن متروک ہو گئی اور حفظِ قرآن رُک گیا۔ چند سال اسی حال پر گذر گئے۔ ایک مدت کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر وطن آیا۔ اسی زمانہ میں آپ بھی حضرت خواجہ سے رخصت ہو کر آئے تھے اور اپنے مکان کے روبرو ایک مسجد نئی تیار کرائی تھی۔ اور زمانہ رمضان کا تھا۔ میں حضرت کی ملازمت میں آیا۔ فرمایا حافظ صاحب تراویح میں ہم کو قرآن پڑھ کر سُناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ سلسلہ حفظ چھوٹ گیا ہے۔ فرمایا کہ تم پڑھ لوگے۔ میں نے دو تین مرتبہ مکرر عرض کیا۔ حضرت نے وہی جواب دیا۔ پس بہ تعمیلِ ارشاد حضرت میں نے شروع کیا اور آپ کی برکت سے دو رکعت میں اکیس ۲۱ پارہ پڑھے اور حضرت نے کھڑے ہو کر سُنا۔ اور اصحاب میں سے کوئی کھڑا نہ رہ سکا۔ شب دوم میں قرآن شریف ختم کر دیا۔ اور بہت ہی کم غلطیاں ہوئیں۔ یہ آپ کا صرف تصرف تھا۔ ورنہ قرآن مجید مجھے یاد نہیں رہا تھا۔

کرامت حافظ صاحب موصوف یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ تراویح میں حضرت کے حضور میں قرآن پڑھ رہا تھا۔ چھ پارہ ختم ہو جانے کے روز مجھ پر تپِ محرق نے غلبہ کیا۔ اور اتنا بے ہوش کر دیا کہ نماز عصر قضا ہو گئی۔ شام کے وقت ہوش آیا میں افطار کے بعد اسی نقاہت و ضعف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بخار غالب ہو گیا ہے۔ حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ بخار سخت ہے مگر تم تراویح پڑھ سکتے ہو۔ میں نے کہا کہ حالت ایسی ہے۔ لیکن اگر حضرت کی توجہ اور مدد رفیق ہو تو پڑھ سکونگا۔ فرمایا کہ جلدی کر

پڑھو کہ خیریت ہے۔ میں نے جب تراویح میں قرآن پڑھنا شروع کیا۔ ٹھنڈا پسینہ آیا اور بخار بالکل جاتا رہا۔ اور حضرت کے نفس عیسوی کی برکت سے عافیت و صحت سے کلام حضرت علام انجام کو پہنچا۔

کرامت۔ خواجہ قاسم قلیچ خانی نے جن کا لقب عقیدت خاں تھا اور وہ حضرت خواجہ کے مقبول نظر تھے۔ آپ کے ساتھ بھی اعتقاد و اخلاص کامل رکھتے تھے آپ سے عرض کیا کہ آپ ایسی کوئی توجہ فرمائیں۔ کہ میں دولتمند ہو جاؤں آپ نے ایک لحظہ توجہ کی اور فرمایا کہ منصب ہزاری تک تم ترقی کرو گے۔ خان موصوف آداب بجا لائے۔ حالانکہ اُس زمانہ میں کچھ بھی اُن کو عہدہ نہ تھا۔ مگر چند ہی روز میں منصب ہزاری پر پہنچے اور مدت العمر اسی عہدہ پر قائم رہے۔

کرامت۔ شیخ یار محمد طالقانی جو کہ حضرت کے مریدوں میں سے ہیں۔ اپنے کسی دوست سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بار اُن کا بھائی بیمار ہوا اور اُسکی زندگی کی اُمید جاتی رہی اور اُس کا کفن بھی آگیا تھا۔ اِس اثنا میں اُس نے حضرت کیلئے ایک اس گائے اور دس روپیہ بطور نذر بھیجے۔ صبح کے وقت حضرت کو خواب میں دیکھا کہ آپنے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا۔ اور فرمایا کہ تو تندرست ہے غم مت کھا۔ وہ خواب سے اُٹھا اور اپنے میں قوت دیکھ کر یکبارگی اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ حاضرین نے خیال کیا کہ ہذیان میں کہ رہا ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ ہذیان نہیں ہے۔ اور قصد حضرت کی زیارت کا اور صحت کی بشارت کی سُنایا۔ پس اُس کو شوربا پینے کے لئے دیا گیا۔ حضرت کی عنایت و کرامت سے اُسی روز صحت کامل حاصل ہو گئی۔ اور مرض کا نام و نشان نہ رہا۔

کرامت۔ آپ کے ایک قدیمی مخلص ساکن انبالہ نے نقل کیا ہے کہ حاکم انبالہ نے میری زمین مدد معاش ضبط کر لی۔ اور کسی قدر زمین جو پہلے ایک مرتبہ اپنی حکومت کے زعم میں اُس نے زیادہ لے لی تھی۔ پھر واپس کر دی تھی پھر وہ ظلم و سختی سے چھین لی۔ ایک روز میں نے موقع پا کر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اُس حاکم نے مجھ پر ایسا ظلم کیا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ زمین سالانہ بندوبست میں ضبط نہ ہو جائے۔ حضرت مراقب ہو گئے اور فرمایا کہ ضبط نہیں ہو سکتی بلکہ حاکم ذلیل ہو گا

مَیں دوسری تحصیل میں زمین کے محاصل کے وصول کرنے میں گیا ہوا تھا کہ اس حاکم کی معطلی کا حکم پہنچا۔ بالآخر وہ محبوس ہو گیا۔ اور اٹھارہ سال تک محبوس رہا۔ پھر اُس زمین کی آمدنی کو دوسرے کسی حاکم نے مجھ سے طلب کیا۔

کرامت۔ ایک روز حضرت کی زبان الہام ترجمان سے نکلا۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مزمل ایک ہولناک گڑھے میں گر گئے ہیں۔ اور وہاں سے نکلنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ چند روز کے بعد خبر آئی کہ شیخ مزمل اطراف سرہند کے پہاڑوں میں تفریح کو گئے تھے۔ اور ایک غار کے کنارہ سے گذر رہے تھے کہ اُن کا پاؤں پھسلا اور غار میں گر پڑے کہ باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔ وہاں سے نکلنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے کہ ایک دہقان نے دور سے دیکھا اور لوگوں کو خبر دی۔ لوگ جمع ہو کر اُس غار کے کنارہ آئے اور شیخ کو اس سے نکالا۔ شیخ موصوف حضرت کے صحابی قدیم اور صاحب اجازت تھے۔

کرامت۔ علامہ فہامی شیخ مبارک اُستاد شاہزادہ ولیعہد نے بیان کیا کہ مَیں نے بعض لوگوں سے سُنا تھا کہ آپ نے لکھا ہے کہ میرا مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہے۔ اِس لئے مجھ کو آپ سے کدورت خاطر تھی۔ جب مادر سے کہ مَیں ہندوستان میں آیا۔ اور سرہند میں منزل ہوئی میری ملاقات ایک قدیم دوست سے کہ اُس سے پہلے چنداں پابند وضع نہ تھا ہوئی مَیں نے دیکھا کہ حلیہ صلاح وتقویٰ سے آراستہ ہے۔ اور سیمائے خدا طلبی وحق پرستی سے پیراستہ ہے مَیں نے اُس سے اُس کا سبب پوچھا۔ تو اُس نے کہا کہ حضرت کی خدمت میں ارادت لایا ہوں اور سعادت حضوری سے مشرف ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی برکت صحبت سے مجھ کو اس مرتبہ پر پہنچایا ہے۔ مَیں نے کہا کہ اُنہوں نے تو ایسا ایسا کتاب میں لکھا ہے۔ اُن کی صحبت میں کیا اثر ہوگا۔ اُس نے کہا کہ خبردار ہزار بار خبردار ایسی باتیں مجھے انکار نہ کرو کہ آپ قطب وقت زمین ہیں۔ اگر تم اُن کو دیکھو اور اُن کی صحبت میں بیٹھو تو حقیقت کار و بار پہچانو گے۔ مَیں نے انکار تشدد کیا کہ آپ کو نہیں دیکھ سکتا ہوں اُس نے بہت اصرار کیا کہ ملاقات ضرور کرو۔ اور اس اعتقادِ فاسد سے رہائی پاؤ۔ مَیں نے دل میں کہا کہ اگر تین باتوں کے جواب سے مجھ کو مشرف فرمائیں تو مَیں معتقد ہوں گا

اوّلاً یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضؓ کی بات کا تذکرہ کریں۔ اور میرے دل سے انکار نکال دیں +

ثانیاً یہ کہ میرے آباؤ اجداد کا ذکر کریں۔ اور اُن کے کسی قدر حالات بیان کریں +

ثالثاً یہ کہ خواجہ خاوند محمودؒ کے حالات کا بھی تذکرہ کریں۔

میں اُس کے ہمراہ آپ کی خدمت میں گیا۔ ابھی مَیں نے آپ کو صرف دُور سے دیکھا ہی تھا کہ رعشہ میرے بدن کے اعضا میں پڑ گیا۔ اور میرے دل پر دہشت غالب ہوگئی اور ترساں ولرزاں حضرت کی پابوسی سے مشرف ہوا۔ اجازت بیٹھنے کی دی۔ پھر آپ نے ایک جزو تکیہ کے نیچے سے نکالا۔ اور میرے ہاتھ میں دیا۔ وہ وہی خط تھا کہ جس سے لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر آپ کی فوقیت کا توہم کرتے تھے۔ آپ نے اُس کو اس طرح سے بیان کیا کہ کسی طرح کا شک وشبہ میرے دل میں باقی نہ رہا پھر فرمایا کہ اے مولانا میر کی کہ تمہارے والد کا نام فلاں ایسا ایسا تھا۔ اور تمہارے دادا ایسے ایسے اور تمہارے پردادا ایسے تھے۔ ہر ایک کا نام اور ہر ایک کے فضائل بیان کئے۔ حالانکہ مَیں آپ کی خدمت سے بالکل ناآشنا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے مجلس برخاست فرمائی۔ اور چاہا کہ مجھ کو وداع کریں مجھے یہ خیال آیا کہ آپؒ نے خواجہ محمودؒ کا ذکر نہ فرمایا۔ آپ نے اُسی وقت فرمایا کہ خواجہ خاوند محمودؒ ہمارے پیرزادے ہیں۔ اور جذبہ موروثی رکھتے ہیں +

راوی کہتا ہے کہ یہ تین کرامتیں حضرت علیہ الرحمۃ سے ایک ہی مجلس میں ہم نے مشاہدہ کیں +

تصرف جس زمانہ میں کہ حضرت لاہور میں تشریف فرما تھے عالم معنوی مولانا جمال تلوی حضرت کی خدمت میں آئے۔ اور خلوت میں آپ سے پوچھا کہ آج آپکا ثانی جامع علوم ظاہر و باطن صفحۂ روزگار پر پیدا نہیں ہے۔ مسئلہ وحدت وجود کہ بظاہر شریعت کے مخالف ہے۔ مگر اولیاء اللہ کثرت سے اُس کے قائل ہیں اُس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت نے توجہ و تصرف فرما کر وہ حال مولانا کو عطا فرمایا۔ اور کان میں چند کلمات فرمائے۔ مولانا کو طاقت نہ رہی کہ ابرِ نیسان کی طرح

آنسو آپ کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ اور آپ کے بشرہ میں ایک تغیر مثل ارباب وجد کے پیدا ہوا۔ مولانا بے طاقت ہو گئے۔ اور بتواضع و انکسار تمام قدمبوسی کر کے رخصت ہوئے۔ مجھے اس تصرف پر ناز ہے۔ عالم زبردست مثل مولانا جمال جن کو دلائل سے معقول کرنا دشوار تھا۔ ایک لمحہ میں اُن کو آپ نے حال عطا فرمایا۔ اور اُن کو اُس مقام پر کہ جس سے وہ خوف کرتے تھے، پہنچا دیا اور اُن کے شکوک و شبہات کو حال وارد کر کے دور کر دیا ✦

کرامت۔ ایک درویش خادم حضرت نے بیان کیا کہ میں قلعہ گوالیار میں بخدمت آنجناب مقیم تھا۔ ایک بزرگ اُس راستہ سے گذرے اور انہوں نے بصد افسوس و حیرت کہلا بھیجا کہ آپکی رہائی یہاں سے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ باعث اس تکلیف کے روافض ہیں۔ اور یہ قلعہ بالفعل انہی سے متعلق ہے۔ اگر وہ کہلا بھیجیں کہ قلعہ کے اوپر سے گرا دیں تو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ حضرتؒ نے اُس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ قید سے میری رہائی یقیناً ہوگی۔ کیونکہ بعض لوگوں کو جن کے نصیب مجھ سے متعلق ہیں۔ اُن کا حصہ پہنچنا باقی ہے۔ اور یہ بات بغیر میری رہائی کے ناممکن ہے۔ تھوڑی مدت کے بعد اُس قلعہ سے آپ کی رہائی ہوئی۔ اور آپ کا وہ ارشاد جلد سے جلد ظاہر ہو گیا ✦

کرامت۔ حضرت کے ایک مخلص بیان کرتے تھے کہ حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ ہر خورد و کلاں و یگانہ اور بیگانہ کو پہلے سلام کیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ آج حضرت کی خدمت میں اچانک پہنچکر سلام میں ابتدا کرونگا۔ پس اس نیت سے آپ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اور حضرت سے اتنے فاصلہ پہ پہنچگیا کہ اگر دو تین قدم آگے بڑھتا تو آپ کے روبرو پہنچ جاتا اور ابھی تک آپ نے نہ مجھ کو دیکھا تھا۔ اور نہ میں نے آپ کو مگر آپ نے اندر ہی سے آواز دی کہ السلام علیکم یا فلان! مجبوراً میں سامنے گیا اور وعلیکم السلام کہا۔ اور سلام میں سبقت کرنے کے ارادہ کو بیان کیا حضرت سُنکر مسکرائے ✦

کرامت۔ ایک روز ایک طالب نے حضرت سے نسبت قادریہ کیلئے التماس کیا حضرتؒ نے طریقہ عالیہ قادریہ میں اُس کو مرید کر کے فرمایا کہ صحبت میں اکثر حاضر رہا کرو

حضرت بوجہ اُس کی تمنا کے دو تین روز نسبت قادریہ میں مشغول رہے اور اُس کے برکات طالب مذکور کو عطا فرمائے۔ جو لوگ کہ حضرت سے حصول نسبت نقشبندیہ کرتے تھے اُس زمانہ میں اُنہوں نے اپنے کو بیکار اور اپنے کام میں انقباض دیکھا۔ حقیقت کار سے مطلع نہ تھے۔ اِس لیے حضرت سے عرض کی۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور کہا کہ دو تین روز سے ہم فلاں شخص کو نسبت قادریہ کے افاضہ کرنے میں مشغول تھے۔ اس لیے تمہارے کام میں بستگی واقع ہوئی۔ پھر اُن لوگوں کے احوال کی طرف متوجہ ہوئے اور تلافی ایام سابقہ کی فرمائی۔ جو ابواب فتوح کہ چاروں میں نہ کھلتے وہ چند روز میں اُن کو عطا فرمادئے۔ عجیب تصرف تھا کہ ایک توجہ میں کارخانہ طلاب خلل پذیر ہوا۔ اور نیم نگاہ میں شروع سے آخر تک کام پورا کر دیا۔

کرامت ۔ ایک سید نجیب کا بیان ہے کہ میں ایک زمانہ میں اجین میں تھا اور ایک جماعت تجار کے میرے پڑوس میں تھی۔ اُن میں سے ایک تاجر جان محمد نامی سے مجھ سے خلوص ہو گیا تھا۔ ایک روز ایک شخص سے میں نے حضرتؒ کو بادشاہ کی ایذادہی اور گوالیار میں محبوس کرنے کی خبر سُنی۔ نہایت غمزدہ اور متفکر ہوا۔ اتنے میں جان محمد مذکور آیا اور مجھ کو مغموم دیکھ کر اُس کا سبب پوچھا میں نے حقیقت حال بیان کی۔ اُس نے کہا کہ میں حضرت ہی کا مرید ہوں۔ اور آج حضرت ہی سے اُس کی تحقیق کرتا ہوں۔ پس حضرت کی طرف متوجہ ہو کر قیلولہ کیا۔ حضرت تشریف فرما ہوئے۔ اور کہا کہ نفس واقعہ صحیح ہے۔ مگر بعض مدارج کی تکمیل تربیت جلا کی پر موقوف ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ مراتب حاصل نہ ہو سکیں گے۔ دوستوں سے کہدو کہ مطمئن رہیں۔ تاجر موصوف نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ میں اکثر خدمت شریف میں حاضر رہا ہوں۔ اور جب آپ کو دیکھتا تو آپ کی پیشانی اور ہر دو رخسار پر لفظ اللہ لکھا ہوا دیکھتا تھا۔

کرامت ۔ سید صاحب موصوف نے ایک واقعہ بھی بحوالہ جان محمد مذکور بیان کیا کہ ایک روز آپ نے قریب شام کے مجھ سے فرمایا کہ ایک کام کے لئے کہتا ہوں اس کو کر سکو گے۔ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیوں نہ کر سکونگا۔ آپ نے ایک جوز بدیں ارشاد عطا فرمایا کہ باغ حافظ رخنہ میں چند درویش فروکش ہیں اُن کے

پاس جاؤ۔ اُن میں ایک فقیر چیچک رو سب سے الگ بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کو ہماری دعا کہو اور یہ جوز اُس کو دے دو۔ اور اصرار کر کے اس کو ہمارے پاس لے آؤ۔ میں حسب الحکم گیا اور دیکھا کہ ایک جماعت قلندروں کی بیٹھی ہوئی ہے اور ایک فقیر چیچک رو تھوڑے فاصلہ سے بیٹھا ہوا ہے اُس نے مجھ کو دیکھتے ہی پوچھا کہ کیا حضرتؒ نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے۔ میں نے اُس کو وہ جوز دے دیا اور دعا پہنچائی اُس نے کہا کہ حضرتؒ نے ہم کو بلایا اور خود نہ آئے پس وہ میرے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ حضرت محراب میں تشریف فرما تھے۔ وہ درویش دوسری طرف بیٹھ گیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ قہوہ لاؤ۔ میں دوڑا ہوا گیا قہوہ خانہ سے پیالی قہوہ کی لیکر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ درویش کی خدمت میں لے جاؤ۔ میں درویش کی طرف متوجہ ہوا دیکھا تو وہ درویش بھی آنجنابؒ ہی ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ آنجناب کی خدمت میں پیش کرو۔ میں اس طرف مڑا تو دیکھا کہ ادھر بھی ہمارے حضرت ہی تشریف فرما ہیں۔ درویش نے حضرت سے میرے حالات دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ یہ شخص جلندر کا رہنے والا ہے۔ اور جان محمد اس کا نام ہے اور فلاں شخص کا لڑکا ہے۔ اُس نے کہا کہ اس کے والد میرے دوست تھے اس کو کس سلسلہ میں آپؒ نے مرید کیا ہے۔ فرمایا کہ سلسلہ قادریہ میں۔ اُس نے کہا کہ میں سفارش کرتا ہوں کہ اس کو حضرت غوث الثقلین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا دیجئے ٭

اِس اثنا میں حضرت اُٹھے آفتابہ اور چند ڈھیلے استنجا کے واسطے آپ نے مجھ سے منگائے۔ میں لے آیا۔ حضرت بیت الخلا تشریف لے گئے جب وہاں سے نکلے تو فرمایا کہ جان محمد ستارۂ قطب کو جانتے ہو یہی ہے یا اور ہے۔ قطب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ خوب دیکھو میں نے دیکھا کہ ایک زندہ صاحب سیاہ لباس والے اُس میں سے نکلے۔ اور تیر کی طرح ایک لمحہ میں اُس مقام پر اُتر کے آگئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ان کی قدمبوسی کرو کہ حضرت غوث الثقلین یہی ہیں۔ حسب الحکم میں نے قدمبوسی کی۔ پھر حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ رخصت ہوئے۔ اور ستارۂ قطب کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس میں غائب ہو گئے جب کہ

حضرت وضو سے فراغت پاکر مسجد میں تشریف لائے۔ اُس درویش نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تو نے زیارت کی۔ مَیں نے کہا کہ ہاں۔ سید صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے جان محمد مذکور سے کہا کہ تم باوجود ان کرامتوں کے مشاہدہ کرنے کے سوداگری میں کیوں پھنسے ہوئے ہو۔ اُس نے کہا کہ یہ ایک قصۂ عجیب ہے۔ میرے اقرباء حضرت کی خدمت میں آئے اور التماس کیا کہ جان محمد کو ہمیں دے دیجئے۔ ہم اُس کی شادی کرینگے۔ حضرتؒ نے مجھ سے کہا کہ جاؤ شادی کر لو۔ مَیں نہ گیا وہ لوگ پھر آئے الغرض میرے اقربا حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اصرار کیا کرتے تھے اور حضرت مجھ کو اجازت دیدیتے تھے۔ اور مَیں نہ جاتا تھا آخر کار آپ اقربا کی تکلیف دہی سے آپ تنگ آگئے اور ایک روز آپ پان کھا رہے تھے۔ اُس کا ولش منہ سے نکال کر مجھے دیا۔ وہ پان کھاتے ہی میرا سارا حال سلب ہو گیا۔ گویا کہ مَیں مست تھا اور اب ہوشیار ہو گیا۔ اور کاروبار دنیا نظر آنے لگے۔ عزیزوں کی رفاقت اختیار کی شادی کر لی اور تجارت میں مشغول ہوا۔ مگر حضرت کے ساتھ محبت کا تعلق بدستور قایم ہے جب متوجہ ہوتا ہوں تو حضرت کی ملاقات کر لیتا ہوں +

تصرف۔ علامۂ فہامی مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی نے کہا ہے کہ میری آپ کے ساتھ عقیدت کا سبب اِس کرامت کا مشاہدہ تھا کہ ایک رات حضرت کو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ اور اثناء تلاوت میں یہ تصرف فرمایا کہ میرے دل میں جذبہ پیدا کر دیا کہ مَیں نے اپنے دل کو ذاکر پایا۔ علامۂ موصوف ایک مدت تک اسی نسبت کے ساتھ حضرت کے باطن سے استفادہ فرماتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ مَیں اویسی حضرت شیخ احمد کا ہوں پھر حضوری میں حاضر ہوئے اور ظاہر میں بھی تعلیم ذکر کی حاصل کی +

کرامت۔ حضرت کے ایک درویش مخلص نے بیان کیا کہ ایک روز مجھ سے فرمایا کہ تم اور فلاں شخص ولایت ابراہیمی رکھتے ہو۔ مجھ کو خیال ہوا کہ اگرچہ حضرت کا ارشاد اِس بارہ میں کافی ہے۔ لیکن اگر مجھ کو بھی علم اُس کا ہو جاتا تو بہتر ہوتا۔ اُسی رات مَیں نے حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ دیکھا۔ آپ بھی وہاں موجود ہیں۔ اور مَیں اور وہ شخص بھی کھڑے ہیں۔ آپنے

ہم دونو کے ہاتھ پکڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بزرگ قدموں پر گرا دیا۔ ہم اُن کی قدمبوسی کر کے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے +

راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ابھی کیفیت عرض کرنے نہ پایا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے سب کچھ کہا تھا۔ اِس میں تردد کی گنجائش نہیں ہے۔ کیا نہیں جانتے ہو کہ ہر ایک سالک راہ کو دقائق احوال اور مشرب و استعداد کا علم نہیں دیتے ہیں۔ بلکہ قرونِ کثیرہ میں اس بڑی دولت اور اعلےٰ نعمت سے کسی کسی خاص اکمل بزرگ کو نوازا جاتا ہے۔ شیخ نجم الدین کبرےٰ کہ قطب وقت تھے یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کس نبیؑ کے زیرِ قدم ہیں۔ اس کی تحقیق کے لئے اُنہوں نے اپنا ایک مرید کو دوسرے کسی بزرگ کی خدمت میں جن کو علم احوال دیا گیا تھا بھیجا۔ اُن بزرگ نے اِس کو دیکھتے ہی کہا کہ وہ یہودی توجہ کر رہا ہے۔ مرید آزردہ خاطر ہو کر شیخ کی خدمت میں آیا اور کل ماجرا بیان کیا۔ شیخ بہت کچھ خوش ہوئے۔ اور رقص کیا۔ اور فرمایا کہ مجھ کو اُنہوں نے خبر دی کہ تو حضرت موسےٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہے +

ایک دن ایک مخلص کو یہ خیال آیا کہ حضرت خود ہمیشہ امام بنتے ہیں۔ اِس کی کیا وجہ ہوگی۔ اسی خیال میں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابھی بیان کرنے نہ پایا تھا۔ کہ آپؒ نے خود فرمایا کہ شافعیہ والوں کے پاس بغیر سورہ فاتحہ پڑھنے کے نماز نہیں ہوتی۔ اِس لئے سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں۔ احادیث صحیحہ بھی اس مسئلہ کی تائید کرتی ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قرأتِ امام کو قرأت مقتدی کہا ہے۔ اور مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ کا پڑھنا جائز نہیں رکھا ہے اور جمہور فقہائے حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ مگر بعض ضعیف روایتوں میں اس قرأت کو جائز رکھا گیا ہے ہم حتی الامکان یہ کوشش کرتے ہیں۔ تمام آئمہ کے مذاہب جمع ہو جائیں اور اِس زمانہ میں جمع بین المذاہب بغیر اپنے امام بنے کے نہیں ہو سکتی +

کرامت: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب وبا اور طاعون کا غلبہ ہوا تو ایک صاحب کی بابت لوگوں نے بُرے واقعات دیکھے۔ وہ حضرت کی خدمت میں عرض کئے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ختم حصن حصین کیا جائے۔ چنانچہ اُس نے ختم کر کے

آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ اثنا ختم میں تمہارے اطراف ایک قلعہ تیار دیکھا گیا ہے۔ مگر اُس کی بعض دیواریں خراب تھیں معلوم ہوتا ہے ختم کے پڑھنے میں کچھ قصور ہوا ہے۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ کتاب مذکور نہایت رکیک الخط تھی۔ بعض جگہ پڑھی بھی نہ گئی۔ اور غلط بھی تھی۔ چنانچہ وہ صاحب گئے اور دوبارہ ختم کر کے پھر عرضِ خدمت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ختم درست معلوم ہوا۔ اور ختمِ اول فلاں کے نام منتقل ہو گیا ہے۔ اور وہ ایک مرضِ شدید میں مبتلا تھا کہ حکما اُس کے علاج سے مایوس ہو گئے تھے۔ اُس کو فوراً صحت ہو گئی۔ اور وہ صاحب بھی خیر و عافیت سے رہے +

کرامت ایک سفر میں حضرت ایک سرائے میں فروکش ہوئے۔ اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج اس سرائے میں آگ لگیگی کہ گھر مع ساز و سامان کے جل جائینگے۔ پس تم لوگ ایک دوسرے کو خبر دے دو کہ جو شخص اس دعا کو مکرر تکرار پڑھیگا۔ وہ اور اُس کا اسباب آگ کے اثر سے محفوظ رہیگا۔ وہ دعا یہ ہے :-

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ +

ایک ساعت نہ گذری تھی کہ سرا میں اس شدت سے آگ لگی کہ اُس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ ہر چند اُس کے بجھانے کی کوشش کیگئی۔ مگر کچھ فائدہ مند نہ ہوئی۔ تمام مکان اور سامان جل گئے۔ اصحاب میں سے جس نے وہ دعا پڑھی تھی۔ وہ اور اُس کا سامان محفوظ رہا۔ فاضلِ زمان مولانا عبدالمومن لاہوری کو کسی نے خبر نہ دی تھی کہ حضرت نے فلاں دعا پڑھنے کیلئے ارشاد فرمایا ہے۔ اِس لئے اُن کا سامان جل گیا۔ اور وہ بہزار محنت و دقت آپ کی خدمتِ بابرکت میں پہنچ سکے +

کرامت ایک بار حضرت لاہور میں قیام کے زمانہ میں عشا کی نماز کے بعد اُس گھر کی دیوار کے متصل جس میں کہ سکونت تھی کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ خبردار آج اس دیوار کے پاس کوئی شخص نہ آئے۔ اُس وقت ابر اور بارش کا موسم بھی نہ تھا۔ بعض لوگوں کو آپ کے اس ارشاد سے بہت تعجب ہوا کہ اور دیواریں پرانی ہیں۔ اور یہ دیوار اچھی خاصی ہے۔ آخرکار خدا کے حکم سے اخیر تہائی رات میں دیوار گر پڑی اور ایک چھوکری جو اُس دیوار کے قریب تھی اُس پر کچھ ڈھیلے گرے۔ حضرت نے

اُس پر عتاب فرمایا۔ کہ ہم نے رات ہی کہدیا تھا کہ کوئی شخص اُس دیوار کے قریب نہ رہے ؏

کرامت۔ مرزا مظفر فوجدار سرہند قصبہ جبیت میں مقیم تھے پہاڑی باشندوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک درویش کے پاس حصولِ بشارت کے لئے رجوع کی۔ اُس درویش نے فتح کی بشارت دے دی۔ اُس کے بعد درویش کو اپنی اس بشارت میں تردد ہوا۔ اور حضرت کی خدمت میں خط لکھا۔ اور اپنی بشارت کی اصلیت کی بابت دریافت کیا حضرت نے لکھا کہ اس حملہ میں فوجدار شکست فاش پائیگا۔ بشارت دینے میں تم نے کیوں جلدی کی۔ جب تک کہ سپیدی صبح صادق کی طرح کسی معاملہ کے حالات ظاہر نہ ہو جائیں کچھ نہیں کہنا چاہیئے۔ تین چار روز نہ گذرے تھے کہ فوجدار اور پہاڑیوں میں جنگ ہوئی اور فوجدار کو شکست فاش ہوئی۔ کہ علم و نقارہ بھی چھن گیا۔ اور وہ پریشانی و حیرانی کے ساتھ واپس ہوا ؏

کرامت۔ حضرت کے ایک مرید نے نقل کیا ہے کہ مَیں تپ محرقہ میں ایک مدت سے مبتلا تھا۔ ایسا ضعف و ناتوانی پیدا ہوئی کہ زندگی کی امید منقطع ہوگئی۔ سب اقربا شب بیداری میں مصروف تھے۔ کہ وقتِ نزع موجود رہیں۔ مَیں نے حضرت کی خدمت میں توجہ کی۔ اور دیکھا کہ ایک شخص از سرتا پا چادر سفید اوڑھے ہوئے آیا۔ اور مجھ سے کہا کہ اس چادر کو حضرت سرورِ کائنات علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے قطبِ وقت شیخ احمد فاروقی نقشبندی کو عطا فرمایا ہے۔ اور اُنھوں نے تمہارے پاس بھیجی ہے تم اسے اوڑھو۔ اِس کی برکت سے شفا پاؤ گے۔ پس مجھے اُس نے سر سے پاؤں تک وہ چادر اُڑھا دی۔ مَیں نے ہاتھ سے اُس چادر کو چھونا چاہا۔ تو چادر ہاتھ میں آئی بجائے اُس کے برودت نے پاؤں کی طرف سے سرایت کی اور سر تک آگئی۔ میری ہمشیرہ نے دیکھا کہ میرے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ وہ یہ سمجھی کہ اس کا وقت آخر ہوگیا ہے۔ اُس نے مجھے پکڑا اور بغل میں لیکر رونا اور چیخنا چلّانا شروع کر دیا۔ میں اُس کے شور و غل سے بیدار ہوا۔ اور مَیں نے کہا کہ غم نہ کرو۔ مَیں تندرست ہوں پس مَیں نے شوربا مانگ کر پیا۔ اور ایسا تندرست ہوگیا کہ صبح کی نماز کھڑے ہو کر ادا کی ؏

کرامت۔ صاحب مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ مَیں نے اور ایک میرے دوست

نے کہ وہ بھی آپؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ امساک کیلئے ایک دوا اپنے مکان میں تیار کی تھی۔ جس میں افیون شریک تھی اور سوا ہمارے اور کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔

ہم نمازِ ظہر میں حلقہ کی شرکت کیلئے آپ کی خدمت میں گئے اور یہ خیال تھا کہ واپس ہو کر دوا کھائینگے۔ آنجنابؒ حلقہ سے فارغ ہونے کے بعد محل میں تشریف فرما ہونے کے لئے اُٹھے۔ اور دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور ہم دونو کو طلب کرکے بہشت اور حور و قصور کا تذکرہ آغاز فرمایا۔ اور دنیوی لذتوں کی بے وقعتی بیان فرمائی اور آخرت کی نعمتوں کی رغبت دلا کر فرمایا کہ دوائے افیون جو تم نے تیار کی ہے اس کو مت کھاؤ۔ ہم حیران ہوئے اور آپ کا حکم قبول کیا۔ اور اُس دوا کو حوض میں ڈال دیا۔ یہ کرامت آپ سے ازدیادِ عقیدت کا باعث ہوئی +

کرامت۔ راوی مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ میری والدہ بیمار تھیں میں آپ کی خدمت میں کچھ روپیہ بطور نذر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ لے گیا اور دعا کے لئے التماس کیا۔ آپ نے فاتحۂ شفا فرمائی۔ اور فرمایا کہ اس نذر کو اپنے پاس رکھو۔ میں نے اُسی رات خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے فلاں بیدار ہو۔ اور اپنی والدہ کے نزع کے وقت حاضر رہ۔ میں خواب سے بیدار ہوا۔ اور بیتاب ہو کر اُسی وقت آپ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ دیکھا کہ حضرت نمازِ تہجد سے فارغ ہو رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ اور خواب کی کیفیت عرض کی۔ آپ مراقب ہوئے۔ اور کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ اے فلاں جلد جا تیری والدہ پر وقت نزع ہے۔ میں گریاں گریاں اپنی والدہ کے پاس آیا۔ دیکھا کہ نبض ساقط ہو چکی ہے۔ اور ایک ساعت کے بعد واصل رحمت حق ہو گئیں +

کرامت۔ حضرت کے ایک مرید نے بیان کیا کہ جس زمانہ میں کہ آپ کو بادشاہ نے بعض اعداءِ دین کی چغلخوریوں کی بنا پر نگرانی میں رکھا تھا۔ ایک شخص واقف افسون دمنتر نے مجھ سے کہا کہ چند اسم زبانِ ہندی کے میرے پاس ایسے ہیں کہ اُن کے پڑھنے سے ایک نماز کے وقت سے لیکر دوسری نماز کے وقت تک تمام دشمن اُسی وقت ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور یہ مجرب ہے۔ پس وہ اسم ایک کاغذ پر لکھ کر مجھے دیا کہ گھر کی چھت میں رکھ دیا جائے۔ میں نے اُسے لے لیا۔ اور اُسے گھر کی چھت میں رکھ کر خیال کیا کہ

کل منگل ہے کل ہی سے اسے پڑھو نگا۔ اسی رات حضرت کو میں نے خواب میں دیکھا کہ انگشت بدندان فرمارہے ہیں کہ ہمارے حباب سے یہ عمل نہایت تعجب خیز ہے۔ ہرگز اس پر عمل نہ کرو۔ کہ سحر ہے۔ پس مجبوراً میں نے ترک کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ اس ایذادہی سے نادم و پشیمان ہوا۔ اور آپ کو گوالیار سے بلا کر آپکے وطن مالوف کو روانہ کر دیا۔ نظم از جواہر مجددیہ

جب ہوا دیدہ بہ شان مجدد کا ظہور زلزلہ پڑ گیا ایوان جہانگیری میں
ہو کے شرمندہ شہ ہند خطا سے اپنی مدتوں غرق رہا ورطۂ دلگیری میں

میں حضرت کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ اور کثرت سے خلق اللہ جوق جوق آپکی ملاقات کیلئے آنی شروع ہو گئی۔ میں نے خیال کیا کہ اگر حضرت بالمشافہ بلا میرے اظہار کے اس عمل سے منع فرمائینگے۔ تو خیر ورنہ ایک دفعہ دشمن کے جگر پر تیر ضرور مارونگا تین روز حضرت سرہند میں رہے۔ اور تین دن تک اسی نیت سے خدمت مبارک میں گیا۔ تیسرے دن حاضرین کو رخصت کر کے مکان تشریف لیجا رہے تھے۔ کہ دروازہ میں ٹھیر گئے اور فرمایا کہ فلاں شخص کو بلاؤ۔ حسب ارشاد میں حاضر ہوا۔ فرمایا کہ اے شخص اسماء ہند کو مت پڑھو۔ کہ وہ سحر ہیں۔ میں نے ندامت سے انکار کیا۔ فرمایا کہ کیوں غلط کہتے ہو۔ حالانکہ تم نے اسے فلاں ساحر سے سیکھا ہے (اور آپ نے اس ساحر کا نام لیا) اور وہ کاغذ جس پر اسماء مذکور لکھے ہوئے ہیں تم نے اسے چھت کی فلاں لکڑی میں رکھا ہے۔ اگرچہ عمل کی تاثیر وہی ہے جو اس نے کہا۔ مگر سحر حرام ہے۔ جاؤ اور اس کاغذ کو چاک کرو۔ میں نے سر جھکا لیا فرمایا کہ مجھ سے عہد کرو کہ اس کو چاک کر ڈالو گے۔ اور اس عمل کا ارادہ نہ کرو گے پھر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا۔ مجھ کو اس کرامت کے معائنہ سے دہشت طاری ہو گئی اور متحیر ہوا کہ کسی کو اس راز سے میں نے مطلع نہ کیا تھا۔ پس فوراً مکان واپس آکر اس کاغذ کو چاک کر دیا۔

کرامت ایک مرید نے بیان کیا کہ ایک ملا ایک خواجہ زادہ کے لڑکوں کو تعلیم دیتا تھا۔ وہ خواجہ زادہ سفر میں گیا ہوا تھا۔ اور ملا صاحب کو مکان کے دروازہ میں مکتب کیلئے جگہ دی گئی تھی۔ کبھی کبھی ان میں سے ایک لڑکے کی ماں لڑکے کو دیکھنے

کے لئے آکر کھڑی ہو جاتی تھی۔ اور ناگاہ مُلّا کی نظر اُس پر پڑ گئی۔ اور دل ہاتھ سے دے بیٹھا۔ اور خان و مان سے آوارہ ہو کر حیران و پریشان پھرنے لگا۔ کہ معائنۂ جمالِ مطلوب ہمیشہ میسّر نہیں ہو سکتا۔ اور اسی درد جانکاہ کو بے دیدار کے تسکین نہ ہوتی تھی۔ پس مجنوں وار دشت و صحرا میں پھرتا اور صبر و شکیبائی کی کوشش کرتا +

راقمِ حروف کی اُس سے ملاقات تھی۔ ایک روز میں نے اُس سے پوچھا کہ اِس دشت نوردی کی ماہیت اور سرگشتگی کی حقیقت کیا ہے۔ کہا کہ ملوک جب کسی موضع میں اُترتے ہیں تو اس کو برباد اور ساکنین موضع کو ذلیل کر دیتے ہیں اسی کے مطابق سلطانِ عشق نے اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً اِس بیچارے کے دل میں نزول اجلال کیا ہے اور اُس کو زیر و زبر کر دیا اور عقل کو کہ امراءِ ملکِ دل سے تھی حقیر کر کے معزول کر دیا۔ اور بجائے اُس کے جنون کا تقرر کیا ہے اگر تم سے ہو سکے تو میرا احوال حضرت کی خدمت میں عرض کرو۔ مَیں نے کہا کہ تم ایک عرضی لکھو مَیں اُسے خدمتِ اقدس میں پیش کر دونگا۔ اُس نے حقیقتِ حال بے کم و کاست لکھ دیا اور مَیں نے اُسے موقع پا کر ملاحظہ میں گذرانا۔ اور عرض کیا کہ وہ عورت اولادِ سے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے ہے اِس بارہ میں حضرت کی توجہ فرمائی کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ اُس سے کہدو کہ کل بعد نمازِ صبح کے وہ حلقۂ ذکر میں ہمارے سامنے بیٹھے کہ توجہ کی جائے گی۔ اور ابتلاءِ مذکور انشاء اللہ تعالٰے دفع ہو جائیگا۔ مَیں نے اُس سے کہدیا۔ مُلّا صاحب علی الصباح خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اور نمازِ فجر حضرت کے ساتھ ادا کی۔ اور حلقۂ ذکر میں حضرت کے روبرو بیٹھے۔ حضرت نے اُس پر توجہ فرمائی۔ اور خارِ محبتِ مجازی اُس کے دل سے نکال دیا۔ اور بعد برخاستِ حلقہ کے مُلّا صاحب سے اُن کا حال دریافت فرمایا۔ تو اُنہوں نے کہا کہ بخدا میرا دل اب اُس کے عشق سے بالکل سرد ہو گیا۔ پھر اُسی وقت حضرت سے اجازت لیکر وہ اپنے وطن کو چلے گئے۔ اور اُس بلاء ابتلاء سے بتوجہ حضرت رہائی پائی +

کرامت۔ ایک امیر نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ مَیں جوانی سے گذر کر بڑھاپے کو پہنچ گیا۔ مگر کوئی فرزند پیدا نہ ہوا۔ جو میرے بعد صفحۂ روزگار پر میری یادگار رہتا۔ اِس بارہ میں آپ توجہ فرمائیں۔ حضرت کچھ دیر تک سر اقب رہے اور فرمایا کہ

لوحِ محفوظ میں اس موجودہ بی بی سے تمہاری قسمت میں کوئی اولاد نہیں ہے۔ اگر دوسری شادی کرو تو اولاد ہوگی۔ اور بعد تمہارے تمہاری یادگار رہیگی۔ اتفاقاً اُسکی بی بی نے وفات پائی۔ اور دوسری بی بی سے اُس کی شادی ہوئی۔ اور اُس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔ جو بعد اُس کے یادگار رہے ہیں +

کرامت۔ حضرتؒ کے ایک عزیز کا بیان ہے کہ مجھے ہمیشہ حضرت سے بیعت کرنیکی خواہش رہتی تھی۔ مگر بعض موانعات کے سبب سے اس سعادت سے محروم رہتا تھا۔ ایک رات میں عزم بالجزم کرکے نکلا۔ کہ کل حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس کرونگا کہ مجھ کو اپنے مریدوں کے حلقہ میں داخل کریں۔ اور تعلیم ذکر فرمائیں۔ اُسی رات خواب میں دیکھا کہ ایک دریائے عمیق ہے اور میں اُس کے کنارہ پر کھڑا ہوں کہ آپکی نگاہ مجھ پر پڑی۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص جلد آ۔ جلد آ۔ حضرت کے یہ فرماتے ہی میرا قلب ذاکر ہوگیا۔ میں بیدار ہوا تو میرا دل مطابق طریقہ نقشبندیہ کے ذاکر ہوگیا۔ حالانکہ میں نے نہ کسی سے سُنا تھا کہ طریقہ شغل حضرت کا کیا ہے۔ صبح کو خدمتِ والا میں حاضر ہوا۔ اور شب کی کرامت عرض کی۔ اور طریقہ شغل جو شب میں تعلیم پایا تھا عرض کیا۔ فرمایا کہ طریقہ ذکر یہی ہے اِس پر مداومت کرو +

کرامت۔ مولانا مرتضیٰ نائب کہ مخلصین حضرت سے تھے بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں لشکر میں گیا۔ اُس وقت میری مددِ معاش زیر اجرائے تھی۔ اور اس زمانہ میں اجرائے مشکل سے ہوتی تھی۔ اور اکثر اہل خدمات کو لشکر میں زمانہ دراز گذر چکا تھا۔ کہ اُن کی معاشوں کی اجرائے نہ ہوئی تھی۔ مجھ کو بھی اپنے بارہ میں ناامیدی ہوگئی +

ایک رات میں نے حضرت کی طرف توجہ کی۔ اور باطنی مدد کی درخواست کی۔ اُسی رات دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں۔ اور میرے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے اُسے آپ نے لے لیا۔ اور اُس پر کچھ لکھ کر میرے حوالہ فرما دیا۔ میں صبح کو دفتر میں گیا۔ اُس دن میں نے دفتر میں رجوع کیا۔ اور میری کارروائی ختم کی گئی۔ سب کو حیرت ہوئی کہ تمہارا کام دو تین روز میں کس طرح سے انجام پاگیا۔ ہم برسوں سے لشکر میں پڑے ہیں مگر ہماری کار اجرائے نہیں ہوتی۔ میں نے کل واقعہ بیان کیا۔ سب لوگ اِس کرامت کو سُنکر آپکے معتقد ہوگئے +

تصرف۔ راوی مذکور کا بیان ہے کہ انتقال کے وقت میرے والد نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضرت کی خدمت میں بیجا کر عرض کرنا کہ مجھ کو اپنے طریق میں داخل کرلیں۔ حضرت کا طریق یہ تھا کہ اموات کو بھی اعطاء نسبت فرماتے تھے۔ میں نے والد کی وفات کے بعد حسبِ وصیت عمل کیا۔ اور جنازہ نماز کے لئے حضرت کی خدمت میں لے گیا۔ اور مرحوم کا التماس مذکور بھی عرض خدمت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کل حلقۂ ذکر میں تم کو معلوم ہو جائیگا۔ میں جب دوسرے دن آپ کے حلقۂ ذکر میں بیٹھا ایک بیہوشی پیدا ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں۔ اور والدِ مرحوم حلقۂ ذکر میں آپ کی خدمت میں تھوڑے فاصلہ سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور شغل میں گرم ہیں میں شکر خدا بجالایا۔

کرامت۔ اُنہی صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ جس زمانہ میں کہ حضرت قلعہ گوالیار میں یوسف وار زندانی میں رہتے تھے۔ سرہند میں آپ کی وفات کی خبر شائع ہوئی۔ میں مغموم و مہموم ہوا۔ اور فاتحہ پڑھی۔ اُسی رات میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ چند درویشوں کے ساتھ حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ کیا فرماتے ہیں کہ ہماری خبرِ وفات بالکل غلط ہے۔ میں بیدار ہوا اور ہر طرف تحقیق کی پے درپے خبر عافیت آنحضرت ہر طرف سے موصول ہوئی۔ پھر اس کے بعد آپ برسوں زندہ رہے۔

کرامت۔ ایک روز مولانا محمد امین نے حضرت قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ نواب شیر خواجہ باپ کی طرف سے سید ہیں اور ماں کی جانب سے خواجہ زادہ اُن کے آباؤ اجداد ولایت سے بزرگ مرتبہ کے ساتھ آئے تھے۔ حضرت اُن کے بارہ میں توجہ کریں۔ کہ شراب نوشی اور بدکاری کی بیماری اُن کے دامن گیر ہو گئی ہے اور اُن کو اس ورطہ ہلاکت سے نکال دیں۔ اور توفیقِ صلاح عطا فرمائیں کہ وہ امرائے عظیم الشان سے ہیں اگر وہ راہِ راست پر آجائینگے تو ایک گروہ کثیر اور ایک جمِ غفیر اُن کے متعلقین کا بھی مائل بہ صلاح و تقوے ہو جائیگا۔ چونکہ اُن کے حقوق میرے ذمہ بہت کچھ ہیں۔ اس لئے عرض کیا گیا ہے۔ حضرت نے یہ سنکر سکوت فرمایا مولانا نے دوبارہ التماس کیا اور بہت کچھ عجز و الحاح کی حضرت نے ایک دم توجہ کر کے فرمایا کہ مولانا اس وقت ہم احوال شیر خواجہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے وہ فسق و فجور کے دلدل

ہیں وہ تنگ دہنس گیا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اس کو نکالوں مگر میرا ہاتھ وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ لیکن آخر کار ہم اُس کو اپنی طرف کھینچ لینگے"

اِس ارشاد کو ایک مدت دراز گذر گیا۔ جب نوبت سلطنت بادشاہِ دین پناہ صاحبِ قران شاہ جہان سلمہ الرحمٰن پہنچا تو اللہ تعالےٰ نے شیر خواجہ کو توفیق رفیق عطا فرمائی کہ تمام مناہی سے تائب ہو گئے۔ اور طاعت و عبادت میں مشغول ہو گئے اتفاقاً اُن کو خدمت صوبہ داری صوبہ ٹھٹھہ سرفراز ہوئی وہ نزدیک سرہند کے پہنچے تو بیمار ہو گئے۔ اور حدودِ سرہند میں ہی رحمتِ حق سے واصل ہو گئے۔ اُن کے لڑکے جنازہ روضۂ منورہ حضرت میں لائے اور وہیں اُن کو دفن کیا گیا۔ اور حضرت کا یہ ارشاد کہ آخر ہم اُس کو اپنی طرف کھینچ لینگے ظاہر ہوا۔

کرامت۔ مرزا فتح پوری پسر مرزا شاہ رُخ نے بوقت وفات قدوۃ السلاطین اکبر بادشاہ اور تخت نشینی بندگانِ جمشید منزلت جہانگیر بادشاہ انار اللہ برہانہ کچھ بے اعتدالی کی تھی۔ اور اتفاقاً خواجہ کلاںؒ نے خان عبداللہ خاں کو انکی بے اعتدالی سے مطلع کر دیا۔ خان موصوف نے اُن پر حملہ کیا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ اور سلطانِ وقت کے پاس پیش کیا۔ بادشاہ نے اُن کو قید فرمایا اور ایک مدت اسی قید میں گذر گئی۔ جب کوئی شخص اُن کا ذکر کرتا تو بادشاہ ضمانت طلب کرتا۔ چونکہ شاہزادہ بے اعتدال تھا۔ اِس لئے کسی کو ضمانت کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ حضرت بہ سبیل سیر و سیاحت اکبر آباد تشریف لائے اور محلہ کٹرہ مظفر خاں میں فروکش ہوئے۔ مرزا فتحپوری نے کسی درویش سے آپ کی تشریف آوری کی اطلاع پائی۔ اپنا ایک وکیل بعد نیاز مندی خدمت اقدس میں روانہ کیا۔ اور قید سے رہائی کیلئے عرض کرایا۔ آپنے فرمایا کہ جاؤ! مرزا رہائی پائیگا۔ اُس نے عرض کیا کہ کب رہا ہونگے۔ فرمایا کہ کل۔ دوسرے دن بادشاہ نے اُن کو یاد کیا۔ اور بے کسی کی یاد دہانی کے حضور میں طلب کیا اور فرمایا کہ میں تیرا ضامن ہوں اور رہا کر دیا۔

کرامت۔ حضرت خواجہ حسام الدین احمد دہلوی علیہ الرحمۃ نے حضرتؒ کو رقعہ لکھا کہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و تکریماً کا ارادہ مصمم ہو گیا ہے چاہتا ہوں کہ ہمراہ متعلقین سفر کروں۔ اور حرمین شریفین میں سے کسی ایک مقام پر

متوطن رہوں اور مدفون ہووں۔ اِس بارہ میں آپ توجہ کریں کہ سفر ہو گیا نہیں اور پسندیدہ ہے یا نہیں۔ حضرتؒ نے جواب میں لکھا کہ متعلقین کا سفر نظر نہیں آتا ہے۔ بلکہ تقریباً ممانعت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر آپ تنہا جانا چاہیں تو اچھا ہے۔ اور امید ہے کہ سلامت پہنچ جائینگے +

چونکہ خواجہ صاحب کا شوق بیحد تھا۔ اس بارہ میں بہت کچھ کوشش فرمائی۔ کہ اہل وعیال کے ساتھ سفر کریں۔ اور ظل الٰہی دین پناہی صاحب قرانی یعنی بادشاہ سے بھی اظہار کیا۔ مگر اجازت نہ مل سکی۔ اُس وقت آپکے کلام کی صداقت ظاہر ہوئی اور متعلقین کے ساتھ حج کرنا جواُن کا منشا تھا میسر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۰۴۰ھ میں ہندوستان ہی میں رحمت حق سے واصل ہو گئے +

کرامت۔ مولانا محمد حنیف کابلیؒ نے کہ مخدوم زادہ عالی قدر خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ سبحانہ کے ایک جلیل القدر خلیفہ ہیں اور مُلک کابل میں ہدایت و ارشادِ طلاب میں مشغول ہیں۔ بیان کیا کہ ارشاد مآب شیخ محمد صدیق فرزند ارجمند شیخ بادشاہ کولابی جو فی الحال متوطن کابل ہیں فرماتے تھے کہ میں بروضع تجرید و تفرید متوجہ زیارت پور ہوا۔ جب سرہند پہنچا تو حضرت کی تعریف و توصیف پہلے سے بھی زیادہ سننے میں آئی۔ لوگوں نے کہا کہ اگر دنیا بھر میں پھروگے تو حضرت کی صحبت شریف کا ایک شمہ نہ پا سکو گے۔ میں اس خبر کو سُنکر خوش ہوا اور بلا توقف متوجہ آستانہ فلک نشان ہوا اور خانقاہ ملائک پناہ میں پہنچا دیکھا کہ نماز ظہر ادا فرما کر اصحاب خاص کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہیں۔ میں بھی ایک طرف کو بیٹھ گیا اور آپ کے حلقہ سے فراغت پانے کے بعد سلام کیا۔ اور قدمبوس ہوا۔ آپؒ نے میرے حالات دریافت کئے اور فرمایا کہ اے درویش اپنا خیال ظاہر کرو۔ لیکن انکار کا راستہ مت چلو۔ میں نے اپنے حال کی بابت انکار کیا۔ اور کہا کہ سرکار میں کچھ بھی حال نہیں رکھتا ہوں حضرتؒ نے میرے ابتداء حال سے اس مقام تک کہ جس پر میرا عبور ہوا تھا کما حقہٗ بیان فرما دیا اس بات کے سننے اور اس کرامت کے ظاہر ہونے سے مجھکو بڑی حیرت ہوئی۔ پھر حضرت خلوت میں تشریف لے گئے اور مجھ سے فرمایا کہ کل بعد اشراق کے آئیو۔ دوسرے دن میں وقت مقررہ پر حاضر ہوا۔ حضرت نماز اشراق

اذکار کے خلوت میں داخل ہو چکے تھے۔ میں تھوڑی دیر کھڑا رہا اور دیکھا کہ ایک صوفی مسجد میں بیٹھا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ جب حضرت برآمد ہوں تو کہدینا کہ ایک درویش خدمت میں آیا تھا۔ چونکہ آپ باہر تشریف فرما نہ تھے اس لئے دعا کہکر عازم برہان پور ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ حضرت نے مجھ کو تمہارے لئے بٹھا دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ ایک درویش محمد صدیق نام آئے تو ہم کو اطلاع کر دینا۔ حالانکہ میں نے آپ سے اپنا نام بیان نہیں کیا تھا۔ پس صوفی آپ کی خدمت میں گیا اور میری دعا پہنچائی حضرت نے مجھ کو بلایا۔ اور خود اُٹھے اور وضو کیا اور نماز تحیۃ الوضو پڑھی۔ تھوڑی دیر مراقب رہے۔ اور پھر مجھ کو حکم دیا کہ سامنے آؤ۔ میں سامنے گیا اور آپ کے قریب بیٹھا۔ حضرت پھر مراقب ہوئے اور ذکر قلبی فرمایا۔ اور متوجہ رہے اور میرے احوال کو ہر ساعت بدل رہے تھے۔ ایک ہی ساعت میں اس قدر احوال مجھ کو عطا فرمائے کہ برسوں کی عبادت میں اُس کا ایک شمہ حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور جو حال مجھ پر وارد ہوتا تھا۔ آپ اُسکی خبر دیتے تھے۔ اسی طرح تمام احوال واردہ کی خبر دی اور پھر برہان پور کی اجازت مرحمت فرمائی ؛

کرامت۔ مولانا مذکور نے بیان کیا کہ ایک درویش صفا کیش کہتا تھا کہ میں حرمین شریفین زادہما اللہ سبحانہ شرفاً و تعظیماً کی طرف متوجہ ہوا۔ جب سرہند شریف پہنچا تو شرف آستانہ بوسی خادمان حضرت سے بھی مشرف ہوا۔ اُس وقت حضرت نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ اور خلوت گاہ میں تشریف لیجانا چاہتے تھے۔ اتنے میں میں نے آپ کو سلام کیا اور سامنے کھڑا ہو گیا حضرت نے خادم سے فرمایا کہ ہمارے گھر سے روٹی لے آؤ۔ خادم ایک روٹی لے آیا۔ حضرت نے خادم سے وہ لے لی اور اپنے ہاتھ سے میری بغل میں ڈال دی۔ اور فرمایا کہ اے درویش وقت اچھا ہے یہی پارچہ نان تمہارا رہبر ہے اور تربیت کے لئے کافی ہے۔ پھر میں حضرت سے رخصت ہوا۔ اور گھڑی بہ گھڑی میرا حال ترقی پاتا تھا۔ اور ایک حال کے بجائے دوسرا حال پیدا ہوتا تھا۔ جو کچھ کہ اُس ایک ساعت میں پایا اپنی بیس سال کی ریاضت میں اُسکی بو بھی نہ پائی تھی ؛

کرامت۔ حضرت کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں حضرت کا مرید تو ہو گیا تھا۔ مگر ترک سپاہگری کی تھی ایک رات میرا ایک جوڑی دار شراب لایا اور مجھ سے اُس کے

پینے کے لئے اصرار کیا۔ میں نے انکار کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ مجھے زور اور زبردستی سے پلائے۔ اتنے میں آپ انگشت بدندان تشریف لائے۔ اور مجھ کو اُس سے منع فرمایا مجھ کو جذبہ نے گھیر لیا۔ اور جنون غالب ہوا۔ چار مہینہ تک یہ جذبہ قائم رہا اور اُس میں اپنے رُوبرُو حضرت کو بچشم سر دیکھتا تھا۔

تصرف۔ ایک مخلص عقیدت کیش نے نقل کیا کہ مجھے ایک فاحشہ سے محبت و شیفتگی تھی اور میں اس تعلق میں بے اختیار تھا۔ ایک دن اس کو اپنے خلوت خانہ میں طلب کیا اور مجلس بزم آراستہ کی اور چاہا کہ اُس سے قربت کروں۔ اتنے میں آنحضرت علیہ الرحمۃ ظاہر ہوئے اور آپ نے ایک طمانچہ میرے مُنہ پر مارا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور لرزہ و رعشہ میرے بدن میں پڑ گیا جس سے اُس عمل بد کی قدرت سلب ہو گئی۔ اور میں اپنے ارادہ سے تائب اور نادم ہوا۔

کرامت۔ شیخ نور محمد اناری رحمۃ اللہ کہ حضرت کے قدیم صحابی اور صاحب اجازت تھے۔ اور آٹھ بار حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوئے تھے بیان کرتے تھے۔ کہ ایک گھر میں جن رہتا تھا۔ اور ہمیشہ میرے بھائی سے دشمنی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کی اذیت سے میرے بھائی نے انتقال کیا۔ میں بھی اُسی گھر میں رہتا تھا۔ بھائی کے انتقال کے بعد بہت ناک صورتیں میرے سامنے آنے لگیں اور پھولوں کی خوشبو مہکتی تھی۔ میرے بھائی کی بھی حالت ابتدائی یہی ہوئی تھی میرے اقربا اس حال سے مطلع ہو کر میری زندگی سے نا اُمید ہو گئے۔ ایک رات میں اپنی بیوی سے ہم بستر تھا۔ اور ابھی فارغ نہ ہوا تھا کہ وہ جن آ گیا اور ہم دونو کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اور ایسی طاقت کی کہ ہم ہاتھ اُٹھانے سے عاجز ہو گئے لحاف کو بھی اپنے اوپر سے نہ اُٹھا سکے۔

ہم اسی بے قراری میں تھے کہ آپ نمودار ہوئے اور آواز دی کہ نور محمد کچھ خوف نہ کرنا۔ یہ جن ابھی بھاگ جائیگا۔ کیونکہ شیطان کا مکر کمزور ہے۔ جن نے حضرت کی آواز سنتے ہی ہم کو چھوڑ دیا۔ میں اُٹھا اور حضرت غائب ہو گئے۔ اس کے بعد سے میرے گھر میں کسی کو جن کا آسیب نہ ہوا۔ اور جنات وہاں سے جلا وطن ہو گئے میں دیکھتا تھا کہ وہ اپنے ساز و سامان کو لیکر میرے گھر سے جا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں

کہ حضرت نے ہم کو جلا وطن کر دیا۔ اب ہم موضع شادیوال میں جا کر ٹھیرینگے ✦

کرامت۔ حضرت کے مرید میر شرف الدین حسین حسنی بلقب بہمت خاں بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز مجھے یہ خیال ہؤا کہ چند کپڑے نفیس سپید دکنی اور کچھ قدر پکانے کے مصالحہ حضرت کی خدمت میں بھیجوں۔ پس کپڑے اور مصالحہ علیحدہ علیحدہ اپنے دودھ بھائی الہ یار نامی کے ذریعہ روانہ کیئے۔ ایک عورت نے جو میری سسرالی رشتہ دار آئی تھی کہا کہ ایسے بیش قیمت کپڑے کیوں فقرا کی نذر کرتے ہو۔ وہ اِن کو استعمال نہ کرینگے۔ مَیں نے کہا کہ اگر وہ استعمال نہ کریں تو اُن کے کسی اور گھر والے کے کام آئینگے۔ اللہ یار نے کپڑے اور مصالحہ آپ کے ملاحظہ میں پیش کیا آپنے فرمایا کہ مصالحہ تو لے لیا جائے۔ اور کپڑوں کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ میر شرف الدین حسین سے کہو کہ یہ نفیس کپڑے درویشوں کے کام نہیں آتے ہیں۔ تمہارے گھر میں جو ایک عورت آئی ہے اُس کو دے دیں اُس کے لائق ہیں۔ اور کپڑوں کو واپس فرما دیا۔ اِس کرامت سے وہ عورت جس نے وہ بات کہی تھی بہت نادم ہوئی اور توبہ کی کہ حضرت کی نسبت پھر کبھی ایسی باتیں نہ کہونگی ✦

کرامت۔ میر صاحب مذکور بیان کرتے تھے۔ کہ جب کہ فرزند شمس الدین احمد دو سال کا تھا وبائے عظیم دہلی میں پھیلی۔ اور وہ بھی سخت بیمار تھا تین دن تک دودھ نہ پیا اور بے ہوش رہا۔ اور آثار جان کندنی ظاہر ہونے لگے۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ رُوح اُس کے پاؤں سے کمر تک نکل گئی ہے۔ اور کمر سے سینہ تک۔ حاضرین گریہ زاری میں مشغول ہو گئے۔ اور مَیں بارگاہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہؤا اور مَیں نے یہ نذر مانی کہ یہ لڑکا جب پانچ چھ برس کا ہو جائیگا۔ تو اُس کو مع اُس کی دایہ کے حضرت کی خدمت میں بھیجدونگا۔ کہ وہیں پڑا ہو اور اس بارگاہ کی غلامی کیا کرے۔ اور عبادت حق میں مشغول رہے۔ اِس نذر کے مانتے ہی یہ معلوم ہؤا کہ رُوح اس کے بدن میں واپس آگئی۔ آنکھ کھولی۔ اور دودھ مانگا اور صحت پائی ✦

سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ چونکہ حضرت کا منہ در تھا اس لئے جس نے اُس کی دنیا داری میں کوشش کی اور لباس امرا اُس کو پہنایا وہ آزار جسمانی و مالی کھینچتا تھا۔ چنانچہ آپ کے دادا اور نانا اسی کوشش میں تھے کہ کہیں فقیر نہ ہو جائے۔

مجھ کو اُس سے حضرت کی غلامی میں بھیجنے نہ دیتے تھے۔ جلدی مر گئے اور اُس کی ماں کی بھی یہی تمنا تھی۔ اس لئے وہ بھی غلام کے ہاتھ سے قتل ہو گئی ✣

کرامت ایک روز حضرت خلوت میں بیٹھے تھے۔ اور عبدالمومن نو مسلم بھی وہیں موجود تھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے جو تو مانگے گا ملے گا۔ اُس نے کہا کہ سرکار میرے بھائی اور ماں کافر متعصب ہیں۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ مسلمان ہو جائیں۔ مگر وہ نہیں ہوتے۔ آپ توجہ فرمائیں کہ مسلمان ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا کچھ اور بھی چاہتے ہو اُس نے کہا کہ حضرت کی توجہ سے مجھے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ مگر بالفعل اُن کے اسلام کی تمنا ہے۔ فرمایا کہ بہت خوب وہ جلد مسلمان ہو جائینگے۔ حضرت کے اس ارشاد کے تیسرے دن اُس کے بھائی اور ماں سامانہ سے سرہند گئے۔ اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے ✣

کرامت شیخ حسین جامی نقشبندی نے واقعہ میں دیکھا کہ فتنہ عظیم برپا اور سلطان عالیشان جہانگیر بادشاہ کی سلطنت میں فتور واقع ہوگا۔ انہوں نے اپنا کشف خان اعظم سے ظاہر کیا۔ شدہ شدہ اُس کی خبر حضرت تک بھی پہنچ گئی آپ نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی تھا جیسا کہ شیخ حسینؒ نے بیان فرمایا ہے مگر ہم نے اس فتنہ کو تسکین دے دی ہے۔ چند روز نہ گذرے تھے کہ سلطان شاہزادہ خسرو نے خروج کیا اور امراء و اغنیا کی ایک بڑی جماعت نے اُس کا ساتھ دیا اور ملک میں فتنہ پھیلا اور بادشاہ نے اُس کا تعاقب کیا۔ شاہزادہ نے موضع گوبندوال کے نزدیک شکست کھا کر دریائے چناب پر جا کر پناہ لی اور حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق فتنہ نے تسکین پائی ✣

کرامت۔ کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں کہ سلطان خسرو نے خروج کیا تھا۔ بعض امرا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ دشمن نے بمشورہ مرتضیٰ خاں (کہ معتمد علیہ سلطانی تھا) خروج کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ مرتضیٰ خاں کو دشمن کے تعاقب کیلئے بھیجنا چاہیئے۔ تا کہ اس کو گرفتار کر کے لائے۔ یا خود قتل ہو جائے۔ حضرت نے یہ کلام سُنا تو فرمایا کہ مرتضیٰ خاں میرے خاندان کا دوست اور مروج ملت ہے پس اُس کی امداد و اعانت کے لیئے متوجہ ہونا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ اس جنگ میں فتح مرتضیٰ خاں

کی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا +

کرامت۔ حضرت کے ایک عزیز کو اولاد ہوتی تھی مگر زندہ نہ رہتی اور لڑکپن میں انتقال کر جاتی تھی۔ اِس لئے وہ حیران و پریشان رہتے تھے۔ ایک مرتبہ اُس کے مکان میں لڑکا پیدا ہؤا۔ اُس نے اس کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ مَیں نے نذر مانی ہے کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہے اور بڑا ہو تو حضرت کی غلامی میں رہیگا حضرت نے توجہ کے بعد فرمایا کہ اُس کا نام عبد الحق رکھو زندہ رہیگا۔ اور عمر پائیگا لیکن ہر ماہ پانچ بہلول نذر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند نکالتے رہا کرو۔ آپکے ارشاد کی برکت سے وہ لڑکا معمر ہؤا +

کرامت۔ آپ کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں سب سے پوشیدہ افیون کھایا کرتا تھا کہ کسی کو اُس کی خبر نہ تھی۔ ایک روز مَیں ہمراہ رکاب سعادت آنحضرت جا رہا تھا۔ حضرت نے ایک توجہ مجھ پر ڈالی اور فرمایا کہ مَیں تیرے دل میں ایک ظلمت پاتا ہوں اُس کی وجہ کیا ہے بمجبوراً مَیں نے اقرار کیا کہ میں پوشیدہ طور پر افیون کھایا کرتا تھا مگر آج سے توبہ کرتا ہوں +

کرامت۔ حضرت کی عمر گرامی جب پچاس سال کی ہوگئی۔ تو آپنے یہ ارشاد فرمایا کہ میری عمر کے پچاس اور ساٹھ سال کے درمیانی زمانہ میں ایک حادثہ عظیم اپنے اوپر پاتا ہوں اور اُس وقت میں قضاءِ معلق میرے اس جہان سے ارتحال کی نسبت مشہود ہوتی ہے۔ مگر ساٹھ سال کے بعد جس کو اب بارہ برس باقی ہیں میرے انتقال کی بابت قضاءِ مبرم وقطعی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوعہ ہؤا۔ کہ پچاس وساٹھ سال کے درمیانی زمانہ عمر میں جب کہ فرمایا تھا حادثہ عظیم سلطان وقت۔ سے بسبب شماتت بعض اندارویں کے اور بادشاہ وقت کو سجدہ تحیت دستور وقت نہ کرنے کے ظاہر ہؤا اور جب آپکی عمر شریف تریسٹھ سال کو پہنچی تو چونکہ قضاءِ مبرم بعد ساٹھ سال کے آپ مشاہدہ فرما چلے تھے۔ ارتحال فرمایا +

کرامت۔ ۱۰۳۳ھ میں حضرت قدس سرہ درگاہ خواجہ اجمیر میں حاضر تھے فرمایا کہ ہمارے انتقال کا زمانہ قریب ہے اور جناب خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بشارتیں اور کرامتیں عطا ہوئی ہیں۔ چنانچہ آپنے اپنے صاحبزادوں کو ایک خط تحریر فرمایا

کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم کو دنیا کے اجازت نامہ کی بجائے آخرت کا اجازت نامہ دیا گیا۔ اور مقام شفاعت سے حصہ عطا کیا گیا ہے یہ بھی تحریر فرمایا کہ سب سے بڑی اُمّہات المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں بعض خدمات کے اہتمام کے لئے مجھ کو حکم فرما رہی ہیں۔ اور کہتی ہیں کہ ہم تمہارے منتظر تھے۔ اِس اِس طرح سے کام کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد آپ بالکل سرانجام آخرت میں مشغول ہو گئے۔ ہر چند کہ آپ کی عشرت ارشاد و تکمیل طالبان تھی۔ مگر چونکہ وصلِ محبوب حقیقی نے پرتو ڈالا تھا۔ اِس لئے عزلت اختیار فرمائی۔ اِس خط کے پہنچتے ہی صاحبزادے آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ اور سرہند شریف پہنچے۔ حضرت اُن کو خلوت میں لے گئے اور فرمایا کہ اب مجھ کو اس جہان سے کچھ وابستگی نہیں رہی ہے کہ اُس عالم میں جانا ہے۔ پس وصیتیں فرمائیں اور دولت خانہ کو تشریف لائے اور ایک خلوت خانہ الگ مقرر فرمایا۔ اور اُس میں خلوت گزین ہو گئے مدت قلیل میں رحلت آخرت فرمائی ✦

کرامت حضرت نے ماہ شعبان ۱۰۳۳ھ میں شب برات کو خلوت خفیا فرمائی۔ شب بیدار تھے۔ آدھی رات گذرنے کے بعد آپ گھر میں آئے۔ اور زہرا زمانہ والدۂ عفیفہ حضرت مخدوم زادگان یعنی آپکی اہلیہ صاحبہ مصلے پر تسبیح پڑھ رہی تھیں اُن کی زبان عصمت پناہ سے یہ بات نکلی۔ کہ آج کی رات لوگوں کی موت اور حیات اور اُن کے تقدیریں مقرر کی جاتی ہیں۔ خدا جانے کہ کس کا نام ورق ہستی سے محو کیا گیا اور کس کا ثابت رکھا گیا۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آپ تو بطور شک و تردد کے کہہ رہی ہیں۔ اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو اچھی طرح سے دیکھ رہا ہے کہ اُس کا نام نامۂ وجود سے محو کیا گیا ہے اور اشارہ اپنی طرف فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ اُس بات سے چھ ماہ بعد آپؒ نے وفات فرمائی ✦

کرامت ایک روز حضرت اپنے مکان میں آرام فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ اس موسم سرما میں ہم اس مکان میں نہ سوئینگے حاضرین نے کہا کہ شاید خلوت خانہ میں آرام فرمائینگے فرمایا کہ وہاں بھی نہیں پوچھا گیا کہ پھر آرام فرمائینگے فرمایا کہ ان میں سے کسی جگہ نہیں خود بخود ظاہر ہو جائیگا اِس لحاظ سے کہ مخفی رہے اور دوستوں کو رنج نہ ہو آپنے اسکی تصریح نہ فرمائی

اور موسم سرما میں ہمارے سروں سے آپ کا سایہ اُٹھ گیا ✦

کرامت - ایک روز فرمایا کہ اپنی عمر کا حساب ترسیٹھ (۶۳) سال سے زیادہ نہیں دیکھتا ہوں اور ایسا ہی واقع ہوا کہ ترسیٹھ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی ✦

کرامت - آپؒ نے ایک صادق العقیدہ امیر کو ایک حاجتمند کی سفارش میں ایک خط تحریر فرمایا اُس میں لکھا کہ اِس شہر میں ہر سال وبا ہوتی ہے معلوم نہیں کہ اس سال زندگی وفا کرے یا نہیں اُمید کہ آپ اچھی طرح سے ہونگے آپ نے اپنی کیفیتِ وصال بغرضِ ستر اس عبارت میں ادا فرمائی - اور اُسی سال وصال ہوا ✦

کرامت - ایک دوست نے بیان کیا کہ بزمانۂ مرض امام ہمام قدس سرہٗ مجھے خیال ہوا کہ چند روز کی اجازت لیکر وطن بالوف جاؤں - اور پھر خدمت شریف میں حاضر ہوں - پس عرض کیا کہ میرا ارادہ مصمم ہوگیا ہے کہ وطن جاکر پھر خدمت شریف میں حاضر ہوں - فرمایا کہ چند روز ٹھہرو - مَیں نے عرض کیا کہ ارادہ غالب ہے اور مَیں بہت جلد حاضر خدمت ہو جاؤنگا - الغرض رخصت عطا فرمائی - اور یہ مصراع پڑھا کہ

کجا تو کجا ما کجا نو بہار

اس سے چند روز کے بعد حضرتؒ نے وفات فرمائی ✦

کرامت - بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۰۳۴ھ ہجری کو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ چالیس اور پچاس روز کے اندر وفات پائینگے - ایسا ہی ہوا کہ ۲۸ ماہ صفر میں رحلت فرمائی ✦

کرامت - آپ نے اپنے مرض سے ایک روز پہلے فرمایا کہ دو روپیہ کے کوئلے انگیٹھی کے لئے لاؤ - پھر فرمایا کہ ایک روپیہ کے کافی ہو جائینگے - ابھی وعظ الٰہی نے میرے دل میں کہا ہے کہ دو روپیہ کے کوئلے جلانے کی فرصت نہیں رہی ہے عرض کیا گیا کہ موسم سرما ہے زمانہ کے کام آجائینگے - فرمایا کہ ایسا ہی کرلو - مگر احباب طول امید ہی رکھتے ہیں - وقت نہیں ہا - پس دو روپیہ کے کوئلے لائے گئے - آدھے کوئلے آپ نے اپنے لئے الگ کرلئے اور فرمایا کہ ہمارے لئے اتنے ہی کافی ہیں - باقی گھر میں بھیجدئے - جتنی مقدار کہ حضرتؒ نے اپنے لئے رکھ لی تھی وہی وقتِ وصال تک پوری ہوئی ✦

کرامت ۔ وفات سے بہت دنوں پہلے آپ نے اپنی اہلیہ صاحبہ سے فرمایا تھا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ میری وفات تمہارے سامنے ہوگی۔ اس لئے تم اپنے مہر کے روپیہ میں سے جو کہ یقینی وجہ حلال سے ہے۔ ہماری تکفین کرنا۔ ایسا ہی واقعہ ہوا کہ آنجناب قدس سرہٗ نے حضرتِ عصمت پناہ کے سامنے وفات پائی ۔

کرامت ۔ آنحضرت قدس سرہٗ نے بروز سہ شنبہ وقت چاشت ایک پہر دن چڑھے ۲۸ ۔ ماہ صفر ۱۰۳۴ھ ہجری میں اِس دارِ ناپائدار سے سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔ جامع حضرات القدس غسل کے وقت حاضر تھا اور غسل کے لیئے پانی آپ کے بھتیجے شیخ بہاء الدین کو کہ غسل دیتے تھے دے رہا تھا۔ میں نے آپکے پائے مبارک کو چوما اور اپنی آنکھوں سے ملا ہے۔ جب بدن سے کپڑے غسل کے لیئے اُتارے گئے اور بالا پوش ہٹایا گیا تو ہم نے دیکھا کہ آپ کے دستِ مبارک ناف پر بندھے ہوئے ہیں اور سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور کن انگلی سے حلقہ کئے ہوئے کہ یہی وضع نماز میں مستحب ہے حالانکہ وقت وفات آپکے ہاتھ پاؤں حسبِ دستور دراز کر دیئے گئے تھے اور حاضرین نے تحقیق کے لیئے کہ یہ امر اختیاری ہے یا اتفاقی دو بارہ ہاتھوں کو کھولدیا مگر پھر اسی طرح منعقد کر لیئے گئے۔ پس معلوم ہو گیا کہ یہی وضع آپ نے اختیار فرمائی ہے اِس لئے اسی وضع کو قائم رکھا گیا۔ اور لوگ تجہیز میں مشغول ہو گئے۔ غسل کے لیئے بدن سے کپڑے اور سرِ مبارک سے دستار اُتاری گئی۔ اور تختِ غسل پر لٹایا گیا تو دیکھا کہ آپ تبسم فرما رہے ہیں۔ جیسا کہ زندگی میں مسکرایا کرتے تھے۔ حاضرین بہت متعجب ہوئے ۔

اِس کے بعد غسل دیا گیا۔ اور پھر آپکے ہاتھ کھول دیئے گئے اور بائیں پہلو پر آپکو لٹایا گیا اور داہنی طرف کو غسل دیا گیا۔ پھر داہنے پہلو پر آپ کو لٹا دیا گیا اور بائیں طرف کی تکمیل کی گئی۔ پھر سیدھا ہاتھ بائیں پر باندھ لیا۔ پھر آپ کے ہاتھوں کو کھول دیا گیا۔ تمام حاضرین نے معائنہ کیا۔ کہ سیدھا ہاتھ سیدھی طرف سے اور بایاں ہاتھ بائیں طرف سے متحرک ہوا۔ اور دو نزدیک گئے۔ اور سیدھے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو قبض فرما لیا اسی طرح کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور کن انگلی نے دستِ چپ کے پہونچے کو حلقہ کر لیا۔ اس خارق عظیم سے غوغائے عظیم پیدا ہوا اور سب کی زبانوں پر کلمہ سُبحان اللہ بے اختیار آگیا۔ آخر جب حضرت کی مرضی اسی میں دیکھی گئی تو دستِ مبارک اُسی طرح سے بندھے چھوڑ دیئے

اور نہ الگ کئے گئے۔ اور نہ دراز کئے گئے۔ یہ قبض و بسط بہت بڑی کرامت ہے جو بعد وفات کے آنجناب قدس سرہ سے ظاہر ہوئی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ؁

پھر آپ کو اُس قبۂ منورہ میں کہ خود آنجناب قدس سرہ نے اپنے فرزند بزرگوار خواجہ محمد صادق کے مزار پر تعمیر فرمایا تھا۔ رکھا گیا ؁

کرامت۔ حضرت علیہ الرحمۃ کی وفات کے دن آسمان کے کنارے نہایت سُرخ ہو گئے تھے۔ اور یہ منقول ہے کہ سُرخی آسمان کی آسمان کا گریہ کرنا ہے۔ دوستانِ حق پر۔ چنانچہ شرح صدور میں ہے کہ زمین و آسمان مومنین پر گریہ کرتے ہیں۔ اسی میں مذکور ہے کہ آسمان کے رونے میں اُس کے کنارہ سُرخ ہو جاتے ہیں ؁

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آسمان کی یہ سُرخی جو ہوتی ہے۔ وہ آسمان کے مومنین پر گریہ کرنے میں ہوتی ہے ؁

کرامت۔ آنحضرت قدس سرہ کی وفات کے بعد ایک مخلص نے بیان کیا کہ آج ظہر کے وقت مَیں مسجد میں نماز کیلئے آیا۔ موذن نے تکبیر کہی اور لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ مَیں امام کے پیچھے کھڑا تھا۔ اور اِن آنکھوں سے مَیں نے دیکھا کہ حضرت میرے پہلو میں کھڑے ہیں۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے متصل کر لیا تا کہ فصل نہ رہے کہ حالتِ حیات میں بھی آپ کا یہی دستور تھا۔ نماز کے ختم ہونے تک میں آپ کو اسی طرح دیکھتا رہا۔ ایک شال سبز اوڑھے ہوئے اور موزے پاؤں میں پہنے ہوئے تھے۔ جب ہم نے سلام پھیرا۔ تو آپ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے ؁

کرامت۔ حضرت مخدوم زادہ عارف حبیب خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ المجیب نے فرمایا کہ زمانۂ رنج و غم وفاتِ آنجناب میں ایک شب اُس حجرہ میں جو صحن روضۂ مبارک میں ہے بستر پر لیٹا تھا۔ اور ماتم فراق و درد اشتیاق میں سو گیا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ حضرت صحن روضہ میں پھر رہے ہیں۔ مَیں بیدار ہو گیا تو دیکھا کہ حضرت حجرہ کے دروازہ کی طرف گئے اور حجرہ کے اندر تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ کر مجھ کو گود میں دبا لیا جس طرح کہ مشائخین بوقتِ عطاءِ نعمت باطنی معانقہ کیا کرتے ہیں۔ مجھ پر ہیبت غالب ہوئی۔ اور لرزہ میرے اعضا میں پھیلا۔ پھر آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ مَیں نے مختلف راتوں میں حضرت

کو دیکھا کہ صحن روضہ میں سیر کر رہے ہیں۔ اور چونکہ میرا وجود طبیعی معانقہ ساکنان عالم قدس کے ساتھ معائنہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ ہیبت زدہ ہو گیا تھا اس لئے شب اول کی مانند زیارت نہ ہوئی۔ اور روحانی حضوری پر اکتفا ہوتا رہا۔

کرامت۔ حضرت قدس سرہ کے ایک مخلص بیان کرتے ہیں کہ ان کا لڑکا بیمار تھا۔ اور ڈراؤنی صورتیں اور شکلیں اُس کو دکھلائی دیتی تھیں۔ انہوں نے اُس سے کہا کہ اے فرزند تو نے لڑکپن میں حضرت کو دیکھا ہے حضرت کا کچھ حلیہ تجھ کو یاد ہے یا نہیں۔ کہا کہ حضرت کی داڑھی اور مونچھیں مبارک میری نظروں میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انہیں کا تصور کر تاکہ وساوس شیطانی نہ ستائیں۔ اور ان کے طفیل میں اللہ تعالیٰ تجھ کو صحت عطا فرمائے۔ اُس نے حضرتؒ کا تصور شروع کیا۔ اتفاقاً اُس کو غشی ہوگی ہو گئی۔ بعد افاقہ پانے کے اُس نے کہا کہ میں نے حضرتؒ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ بابا ہم خدا سے مل لئے ہیں اور بہشت میں داخل ہو چکے ہیں۔ پہلے ہم نے داہنا پاؤں رکھا پھر سر پھر بایاں پاؤں اسی طرح جنت میں چلے گئے۔ میں نے کہا کہ یا حضرت مجھے بھی خدا سے ملائیے تاکہ میں بھی اُس کے قدم چوموں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی تمہارا اور میرے فرزندوں کا خدا سے ملنے کا وقت نہیں آیا ہے"۔

وہ لڑکا بیدار ہو گیا۔ اس کو پوری پوری صحت ہو چکی تھی اور کسی طرح کا ضعف نہ رہا تھا۔ اور وساوس بخوبی دفع ہو گئے تھے۔ اس واقعہ صادقہ کے دس دن کے بعد ہمارے ممالک میں خبر آئی کہ حضرت عالم سے رحلت فرما ہو گئے۔

آنحضرت قدس سرہ کے کرامات و خوارق عادات احاطہ شمار سے باہر ہیں اور اس مختصر میں اُس کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔ اور آپ کی بعض بڑی بڑی کرامتیں آپؒ کے خلفا اور اصحاب کے حالات کے ساتھ کہ وہ کرامات کے راوی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہونگے۔

اور آپؒ کے بعض احوال و اقوال اور کرامات جو بوقت وفات و بعد وفات واقع ہوئے ہیں وہ رسالہ "وصال احمدی" میں مکتوب ہیں۔ اُس میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

حضرت دہم

آپ کی تواریخ وصال میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بعض احباب نے تواریخ و مرثیہ ہائے وصال کہے ہیں کچھ حصہ اُن کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے :-

خواجہ ہاشم کشمی برہانپوری علیہ الرحمۃ نے جو کہ آپ کے خلفا میں سے ہیں اور بلدہ برہان پور میں مسند ارشاد و مشیخت پر مسند نشین ہیں۔ بیان کیا ہے کہ یہ ترسیٹھ فقرے آنحضرت قدس سرہٗ کی عمر شریف کے مطابق ہیں۔ ہر ایک سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے۔ قَدَّسَ اللہُ تَعَالٰی رُوحَہٗ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا فُتُوحَہٗ :-

ہاشم فیاض دلہا[1] - قطب الاقطاب والا روزگار باشد[2] - سراج وجود[3] طرف بست - ماہ محققین رفت[4] - خیر الاولیا نماند[5] - منور رحلت نمود[6] - معرفت پرور[7] احمد زبدہ مشائخ بود[8] - روح علما راسخ بود[9] - ظل محمد بود[10] - اوامر خلفا راحمد بود[11] - ہمہ آئین[12] صحابہ - سید الثقلین بود - دالہ حب شیخین بود[13] - مہر عثمان و علی بود[14] - ہمہ محبت اہل[15] بیت نبوی بود - اقتباس نبوت بود[16] - ابر نیساں رحمت بود[17] - شہسوار محبت بود[18] - خدیو عارفاں بود[19] - فرخا عمان بود[20] - تکیہ گہ ہمہ اتقیا بود[21] - سرور اہل تمکین بود[22] - منور آداب خواجہ بہاؤالدین بود[23] - رائے خواجہ علاؤالدین بود[24] - آں خواجہ محمد پارسا بود[25] - زر گہہائے خواجہ عبید اللہ بود[26] - ادراک خواجہ باقی باللہ بود[27] - رواج محبت رسول اللہ[28] بود - راوی ذی الجلال بود[29] - ہمہ امتثال بود[30] - مے شمس حقیقت[31] - شہباز[32] طریقت - جان شریعت[33] - امجد تربیت بود[34] - رفیع المراتب[35] - خیر المناقب[36] - برات جمال اللہ الاکبر[37] - آیۃ من آیات عز وجل[38] - شگرفِ روزگار[39] - کاشف پے ورگاہ[40] باعث نجات آمد[41] - سرچشمہ حیات آمد[42] - بہار اسرار قرآنی[43] - منور دین الف ثانی[44] رونق چمن زار عشرت[45] - بل گلگونۂ عروس سعادت[46] - دولجۂ صباحت و ملاحت[47] - ہمہ محبت دہمہ محبوبیت[48] - ہو فخر النسب[49] - غازۂ وجہ ادب[50] - اکمل الافاضل[51] - خیر الاکابر[52] -

شرف جنات - شہے عالی درجات - عمر احمدی ہمان عمر - پیام بروصل محبت اللہ - روز کوچ سہ شنبہ صفر - حظ اللہ عزوجل مثواہ - وجعل بدار الخلد ماواہ - رزقنی اللہ توفیقہ - وتبسط اللہ تعالے واشما طریقہ - اکثر اللہ محبیتہ الی یوم الدین - بحق نبی اللہ ومحبوبہ وآلہ واصحابہ والتابعین +

رباعی ذیل کے ہر مصرعہ کے بے نقط حروف جمع کرنے سے آپ کے سال انتقال کی تاریخ اور ہر مصرعہ کے سرِ حرف سے آپ کے اسم مکرم کی صراحت ہوتی ہے - رباعی

آں مرشدرہ کہ بود او فخر کبار — حیرت زدہ از شہودِ او چشم ہزار
مہر فلک قربیت بستانِ کمال — دریائے کرم چراغ بزمِ ابرار

رباعی ذیل برعکس رباعیِ اولے ہے اور اس کے حروف ابتدائی آنحضرت کی ولادت کو بیان کرتے ہیں ؎

اوسرورِ ملکِ مہر و دریائے شہود — خاک رہ آں سرمہ ابصار جنود
شاہِ اورنگِ معرفت گوہر — علامہ عصر و لوحِ اسرارِ وجود

رباعی ذیل کا ہر مصرعہ آنجناب قدس سرہٗ کے سالِ وصال کی تاریخ ہے ؎

آں قطب سراج عالم ہمت بود — شاہ کل و فردِ نخبۂ وحدت بود
دیں تازہ روے چوں نوگل ابرِ بہار — واں در عالم مائدۂ نعمت بود

واضح ہو کہ جو حروف کہ اِن تینوں رباعیوں کے شروع میں مرقوم ہیں وہ حسب قاعدہ رباعی خود تاریخ بن جاتے ہیں - کہ بقاعدہ توشیح رتب تخلد برآمد ہوتا ہے کہ سالِ وصالِ آنحضرت رضی اللہ عنہ ؎

تا رفت گل از باغ چمن زار بماند — بخت من و گلشن چو شب تار بماند
بالش زجہاں چو شکیب از دل رفت — لخط دل مِ بلبل سر ہر خار بماند

اس رباعی کا ہر ایک مصرع کہ مرکب ہے حروف غیر معجمہ سے - تاریخ وصال آنحضرت ہے اور ہر مصرع کا حرف ثالث آپ کا نام نامی ہے رضی اللہ تعالے عنہ ؎

اواعمل اہل عصر و رعلم علم — لوح الاسرار لامع ملک کرم
او مہر کمال سرورِ عالم حلم — گرد رہ او سرمہ اہل حرم

بقاعدہ تعمیہ سال وصال حاصل ہوتا ہے۔ اور ہر مصرع کے حرف دوم سے آنحضرت کی عمر شریف ظاہر ہوتی ہے ؎

آں کو بخوشی سخن آموخت مرا
تا رفت بہ ایمان عزا دوخت مرا
می جست بگریہ دل ز سال سفرش
ابر آمد و گفتا غم دل سوخت مرا

تاریخ وصال اس رباعی میں واضح ہے۔ مع ذالک۔ ہر مصرع کا ہر حرف دوم متفقہ سنین عمر آنحضرت کا ایما کرتا ہے ؎

بود مہر و ماہ علم حال و قال
ہم چو عثماں مر حیا راز ہیں بود
از خرد چوں سال عرش جست دل
زیں دو معنی گفت دو نور ایں بود

اس قطعہ میں بھی تاریخ وصال ظاہر ہے اور ہر مصرعہ کے حرف اول کا مجموعہ لفظ حاضر ہے جو آپ کی خلافت کے آغاز کا سال ہے ؎

حبیبے کہ از حسن ذاتی خویش
الہٰش ہمہ ساخت دریاے آں
ضمیرم ز دل سال وصلش بجست
رقم زد بہشت برین جاے آں

؎

بہار باغ عرفاں ابر رحمت
کزیں گلشن بہ تعجیل صبا رفت
مگر صبح قیامت سر بر آورد
کہ از مشکوٰۃ دیں شمع ہدیٰ رفت

؎

دریں ملک فنا غرق بقا بود
ہم از عین بقا اندر بقا رفت
ز یادش خانۂ دل آفتاب است
اگر از دیدہ چوں نور و ضیا رفت

؎

چو شاہ اولیاء عہد خود بود
خرد گفتا کہ شاہ اولیا رفت

؎

آنکہ بود از کلید خانۂ او
قفل اشکال عارفاں حل رفت
بود چوں شمع جمع اہل کمال
عقل گفتا سراج کمل رفت

بنمود یکے موج ز دریائے حقیقت　　ہم باز بداں بحر ازل بے سر و پا رفت
چوں جلوۂ او آب ریاض عرفا بود　　تاریخ سفر گوے کہ آب عرفا رفت

رفت آں کہ بود دیدۂ ادراک این و آں　　خفاش آفتاب ظہور کمال او
او نائب رسول بد از بیست عمت آ　　نائب شمارہ عمر نبی بین و سال او
سایہ ز سرو احمد مرسل نہفتہ بود　　ایں احمد ست سایۂ او ز امتثال او
از بس کہ امتثال نبی بود جملگی　　مے جوئے ز امتثال نبی انتقال او

محمل ربست سوئے بیاباں کہ کوہسار　　اسپند و شش مجمر صحرا بسوختہ
فارس کہ بود از شرر نعل توسنش　　از رہ رواں بادیہ پہنا بسوختہ
خار خلیدہ در جگر اشتراں مست　　کز اشک گرم شاں دل خارا بسوختہ
شبہائے غم چہ بخت من آخر سیہ چہ است　　ایں شعلہ گر نہ خانۂ شبہا بسوختہ
نبضے کہ برگرفت کہ چوں شعلہ کار زد　　از دوش باز دست مسیحا بسوختہ
روز وداع دل برما پرسد از کسے
کو داغ دل تمام سر و پا بسوختہ

تاریخ ذیل کی تخریج میر احمدؒ نے کی۔ اور خواجہ ہاشم نے اُسے نظم کیا نظم

شہ ملک دین مہر اوج یقین　　کز و دین و دل بود آباد او
بعہد فراقش سر جان کو　　بنوز و دو اعش دل شاد کو
اگر سال عرش پرسد کسے　　بگو سرور اہل ارشاد کو

یا ایہا الانام لقد سافر الانام　　من کان باخذ منہ عروۃ القبول
العارف الذی وہب ربہ لہ　　حال التی تحیر فی شانہا العقول
بالموت کان بدر یقین قد الطلع　　من مشرق الظہور الی مغرب الافول
لما اصاب ارث رسول بحقہ　　فاکتب مقام رحلتہ وارث الرسول

یہ تریسٹھ فقرے کہ مطابق سال عمر آنحضرت قدس سرہٗ ہیں۔ اور ہر فقرہ آپ کی تاریخ وصال ہے۔ حضرت میر محمد نعمان اکمل خلفاء آنحضرت ؒ نے تحریر فرمائے ہیں یہ ہیں :-

مرجع معرفت۔ راہبر اہل حلاوت نماند۔ عنقائے قاف عزت نماند۔ دُرِ دریائے محبت نماند۔ آئینۂ جمال نمائے محبت نماند۔ نور مصباح عبودیت نماند۔ فارس میدان صفوت بود۔ آفتاب جہاں ملاحت بود۔ شد ارباب قربت بود۔ مرکز دائرۂ سعادت بود۔ قافلہ سالار کعبۂ ہیبت بود۔ سروش محبوبیت بود۔ مرجع اصحاب تجرد بود۔ بدرِ منیر تقوےٰ بود۔ جانِ ارباب خانقاہ بود۔ بہ اہل صلابت تکیہ گاہ بود۔ واقف اطوار حقیقت بود۔ شمس سمائے الفت بود۔ پیکر معرفت بود۔ اشرف العارفین بود۔ کنز مخفی دارین بود۔ مآل مشائخ بود۔ نور حدیقۂ کرامت۔ عرش مجید اجابت۔ شجرۂ طیبہ۔ تکمیل گنج فضل الٰہیہ۔ ہادی حضور۔ مفتح ابواب فتوح۔ ترجمان کلام لاریب۔ منبع اخبار نبوی۔ راشت رو ملک ابدی۔ اکمل آثار مصطفویہ۔ صراط مستقیم و صدایہ۔ خدیو اجتہاد۔ مہر سپہر حدیث۔ سرمۂ دیدۂ اقتدار۔ محرم رموز الاسرار۔ آیت برکات۔ آرائش کمال ولایات۔ اعتصام الناصرین۔ شمس مستفیدین۔ نور ابصار تفرد۔ زاد خاشعان۔ مسند ذکر۔ اساس افضال۔ خلاصۂ نور احمد۔ مآل رضا۔ باب گنجینۂ فیاض۔ نور ستائش ابد۔ نور جہان طریقت۔ ریاض احدی۔ فیض صمدی۔ نقطۂ دائرہ احتشام۔ جمال تجلیات علوی۔ گل گلشن تعزز۔ معلم دبیرستان وصال۔ مرشد شفیق۔ بحر عمیق تصدیق۔ گوشوارۂ صباحت۔ اماماً داعیاً الی اللہ باذنہٖ۔ خاطر حق پسند۔ معدلت دستگاہ محفوظ۔ محفل قدسی بگرفت۔ بفردوس رفت۔ بجانب خلیل شد ❖

رباعیات ذیل کے ہر مصراع سے آنحضرت قدس سرہٗ کی تاریخ وصال نکلتی ہے

رباعی

او نور جہاں مکرمت بود	او نور سپہر محمدت بود
سرمایۂ ہر فتوح بود او	در راہ ہمہ قوت روح بود

〃

او محرم راہ کعبۂ وحدت بود	او منبع نور سید عزت بود
ممدوح جواد و معدن نصرت بود	برہان کمال و ہادی رحمت بود

رباعی
قبلۂ عسکر سعادت بود گوہر افسر محبت بود
آں گل گلستان انسانی کاشف رازِ رمز البقائی

تواریخ ذیل فضائل پناہ محمد صادق کشمیری کے مؤلفہ ہیں :-

قطعہ

فریاد ز گردشِ زمانہ بیداد ز دستِ جورِ ایام
قطبِ ارشاد شیخ احمد کہ بود بخلق فیض او عام
در ماہ صفر بہ بست و ہفتم بگذشت ز دہر پے سر انجام
از رفتنِ او زبے دلاں رفت یکبارہ قرار و صبر و آرام
شد دور وصال عاشقاں شب شد صبح امید طالبانِ شام
چوں قلعۂ دین و برج ایماں او بود بدہر پر دوام
تاریخ وفات او بر آمد افسوس فنا د برج اسلام

یہ تاریخ بھی آپ نے فرمائی ہے الولی لا یموت بل ینقل امنازل الابدی +

نیز آپ نے یہ بھی تاریخ فرمائی۔ اَلْمَوْتُ هُوَ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ +

مخدوم زادہ خواجہ محمد عبید اللہ فرزند خورد قطب زمان حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ نے آپ کی تاریخ وصال یہ پائی ہے۔ مَاتَ وَ لَمْ یَمُتْ بَلْ حَیٌّ اَبَدًا +

اور فرزند کلاں خواجہ محمد عبد اللہ نے یہ تاریخ پائی (امام صفاکیشان)
ملا حیدر نے تاریخ وصال فرمائی۔ (کشاف حقائق و معارف بودہ) +
مولانا عبد القادر انبالی نے کہا (کجا شد خلیل اللہ) اور یہ بھی کہا (فنی الحکمۃ)
مولانا کریمی ستانی علیہ الرحمۃ نے جو کہ آنحضرت قدس سرہ کے مخلص خاص تھے۔ تاریخ وصال تحریر فرمائی ہے ؎

شہ ملک ولایت شیخ احمد کہ مثلش مادرِ ایام کم زاد

ازیں راہِ خطرناکِ پُر آشوب قدم در شاہ راہ خلد بنہاد
بہ پرسیدم زہاتف سالِ تاریخ بگفتا ساکن جلد بریں باد

حضرتِ یازدہم

آپ کے فرزندان گرامی اور خلفا کے مقامات کے بیان میں رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ

آپ حضرت ؒ کے بڑے صاحبزادے اور اشرف اولیا زمانہ تھے۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔ زمانۂ کم سنی ہی سے آپ کی جبین مبین سے آثار علوِ استعداد اور انوار ہدایت وارشاد پیدا و ہویدا تھے۔ آپ کے جد امجد علیہ الرحمۃ زمانۂ طفولیت میں آپ کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ آنحضرت قدس سرہٗ سے فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا یہ فرزند ہم سے عجیب و غریب باتیں اور حقائق اشیا اور انکی خلقت کی کیفیت دریافت کیا کرتا ہے۔ ہم بہت وقت سے اُس کا جواب دیتے ہیں جب کہ آنحضرت قدس سرہٗ اپنے والد ماجد کی وفات کے ایک سال بعد سنہ ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ کی دولت صحبت سے مشرف ہوئے۔ یہ مخدوم زادہ بھی جنکی عمر اُس وقت آٹھ سال کی تھی آپ کے ہمراہ رکاب تھے۔ اور نظر فیض اثر حضرت خواجہ سے مشرف ہوئے اور اُن سے بیعت کی۔ حضرت خواجہ کی برکات توجہات عالیات سے اُس آٹھ سال کی عمر میں احوال و واردات غریبہ آپ پر وارد ہوتے تھے اور رنگ برنگ کے اذواق اور استغراق آپ پر منکشف ہوتے۔ باوجود جذبات کے غلبوں کے تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ مختلف کتب آپکے زیر سبق رہتی۔ کبھی غلبۂ جذب و احوال میں ننگے سر اور ننگے پاؤں نکل جاتے۔ اور سبق کی کتابیں طاق میں ہی کھلی رہ جاتیں تھیں۔ اس کثرت سے آپ پر پے در پے جذبات وارد

ہوتے کہ حضرت خواجہ ارشاد فرماتے تھے۔ کہ محمد صادق کو بازار کا کھانا کھلاؤ تاکہ اسکی ظلمت کی وجہ سے غلبۂ حال و جذبات میں کچھ کمی ہو جائے۔ اور جب آپ کو اس حال میں ملاحظہ کرتے تو فرماتے کہ ہمارے مجذوب کو دیکھو کس حال میں ہے۔ آپکی رفعت حال اس درجہ تھی کہ ایک روز ایک شائخ وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں آئے۔ اور انہوں نے اپنے حالات اور واردات بیان کر کے عرض کیا کہ اگر صحبت شریف میں ایسے ہی احوال حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو آپ کو تکلیف اپنی تعلیم کے ساتھ نہیں دے سکتا ہوں۔ ہاں اگر اس سے زیادہ رفیع حالات حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو میں آپکی خدمت میں ہوں اور استفادہ کروں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ محمد صادق رح کو بلاؤ۔ فوراً آپ حاضر خدمت ہوئے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم ہم سے اپنے حالات اور واردات بیان کرو۔ یہ بزرگ ہمارے مہمان ہیں تمہاری زبان سے تمہارے حالات سُننا چاہتے ہیں۔ آپ نے اپنے واردات و سوانح عرض کئے۔ تو اُن کے حالات اُن کے شائخ صاحب کے احوال سے کہ اُنہوں نے پچاس سال کے عرصہ میں حاصل کئے تھے بہت زیادہ تھے۔ شیخ ایک طفل ہشت سالہ کی زبان سے جس کو کہ داخل طریق ہو کر دو تین ماہ ہوئے تھے یہ احوال سنکر دریائے حیرت میں غرق ہو گئے اور رفعت حال کا تکبر اُن کے دماغ سے نکل گیا۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی مرحمت و شفقت آپ رح کے حال پر اس درجہ تھی کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ تپ محرقہ میں علیل ہو گئے اور آپ رح بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اور طرفین کے بخار کو ایک عرصہ دراز ہو گیا کہ صحت نہ ہوئی۔ آخر ایک روز حضرت خواجہ رح نے آنحضرت رح سے فرمایا کہ ہمارے بخار انعکاسی ہیں۔ جب تک محمد صادق یہاں ہے نہ اُس کا بخار دفع ہوگا نہ ہمارا۔ اُس کو سرہند روانہ کرو۔ ہم دونو اچھے ہو جائینگے اس حکم کی تعمیل کیگئی اور آپ رخصت ہو کر پہلی ہی منزل میں فروکش ہوئے تھے کہ آپ کا بخار دفع ہو گیا۔ اور مخبر یہ خبر لایا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا بھی بخار جاتا رہا۔

ایسے وقعات سلسلۂ علیہ نقشبندیہ میں اکثر واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ پر ایک مرتبہ جاڑے اور لرزہ کا غلبہ ہو گیا۔ بہت سے کمبل اور کپڑے ان پر ڈالے گئے۔ مگر تسکین نہ ہوئی۔ اتنے میں ایک خادم بازار سے واپس آیا۔ جو راہ میں اس موسم سرما میں پانی پر گر پڑا تھا۔ اور لرزہ و رعشہ میں مبتلا تھا۔ بزرگ نے کہا کہ اس خادم درویش کو دوسرا کپڑا

اور پوستین پہناؤ۔ کہ میری یہ سردی اُسی کے انعکاس سے پیدا ہوئی ہے جب اُس کو گرم کیا گیا۔ تو ان بزرگ کا وہ لرزہ اور رعشہ فوراً جاتا رہا۔

اکثر اوقات حضرت خواجہ قدس سرہٗ آپ سے حقائق اکوان اور احوال موتے واہل قبور اور امور آیندہ کے وقوع و عدم وقوع کی کیفیت آپ سے خلوت خاص میں دریافت فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ تھوڑی توجہ کر کے مفصّل جواب عرض کرتے تھے۔ اور مطابق آپ کے کشف کے واقع ہوتا تھا۔ اسی طرح سے اور درویش طریق آپ سے حقائق غیبی پوچھتے اور آپ ان کو جواب دیتے۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے بموجب ہی ہوتا تھا۔ آپؒ کے قصص اور کشوف کی تفصیل کے لئے دفاتر چاہئیں اس سالہ مجمل میں اجمال پر اکتفا کیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپؒ کی روانگی کے بعد ایک عنایت نامہ تحریر فرمایا تھا کہ:۔

قرۃ العین برخوردار محمد صادقؒ!

تمہارے ظاہر و باطن کے مشاغل اور احوال جیسا کہ ظاہر ہے لائق تعریف ہیں۔ اسی حضور اور حالت پر قائم رہو۔ اور غیبت اور استغراق سے اندیشہ نہ کرو انشاء اللہ سکر سے صحو میں آجاؤ گے۔ اور حالت فنا بقا اور شعور سے متبدل ہو جائیگی۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اُس خط کے جواب میں جو کہ ان صاحبزادہ برگزیدہ آفاق کے حال کے متعلق تھا یہ تحریر فرمایا۔ کہ احوال محمد صادق کے اصل ہیں۔ اور اس زمانہ میں جب کہ حضرت خواجہ آنحضرتؒ کو خلافت عطا فرمائی۔ اور اپنے اصحاب کو آپؒ کے حوالہ کر دیا تو مخدوم زادہ کی تربیت بھی آپ ہی کے سپرد کی۔ اُس نونہال بستان کمال نے آنحضرت کی خدمت میں کمالات حاصل کئے اور مرتبہ تکمیل کو پہنچے۔

آنحضرت قدس سرہٗ نے ایک عریضہ میں اُس گلدستہ اکمال صاحبزادہ کے زمانہ طفولیّت کے احوال کو حضرت خواجہ کی خدمت میں اس طرح تحریر فرمایا تھا کہ:۔

محمد صادقؒ نے مقام حیرت میں غوطہ کھایا ہے اور مقام مذکورہ میں فقیر کے حال سے مناسبت رکھتا ہے۔ تم کلامہ

آپ اکیس سال کی عمر میں آنحضرت کی خلعت خلافت سے بروز جمعہ ماہ جمادی الثانی میں مشرف ہوئے۔ اور آپ نے اپنا عبا خاص مرحمت فرمایا۔ اس روز ایک جماعت کثیر نے آپ سے مصافحہ کیا۔ اور بیعت کی۔ اس وقت ایک نور پیشانی سے اقدس اس ارباب تمکین سے درخشاں اور تاباں ہوا کہ آفتاب عالمتاب بھی اس کے مقابلہ میں شرمندہ اور خیرہ تھا۔

اس صاحب زادہ صاحب عرفان پر حیا اور انکسار اور تواضع اور شکستگی اس قدر تھی کہ گفت و شنید میں نہیں آ سکتے۔ اور تسلیم و رضا بقضا کی حالت کمال درجہ غالب تھی۔

ایک روز آپ کے ایک مخلص نے بعض لوگوں کی ایذا دہی کا آپ کی خدمت میں تذکرہ کیا۔ اور التماس کیا کہ آپ ان کو تنبیہ اور تہدید فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ہم خلق کے ساتھ خصومت و منازعت میں شریک ہو جائیں۔ تو پھر ہم فقرا اور اغنیا میں کیا فرق رہیگا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اس انداز سے ادا فرمایا کہ میں نادم اور شرمندہ ہو گیا۔ اور ظالموں کا کینہ میرے دل سے نکل گیا۔

جو شخص آپ کی صحبت کثیر البرکت میں پہنچتا۔ اس کا دل حب دنیا سے سرد ہو جاتا تھا۔ آپ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ اور اکثر علوم آپ نے آنحضرت کی خدمت میں حاصل فرمائے۔ کچھ مولانا طاہر لاہوری سے اور کچھ مولانا معصوم کی خدمت میں حاصل کئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو گئے۔ تمام درسی علوم کمال شرح و بسط سے آپ پڑھاتے تھے۔

حقیر مؤلف کتاب ہذا نے مطول مع حاشیہ میر اور شرح عقائد مع حاشیہ خیالی اور تحریر اقلیدس اور شرح مطالع مع حاشیہ میر وغیرہ کتب آپکی خدمت میں پڑھیں۔ اور آپ کی وفات کے بعد شرح مواقف اور تفسیر بیضاوی اور حاشیہ عضدی آنحضرت کی خدمت میں پڑھی ہیں۔ حضرت مخدوم زادہ ادائے مطالب میں بہت دور پہنچتے تھے اور مختلف طریقوں سے مطلب ادا فرماتے تھے۔ کبھی کبھی اپنے خیالات کسی کتاب پر بطور حاشیہ کے تحریر فرماتے تھے۔ اور نایاب جدید فنون اپنے سلیم طبیعت کے طبع زاد ظاہر فرماتے تھے۔ اور کبھی ان کتب پر بطور حاشیہ کے ان باتوں کو تحریر فرماتے تھے۔

ایک روز شیراز کا ایک عالم جو ہندوستان آیا تھا۔ اور وہ معقول میں بے نظیر تھا آپ کی خدمت میں آیا اُس سے آپ نے چند مشکل دقائق علوم عقلیہ کے باریکیوں کا تذکرہ کیا جس کو اُن فاضل صاحب نے تسلیم کر لیا۔ اور صاحب زادہ موصوف کی توصیف میں اپنی زبان کھولکر اُس نے کہا کہ ہم یہ جانتے تھے کہ ہندوستان کے علما اور اکثر علوم عقلیہ کی قوت نہیں رکھتے ہیں۔ پھر اُن سے نکات غیر مندفع کے ایجاد کی کیونکر توقع ممکن تھی۔ مگر جب سے اِس جوان کی ملاقات ہوئی۔ مجھ کو یقین ہوگیا کہ ایسے فضلا ہند میں بھی پیدا ہوتے ہیں +

آنحضرت قدس سرہٗ نے چند کلمات آپ کی رفعتِ حالی کے متعلق تحریر فرمائے ہیں۔ اُن سے آپ کی جلالت قدر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس مخدوم زادہ صاحب کے خط کے جواب میں جو مکتوب آپنے تحریر فرمایا ہے یہ ہے:-

کہ تمہاری شرح احوال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو ولایت خاصہ محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے مناسبت پیدا ہوئی ہے۔ پس تم شکر ایزدی اُسکی نسبت بجالاؤ کہ مدتوں سے اس دولت کے تم کو حاصل ہونے کی آرزو تھی۔ پس اس وقت ارادہ ہوا کہ تم کو اس مقام میں کھینچکر لاؤں۔ تو اس جستجو میں تم کو ہم نے مقام ولایت موسوی میں پایا وہاں سے نکال کر داخل دائرہ ولایت خاصہ کر دیا۔ الحمد للہ والمنۃ علی ذالک خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے اس بات پر +

نیز آپنے تحریر فرمایا ہے کہ میرا فرزند عزیز اس فقیر کے معارف کا مجموعہ ہے اور مقامات جذب و سلوک کا نسخہ +

یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میرا فرزند محرم اسرار ہے اور خطا اور غلطیوں سے محفوظ ہے +

نیز فرمایا ہے کہ یہ مقام میرے فرزند ارشد کو عنایت فرمایا گیا ہے اور اُس کی ولایت میں داخل کیا گیا ہے فقیر مسافروں کی طرح اُن کی ولایت میں مقیم ہے +

نیز فرمایا ہے کہ فقیر کا ولایت موسوی سے استفادہ اجمالی ہے اور میرے فرزند اکبر کا استفادہ اُس ولایت میں تفصیلی ہے۔ فقیر کی ولایت جس سے ولایت موسوی مستفاد ہے مشابہ ولایت بڑے مومن کے ہے کہ اہل فرعون سے ایمان لے آئے تھے۔

اور میرے فرزند کی ولایت موسوی ساحرانِ فرعونی کی ولایت کے مشابہ ہے کہ ایمان لائے تھے +

نیز آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ فرزند مرحوم ایک آیت حق جل وعلا اور ایک رحمت رب العالمین تھا۔ اُس نے چوبیس سالہ عمر میں وہ چیزیں پائیں جو کسی نے نہ پائی ہوں اور تدریس علوم عقلیہ ونقلیہ۔ نیز مقام ولایت میں اپنا پایہ مرتبہ کمال کو پہنچا دیا تھا۔ اُس کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف اور دوسری کتابوں کا درس دینے میں قدرت کاملہ رکھتے ہیں۔ اُس کے معارف عرفان اور شہود وکشوف بیان کی حاجت نہیں رکھتے ہیں۔ آٹھ سال عمر میں اس درجہ مغلوب الحال تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ اُسکی تسکین حال کے لیئے بازار کا کھانا کہ مشکوک ومشتبہ ہوتا ہے تجویز کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ جو محبت مجھ کو محمد صادق سے ہے وہ کسی سے نہیں ہے اُس کو بھی جو محبت مجھ سے ہے وہ کسی اور سے نہیں ہے۔ آپ کے اس ارشاد سے اُس کی عظمت معلوم ہوسکتی ہے۔ ولایت موسوی کو نقطہ آخر تک پہنچایا تھا۔ اور اُس کے عجائبات اور غرائبات بیان کرتے تھے۔ اور ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں خاضع اور خاشع اور متذلل اور منکسر رہتے تھے اور کہتے تھے کہ ہر ایک ولی اللہ نے بارگاہ حق سبحانہٗ سے ایک ایک چیز مانگی ہے۔ اور میں نے التجا وتضرع کو مانگا ہے تم کلامہ الشریف۔

آپ آپکے عریضہ جو آپ نے آنحضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں تحریر فرمائے ہیں لکھتا ہوں :-

قدسیہ۔ قبلہ گاہا۔ اب بھی آرزو ہے کہ ایک ساعت اور ایک لحظہ بھی رضائے حق کے بغیر نہ گزرے۔ اور یہ حضرت کی اشفاق توجہ اور دستگیری پر منحصر ہے۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

برکت توجہ عالی جس طرح سے کہ ارشاد ہوا تھا مستقیم ہوں اُس میں کوئی کمی نہیں۔ بلکہ روز بروز ترقی وزیادتی کا امیدوار ہوں +

نجر وظہر وعصر کے بعد حلقہ میں بیٹھتا ہوں۔ اور حافظ صاحب سے قرآن مجید سُنتا ہوں۔ بعض اوقات قبض اور بعض اوقات بسط رہتا ہے قبض وبسط اور ذوق

وآرام وغیرہ بدن سے متعلق رہتے ہیں۔ اُس سے متجاوز نہیں ہوتا ہے لطائف ستہ نہ متوجہ ہیں نہ غافل۔ اگر متوجہ ہیں تو اُن کی توجہ مثل علم حضوری کے ہے بلکہ عین حضوری ہے۔ توجہ اور ذوق وغیرہ اُن کا داخل عکس اور ظلال ہے۔ اور ظل سے متجاوز نہیں ہوتا اور لا یہ لطائف بدن سے مخلوط رہتے تھے۔ اور نظر بصیرت میں سوائے بدن کے اور کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ سابق میں حضرت سے بالمشافہ عرض کی جا چکی ہے۔ اب بدن سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ مَیں اس مقام کو مقام بقا جانتا ہوں۔ اس بقا کے بعد پھر ایک نوع کی فنا لطائف نمودار ہوئی۔ اور معلوم ہوا کہ بے اِس فنا کے جو بعد اُس بقا کے نمودار ہوئی۔ انجام کار میسر نہیں ہو سکتا تھا۔ اب قبض ظاہر ہوتا ہے مگر ہنوز توجہ بعالم منعطف نہیں ہوئی ہے۔ چونکہ عرض احوال امر ضروری ہے۔ اِس لئے اِن چند کلموں کے لکھنے کی جرأت کی گئی +

قدسیہ۔ بذریعہ عرض داشت ہذا کمترین بندگان محمد صادق عرض پرداز ہے کہ حقیر ایک مدت تک مقبوض ومہموم رہا۔ آخر کار بتوجہ اقدس عنایت خداوندی شامل حال ہوئی۔ اور ایسا بسط معلوم ہوا کہ سابق میں جو یاد وتوجہ مثلاً جو اپنی طرف سے محسوس ہوتی تھی۔ اب وہ حق تعالے وتقدس کی طرف سے معلوم ہوتی ہے اور اپنے میں کسی نوع کی قابلیت نظر نہیں آتی ہے۔ مثل آئینہ کے کہ اُس پر آفتاب طلوع کرے۔ پس اُس سے تمام کدورتیں اور میل کچیل بدن و لطائف کا جل گیا۔ اور پورا پورا نور اور برکت حسب دلخواہ اُس میں حاصل ہوئی۔ پس سینہ منشرح اور قلب وسیع ہو گیا۔ اور کل بدن نور درخشاں بن گیا۔ کہ سابقہ روح اور قلب سے بھی زیادہ لطیف ہے اور منجملہ اور لطائف کے تجلی اکمل قلب میں زیادہ پائی گئی۔ مَیں نے قلب کو دیکھا تو اُس میں ایک دوسرا قلب اور نئی تجلی ظاہر ہوئی۔ اور یہ سلسلہ اسی طرح قائم ہو گیا کہ ہر قلب بسیط میں ایک دوسرا قلب ظاہر ہوتا گیا۔ لیکن اب ختم ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یقین نہیں ہے اب معلوم ہوا کہ حالات سابقہ بہ نسبت اس حالت کے تکلفات محض تھے۔ اِس مقام کا نام میرے دل میں محظور ہوا تھا۔ مگر بخوف سوء ادب اُس کو عرض نہیں کرتا ہوں +

قدسیہ۔ حضرت سلامت! ایک رات تراویح میں حافظ صاحب قرآن تلاوت

کر رہے تھے۔ کہ ایک مقام وسیع نورانی مشابہ مقام حقیقت قرآنی ظاہر ہوا ہرچند اس کی جرأت نہ ہو سکی۔ مگر ایسا معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس مقام کی مرکز و اجمال ہے۔ گویا دریائے عظیم کو کوزہ میں بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ مقام تفصیل حقیقت محمدی ہے۔ انبیاء کرام و اولیائے کاملین اپنی استعداد کی بموجب ان مقامات میں سے بعض کو حاصل کرتے ہیں۔ مگر اس مقام کا کامل طور سے حصول بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور کے لئے مفہوم نہیں ہو سکا۔ اس کمترین نے بھی اس مقام سے بہ عنایت حق سبحانہ تعالےٰ بتوجہ عالی مرشد برحق حصہ حاصل کیا۔ اس ماہ مکرم میں عجیب برکات ظاہر ہو رہے ہیں۔ تم کلامہٗ ؛

آنحضرت قدس سرہٗ نے جو کچھ خطوط اپنے فرزند گرامی تذکرہ صدر کے نام تحریر فرمائے ہیں۔ اُن سب کا اس کتاب میں نقل کرنا مشکل ہے۔ آپ کے مکتوبات شریف میں دیکھنا چاہئے۔ اور مخدوم زادہ کے کشف و کرامات اس قدر ہیں کہ تحریر تقریر میں آنے کی گنجائش نہیں رکھتے۔ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے ؛

کشف۔ آپ کا وجد و حال زمانہ طفولیت ہی میں شہرت پا گیا تھا اس لئے شیخ بایزید کھروال مرید شیخ وجیہ الدین گجراتی کہ اُس نواح کے مشہور مشائخ میں سے تھے آپ کی معرفت اور وجد و حال کو سنکر بڑے ذوق کے ساتھ آپ کی ملاقات کیلئے آئے۔ حالانکہ ایک زمانہ سے آمد و رفت کا طریقہ انہوں نے موقوف کر دیا تھا اس وقت آپ آنحضرت کی خدمت میں تھے۔ شیخ موصوف نے اثناء ملاقات میں یہ استدعا کی کہ آپ اپنے سر کی یہ ٹوپی مجھے عطا کریں۔ تاکہ تبرکاً میرے پاس رہے۔ آپ نے مراقبہ کر کے فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ منع فرماتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم ہم کو دے دو۔ آپ نے عرض کیا کہ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ بتاکید تمام منع فرما رہے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہم دینے کیلئے کہتے ہیں۔ پس بہ تعمیل ارشاد والد بزرگوار آپ نے ٹوپی سر سے اتار کر شیخ موصوف کو دے دی۔ اور شیخ رخصت ہو کر واپس چلے گئے ؛

کرامت۔ آپ کے ایام طفولیت میں آپ کے چچا شیخ مسعود نے سفر قندھار کا عزم کیا۔ آنحضرت ان کی مشایعت کے لئے شہر کے باہر تک آئے اور آپ بھی ہمراہ

تھے۔ آنحضرت سے عرض کیا کہ دادا جان آگئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ شیخ مسعود کو اس سفر سے منع کرو۔ لیکن وہ سامان سفر کی تیاری کر کے نکلے تھے۔ اِس لئے آپ اُن کو منع نہ کر سکے۔ آپ کے فرمانے کا اثر ظاہر ہوا کہ اُسی سفر میں میں شیخ مسعود نے رحلت فرمائی جیسا کہ آنحضرت کی کرامات میں منقول ہوا ہے +

کرامت۔ ایک روز آنحضرت قدس سرہٗ نے زمانہ وبا بتاریخ غرہ ربیع الاول بعد نماز چاشت فرمایا کہ ایسا کچھ دل میں آرہا ہے۔ کہ ۱۲ ربیع الاول کے بعد طاعون جاتا رہیگا۔ حاضرین حیران ہوئے کہ اتنی شدت کا طاعون اس مدت قلیل میں کیونکر جاتا رہیگا۔ دوسرے دن فقیر مؤلف نے سبق حاشیہ خیالی کے موقع پر آپکے نقولہ صاحبزادہ صاحب بیان کیا۔ آپنے فرمایا کہ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ وبا طاعون اس بارہ دن میں اُن کے گھر سے چلی جائیگی۔ ایسا ہی واقع ہوا۔ اُس ماہ کی نویں تاریخ آپ نے انتقال فرمایا۔ اور اس سے ایک دن پہلے آپ کے دو بھائی محمد فرخ اور محمد عیسٰی اور ہمشیرہ صاحبہ اُم کلثوم نے رحلت کی۔ یہ تمام حوادث اسی بارہ روز میں واقع ہوئے۔ اِس کے بعد وبا آپ کے گھر سے جاتی رہی +

کرامت۔ بعض نے اُن لوگوں میں سے جو طاعون میں مبتلا ہو گئے تھے خواب میں دیکھا کہ حضرت مخدوم زادہ موصوف تشریف لائے ہیں۔ اور اِن مریضوں کو اُن لوگوں کے ہاتھ سے جو اس بلا کے پھیلانے کے بانی ہیں چھوڑا رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اس بلا کو ہم نے اپنے اوپر لے لیا ہے۔ تو پھر تمہیں ان سے کیا علاقہ اور ایذا دہی کیسی چنانچہ اس واقعہ کے بعد اُن کو صحت ہو گئی +

کرامت۔ ایک صالح شخص نے خواب میں دیکھا کہ جو شخص صاحبزادہ موصوف کا نام گرامی لکھ کر اپنے پاس رکھے۔ وہ بلا طاعون سے رہائی پائیگا۔ لوگوں نے آپکے مزار پر انوار پر مور و ملخ کی طرح رجوع کیا اور ایک جماعت کثیر نے آپکے نام گرامی کی کتابت شروع کی۔ اور اب تک آنے والوں کی ایسی کثرت ہے کہ فاتحہ خوانی کی نوبت نہیں پہنچتی ہے۔ جس نے آپکا نام اپنے ساتھ رکھا اُس نے اُس بلا سے رہائی پائی اور اگر وہ بیمار ہو جاتا تو صحت پا لیتا تھا +

آنحضرت نے ایک بزرگ کو لکھا کہ اس شہر میں تقریباً دو ماہ سے بلائے وبا

پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں کے باشندوں کی شومیٔ اعمال سے ایک جماعت ہلاک ہوگئی اور ایک جماعت فرار ہوگئی۔ اور ایک جماعت نیم مردہ پڑی ہوئی ہے لوگ خوف و اضطراب سے پریشان ہیں۔ آیت کریمہ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیھم ویعفو عن کثیر بیان حال ہے۔

بتاریخ نہم ماہ ربیع الاوّل روز دوشنبہ فرزند مرحوم خواجہ محمد صادقؒ جوار رحمت حق سے مل گئے۔ اور اپنے کو عامۂ خلق اللہ پر فدا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا انتقال ہوتے ہی وبا میں کمی ہوگئی اور سکون پیدا ہوا اور لوگوں نے خوابوں میں دیکھا کہ میاں محمد صادقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بلا کو اپنے اوپر لے لیا ہے۔ دو روز سے شہر میں تسکین ہے لوگ اُن کی قبر پر اس درجہ جمع رہتے ہیں کہ بہت وقت سے فاتحہ پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ جو بیمار شفا پاتے ہیں وہ نیازات کرتے ہیں۔

اُن کے دو چھوٹے بھائی محمد فرخ اور محمد عیسےٰ نے اُن سے ایک روز پہلے انتقال کیا۔

محمد فرخ مرحوم کا حال کیا بیان کیا جائے۔ گیارہ برس کی عمر میں علم کی تحصیل میں مشغول تھے۔ کافیہ پڑھتے تھے اور سمجھ کر پڑھتے تھے۔ اور عذاب اخروی سے ساں و لرزاں۔ اور دعا کرتے تھے کہ سن طفولیت ہی میں وہ دنیائے دنی سے رخصت ہو جائیں۔

جن لوگوں نے بیماری میں اُن کی تیمار داری کی عجائب و غرائب امور کا اُن سے مشاہدہ کیا۔ جو کچھ کرامات و خوارق عادات محمد عیسےٰ سے آٹھ سال کی عمر میں معائنہ کئے گئے وہ بیان سے باہر ہیں۔ الحاصل سب صاحبزادے جواہر نفیسہ تھے کہ امانتاً دئے گئے تھے۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ ان امانتوں کو بلا جبر و اکراہ خدا تعالےٰ کے حوالہ کر دیا۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھُمْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔ خدایا اُن کے ثواب سے ہم کو محروم نہ رکھنا اور اُن کے بعد ہم کو بے صبری سے بچانا بحق حضرت سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات۔ تم کلامہ الشریف۔

الحاصل حضرت مخدوم زادہ موصوف محمد علیہ مرحوم کے جنازہ کے ہمراہ پیادہ پا مقبرۂ جد بزرگوار تک گئے تھے۔ واپسی میں طاعون کی گلٹی آپ کی ران میں ظاہر ہوئی بیرون مکان حجرۂ خانقاہ میں آپ کو آرام کرایا گیا۔ آپ کی والدہ عفیفہ نے آپ کے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ بدقت تمام دو شخصوں کی گردن میں ہاتھ ڈالکر گئے اور والدۂ ماجدہ اور تمام ارباب حقوق سے پوری طرح سے رخصت ہو کر حجرۂ مذکور میں واپس آئے۔ اور آرام کرتے وقت اپنی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ایسے سو جاؤ جیسے دولہا سوتا ہے۔ دوسرے روز بحالت بے ہوشی وحضور و استغراق کامل رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ٭

آنحضرت نے آپ کی تکفین کیلئے جامۂ فاخرہ لفافہ وقمیص و ازار حسب عادت مہیا فرمایا اور دفن میں متفکر ہوئے کہ آیا قبر والد بزرگوار کے پاس کہ بیرون شہر ہی دفن کیا جائے۔ یا دوسری جگہ۔ استخارہ فرمایا حکم ہوا کہ حویلی کے صحن میں کہ بعض اوقات خود مخدوم زادۂ مرحوم وہاں ٹھیرا کرتے تھے۔ دفن کیا جائے صحن میں ایک جگہ معین کیگئی۔ اُس مقام کی شرف بزرگی آنحضرت کے مکتوبات سے عنقریب نقل کی جائے گی۔ ایک مدت تک آپکی قبر خام رہی۔ ایک احاطہ اس کے اطراف تھا پھر آنحضرت نے خیال فرمایا کہ فرزند کی قبر عمارات کے درمیان واقع ہوئی ہے۔ بہتر ہے کہ اس جگہ ایک گنبد بنایا جائے۔ اور انبیاء کرام کی پیروی کی جائے پس آپ کی قبر پر ایک گنبد تعمیر فرمایا۔ چنانچہ قبر مخدوم زادہ محمد صادق اس کے وسط میں بالکل بالمقابل واقع ہوئی تھی۔ جب کہ آنحضرت نے وفات پائی تو آپ کی قبر شریف مخدوم زادہ کی قبر سے جانب قبلہ کھودی گئی اور اُس میں آنحضرت کو خزانہ کی طرح سپرد کیا گیا۔ اور قبر بنائی گئی۔ ہم نے دیکھا کہ یکایک مخدوم زادہ کی قبر شریف بہ تعظیم والد بزرگوار و پیر دستگیر کسی قدر پیچھے ہٹ گئی ہے۔ اور جانب مشرق آگئی ہے کہ طاق وسط گنبد بین القبرین ہو گیا۔ اب تک اُسی حالت میں ہے یہ واقعہ جس نے دیکھا وہ حیران ہو گیا۔ یہ کرامت حضرت مخدوم زادہ کی اعظم خوارق سے ہے۔ متقدمین اولیا سے بھی یہ کرامت صادر ہوئی ہے ٭

چنانچہ منقول ہے کہ جب حضرت قاضی حمید الدین ناگوری پر وقت نزع ہوا

تو چونکہ وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ سے محبت رکھتے تھے وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو زیر پائے خواجہ قطب الدین دفن کرنا۔ وصیت کے بموجب حضرت قاضی صاحب کی قبر حضرت خواجہ صاحب کی قبر کے پائین میں بنا دی گئی۔ تو قبر حضرت خواجہ بہ تعظیم حضرت قاضی صاحب کہ آپ کے اُستاد تھے دوسری طرف پھر گئی۔ چنانچہ آج تک زیارت کرنے والے برابر معائنہ کرتے ہیں۔ اور اس حقیر مؤلف نے بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ احمد جامؒ کے ایک فرزند کی وفات ہوئی حضرت شیخ نے ایک درویش سے خواب میں فرمایا کہ ہمارے اس جگر گوشہ کو ہمارے سرہانے رکھو۔ کہ وہ ہمارا تاج ہے پس حسب الحکم شیخ اُن کو سرہانے رکھا گیا۔ جس وقت کہ ان کو قبر میں اُتارا گیا تو اپنے جد امجد کی تعظیم کے لئے اُنہوں نے اپنے پاؤں کھینچ لئے۔ اور زانو سینہ سے چپٹا لئے۔ چنانچہ تمام حاضرین نے اس کا مشاہدہ کیا۔

ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک مکتوب میں زمین مدفن حضرت مخدوم زادہ کی شرافت اس طرح تحریر فرمائی ہے کہ بعنایت خداوندی و بہ تصدیق حبیب خدا علیہ و علےٰ آلہ الصلوات والسلام والتحیۃ والبرکۃ بلدہ سرہند گویا میری زندگی کی سرزمین ہے۔ کہ اندھیرے اور گہرے کوئیں کو بلند چبوترہ بنا دیا گیا۔ اور اکثر بلاد و مقامات پر اُس کو رفعت دی گئی۔ اور ایک نور اُس زمین میں ودیعت کیا گیا کہ خدا کے بیرنگی و بے کیفی کے نور سے مقتبس ہے۔ جو کہ زمین مقدسہ بیت اللہ میں درخشان ہے۔ میرے فرزند اعظم مرحوم کی وفات سے چند ماہ پہلے یہ نور مجھ پر ظاہر کیا گیا۔ اور زاویۂ زمین سے فقیر کو اس کی اطلاع دی گئی وہ ایسا ایک نور ذات تابان ہے کہ صفات اور شان سے بلند اور کیفیات سے مبرا و منزہ ہے۔ مجھ کو تمنا ہوئی کہ یہ زمین میرا مدفن بنے اور وہ نور میری قبر کے اوپر لامع رہے۔ یہ مطلب مَیں نے فرزند اکبر سے کہ وہ صاحب اسرار تھے ظاہر کیا۔ اور اُس نور و آرزو سے مطلع کیا۔ فرزند مرحوم نے اس دولت پر سبقت کی۔ اور پردۂ خاک میں جا کر اُس نور کے دریا میں مستغرق ہو گیا۔ ؎ هَنِيئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهُمْ
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ ؎ اہل نعمت کو اُن کی نعمت مبارک ہو۔ اور عاشق مسکین کو وہ رنج و غم جس کو وہ ایک ایک گھونٹ کرکے پیئے +

بلدہ سرہند کا یہ خاص شرف ہے کہ میرے فرزند اعظم کہ اکابر اولیاء اللہ سے تھے۔ یہاں آرام فرما ہیں۔ ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ نور مذکور فقیر کے انوار قلبیہ کا ایک لمعہ ہے کہ قلب فقیر سے اقتباس کرکے اس زمین میں روشن کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ چراغ کو شمع سے روشن کیا جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کی جانب سے ہے اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تم کلامہ الشریف +

حضرت مخدوم زادہ کا روز و ماہ و سال وفات لفظ روز دوشنبہ نہم ماہ ربیع الاول سے ظاہر اور ہویدا ہے +

آنحضرت قدس سرہ نے جمعہ کی صبح میں مزار فرزند بزرگوار پر درویشوں کے ساتھ حلقہ کیا۔ مگر مزار کو روح سے خالی پایا۔ صبح روز شنبہ حلقہ کے لئے قرار دیا اور توجہات عالیات اس قرۃ العین کے ترقی درجات کے لئے فرمائیں۔ تا کہ اُس جگر گوشہ کو مرتبہ نہایت النہایت پر لیجائیں۔ اور معاملات عجیبہ اور معائنات غریبہ اُس فرزند گرامی کے حالات میں کہ برزخ صغریٰ میں حاصل ہوتے تھے۔ بیان فرمائے۔ کہ ہر لحظ فرزند مذکور انوار و آثار عجیبہ کے ساتھ ظاہر ہوتے۔ اور اسرار غریبہ متعلقہ رحمت الٰہی بکمال فرخندگی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی رحمت میں چھپائے اور ہم کو بھی ان برکات سے رزق عطا فرمائے +

حضرت خواجہ محمد سعید سلمہ المجید کے حالات

آپ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے دوسرے فرزند ہیں آپ کی ولادت باسعادت ماہ شوال ۱۰۰۵ ہجری میں ہوئی طفولیت سے آثار ہدایت و کرامت آپ کی ناصیہ استعداد سے اور اطوار نجابت و ولایت آپؒ کے چہرہ ارشاد سے پیدا و ہویدا تھے۔ چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ محمد سعید چار یا پنج سال کے تھے کہ بیمار ہوئے۔ غلبہ مرض میں اُن سے پوچھا گیا کہ کیا چاہتے ہو۔ بے اختیار اُن کی زبان سے نکلا کہ حضرت خواجہ کو چاہتا ہوں۔ میں نے یہ واقعہ حضرت خواجہ

قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا فرمایا کہ تمہارے محمد سعید نے رندی و حریفی کی اور غائبانہ ہماری نسبت حاصل کر لی۔ آپ حدیث شریف السعید من سعد فی بطن امہ کے مصداق تھے حضرت خواجہ جو کچھ مکتوبات آنحضرت کے نام تحریر فرماتے تھے۔ اُن میں مخدوم زادۂ عالی درجات کو دعائے شفقت و مرحمت لکھا کرتے تھے۔

نیز حضرت خواجہ نے ایک مخلص کو لکھا کہ ان کے فرزند ایسے صغیر السن ہیں۔ مگر اسرارِ الٰہی ہیں۔ اور عجیب استعدادیں رکھتے ہیں۔ الحاصل یہ ایک شجرۂ طیبہ ہے اللہ تعالیٰ اچھی طرح اُسے تر و تازہ رکھے۔ یہ مکتوب آنحضرت قدس سرہٗ کے بیان درجات میں گذر چکا ہے۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو تحصیل علوم ظاہری میں مشغول ہوئے۔ اکثر علوم آنحضرت کی خدمت میں پڑھے اور کسی قدر مولانا طاہر لاہوری سے اور کچھ برادر کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ سے حاصل فرمائے۔ سترہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ عقلیہ و نقلیہ اتمام کو پہنچائے۔ کتب مغلقہ مثل شرح حکمۃ العین اور عضدی و بیضاوی درس دیا کرتے تھے۔ اور تصانیف لطیفہ تحریر فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے مشکوٰۃ شریف پر حاشیہ لکھا اور تائید مذہب حنفی کی کی۔ یہ رسالہ نہایت لطیف و متین ہے۔ اور ایک حاشیہ متین حاشیہ خیالی پر لکھا۔ اور اس میں اپنے دقائق نامہ تحریر فرمائے ہیں۔ علماء اس کے مطالعہ سے آپ کی علمیت کے معتقد ہوئے۔ ایک رسالہ تشہد میں رفع سبابہ کی ممانعت کے بارہ میں تحریر فرمایا۔ مناظرہ میں اس طرح نادر تھے کہ اکثر اوقات اکابر علماء ہند سے مباحثہ ہوا اور اس میں آپ اُن پر غالب ہوئے اور مخالف کو ساکت کر دیا۔ اس لئے تمام علماء نے آپ کی تحسین کی۔ اور اپنے قابل ہونے کو آپ کی تعریف میں پوشیدہ اور مخفی کر دیا۔ علامہ اصفہانی نے کہ علوم عقلیہ میں قدرتِ کاملہ رکھتے تھے علم حکمت میں بعض اعتراضات تو جیہ کو لاینحل سمجھتے تھے۔ ان کو آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے بعنایت خداوندی فوراً بلا تکلف جواب باصواب تشفی خاطر کے لئے لکھا۔ وہ اسی وقت خدمت بندگان ظل الٰہی صاحب قرانی میں آئے۔ اور آپ کی توصیف و ثنا میں لب کشائی کی۔ اور کہا کہ شیخ محمد سعید علم و فضل میں اپنے والد کے برابر ہیں۔ آپ جب کبھی کسی تقریب سے محفل بہشت آئین سلطانی میں جاتے تو بادشاہ کسی اور سے استفسار مسائل نہ کرتا۔ حالانکہ ہمیشہ علماء

وفضلا مجلس سلطان میں حاضر رہا کرتے تھے۔ حضرت مخدوم زادہ بر جادہ شل اپنے والد ماجد کے شرع و تقویٰ سے بدرجہ کمال آراستہ ہیں۔ اور متابعت سنت سنیہ اور عمل بعزیمت سے پیراستہ حسن خلق و تواضع کلام کی نرمی اور مخلوق کی دلجوئی۔ نیز اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنا اور مال موجودہ کو راہ خدا میں صرف کر دینا آپ کا شیوہ پسندیدہ ہے۔ قران مجید کی سند عالی کے ساتھ تجوید فرمائی۔ علم حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں سند جید رکھتے ہیں۔ اور فقاہت میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ آنحضرت کو اگر تحقیق مسئلہ کی ضرورت آتی تو چونکہ آپ کا وقت تفتیش کتب کی گنجائش نہ رکھتا تھا۔ اس لیئے آپ مخدوم زادہ سے دریافت فرما لیتے تھے۔ کمالات باطنی شل علوم ظاہری کے کامل طور سے اپنے والد بزرگوار کی صحبت میں حاصل کئے۔ آنحضرت کے حضور میں آپ تعلیم طریقہ اور خدمت ارشاد انجام دیتے تھے۔ بلکہ آنحضرت نے آخر عمر میں تعلیم طریقہ کمتر فرما دی تھی۔ اور طلبہ کو آپ کے اور آپ کے برادر خورد حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کے سپرد فرما دیا تھا۔ اور دونوں صاحبزادوں کے حق میں فرمایا کہ ہر ایک قطب کے دو امام ہوتے ہیں۔ تم دونوں بمنزلہ امام کے ہو۔ خواجہ محمد سعید نے انکسارًا اس بشارت کو خواجہ محمد معصوم پر منطبق فرمایا۔ اور خود صاحب یمین بنے اور فرماتے تھے کہ ہر مقام عروج و نزول میں محمد سعید میرے ہمراہ رہے ہیں +

یہ بھی فرمایا کہ جب میرا عروج حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مقام میں واقع ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ محمد سعید میرے ہمراہ ہے +

یہ بھی فرمایا کہ میں تم دونوں کو ولایت احمدی میں پاتا ہوں۔ اور بس مخدوم زادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق فرماتے تھے۔ کہ آنحضرت سے اکثر بشارتیں آپکے بارہ میں سنی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت کمالات علماء راسخین بیان فرما رہے تھے۔ اثناء بیان میں فرمایا کہ ہمارے محمد سعید علماء راسخین سے ہیں۔ اور ایک روز فرمایا کہ محمد سعید سابقین میں سے ہیں چنانچہ آپنے اپنے مکتوبات میں اس نسبت کے حصول کا تذکرہ فرمایا ہے +

ایک روز آنحضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مجھ پر میدان قیامت اور میرے مریدوں کا پل صراط سے گذرنا مکشوف ہوا۔ محمد سعید ہم سب میں آگے آگے چل

رہے تھے۔ اور کتاب اعمال سید۔ کے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ پس ہم سب بہشت میں داخل ہو گئے +

ایک روز فرمایا کہ قیامت میں افاضہ رحمت رحمانی میرے حوالہ ہو گا۔ اور اس کی تقسیم محمد سعید۔ کے ذریعہ ہو گی۔ یہ بشارت عالیہ آنحضرت کی آپ کے حق میں سب سے برترین عنایات سے ہے۔ اور اس سے آپ کے اس ارشاد کا ظہور ہوتا ہے۔ کہ جو آپ کے بعض محرمان خاص نے نقل کیا ہے۔ کہ روز قیامت بغیر میری اجازت کے کسی کو جنت میں جانے نہ دیا جائیگا۔ الا ماشاء اللہ تعالیٰ +

ایک روز فرمایا کہ اے محمد سعید تم نے دائرہ نفی حضرت ابراہیم کو قطع کر لیا۔ اور اب اس بات میں میرے شریک ہو +

اور فرمایا ہے کہ ہر مقام عروج اور نزول میں تم میرے ہمراہ رہے ہو +

حضرت مخدوم زادہ عالی منقبت بیان کرتے تھے۔ کہ ایک روز آنحضرت نے وفات سے تقریباً دو ماہ قبل فرمایا کہ اکثر اوقات اسرار غامضہ ظاہر ہوتے ہیں کوئی شخص اس وقت ایسا نہیں۔ ہوتا کہ اُسے مخاطب کیا جائے۔ تم بعض اوقات حاضر نہیں رہتے ہو۔ اس روز سے میں نے ترک درس کر کے حضرت کی صحبت کا التزام کر لیا۔ اور حضور عالی میں ہمیشہ امیدوار انواع عنایات۔ اور منتظر اقسام مواہب رہتا تھا۔ اور اس زمانہ میں اسقدر فیضان نعمت وموہبت ہوتا تھا کہ اُس کے مقابلہ میں مراحم سابقہ کچھ بھی نسبت نہیں رکھتے۔ اور حرم محترم میں اپنے اسرار خاص کی محرمیت کی بشارت دی۔ کہ اس کی تفصیل گنجائش بیان کی نہیں رکھتی +

ایک روز فرمایا کہ محمد سعید تم میرے ضمن میں ہو۔ اور تم ضمن ہونے سے گراں خاطر مت ہو۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ آں سرور صلے اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں تھے +

نیز قدوۂ ارباب کمال فرماتے تھے کہ آنحضرت نے مرض اخیر میں امامت نماز کی میرے حوالہ فرمائی۔ اس زمانہ میں نماز میں کمالات عظیم اور مقامات جسیم آنحضرت پر فائض ہوتے تھے۔ کہ اسرار کی طرح واجب الاخفا تھے۔ فرمایا کہ محمد سعید چونکہ یہ

سب نتائج نمازوں کے ہیں۔ اور تم اس کے قیام کو ہماری پیروی سے ادا کر رہے ہو۔ اس لئے ان مواہب عالیہ اور اسرار غامضہ میں تم کو نصیبۂ کامل اور حصۂ تام مرحمت ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا ۔

اور اس خلاصہ خاندان نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ایام وبا میں حوادث کثیرہ آنحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو پہنچے۔ کہ تین دن میں برادر کلاں خواجہ محمد صادق اور برادران خورد محمد فرخ و محمد عیسیٰ مع اقرباؤں اور رشتہ داروں کے رحلت کر گئے اور میں بھی سخت بیمار ہوا کہ امید زندگی کی باقی نہ رہی اور اس وجہ سے فکر عظیم آنحضرت کی خاطر مبارک میں پیدا ہو گئی۔ اس اثنا میں ایک رات تجلی خاص الخاص وظہور مخصوص بارگاہ الطفیٰ آنحضرت پر وارد ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ یہ نزول اجلال محض آپ کی تسلی اور بشارت دہی کے لئے ہے۔ آں حضرت نے فرمایا کہ اثناء عنایات فاخرہ اور الطاف باہرہ میں حکم اقدس واعلےٰ صادر ہوا۔ کہ محمد سعید و محمد معصوم کو لایا جائے پھر ان دونوں کو میرے زانو پر بٹھایا گیا۔ دونوں معمر اور سفید ریش تھے۔ اور یہ حکم ہوا کہ یہ دونوں فرزندوں کو ہم نے تم کو عطا کیا۔ دونوں کی عمریں دراز ہوں گی۔ آنحضرت ان عنایات علیہ سے فرخندہ دل اٹھے۔ اور سب کو اس بشارت کی خبر دی اس وقت دونوں مخدوم زادوں کی عمر بیس سال کی بھی نہ تھیں ۔

نیز آنحضرت نے ہر دو مخدوم زادوں کے بارہ میں فرمایا۔ کہ تمہاری دنیا کو آخرت سے بدل دیا گیا ۔

الحاصل آں حضرت کو مخدوم زادہ بر جادہ سے نہایت نظر عنایت و مرحمت رہی۔ اور خلوات و جلوات میں مونس و مصاحب و ہمساز اور حقائق باطنیہ و اسرار خاصہ میں محرم راز تھے۔ اور امور ظاہرہ میں امانت دار اور صاحب مشورہ اور وکیل مطلق تھے۔ اور اعانت طاعات میں خادم و ملازم تھے۔ خدمات شائستہ اور کارہائے خجستہ کہ معاش و معاد سے بروے روایت و درایت متعلق ہیں۔ آپ ہی سے وقوع میں آتے۔ آنحضرت نے زبان الہام ترجمان آپ کے حق میں دعاؤں اور آپ کی ثنا وصفت میں کھولی۔ اور مختلف اقسام کی بشارتوں اور عنایتوں کے ساتھ مبتشر فرمایا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مخدوم زادہ صاحب مرتبت مسند ارشاد

پر باستقامت ظاہری اور باطنی استقامت کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ آپکے اوقات ادائے طاعت میں منقسم ہیں۔ بعد نماز فجر آپ اپنے روزانہ کے وظائف ماثورہ کی تلاوت کر کے حلقۂ ذکر میں شریک ہوتے ہیں۔ پھر نماز اشراق ادا کر کے بیداری شب کی کلفت دور کرنے کے لئے دو تین گھڑی آرام فرما کر بیدار ہو جاتے ہیں۔ اور وضو کر کے نماز چاشت ادا کر کے درس وتدریس میں زوال آفتاب تک مشغول رہتے ہیں۔ پھر اول وقت نماز ظہر ادا کر کے حلقہ میں مشغول ہو جاتے۔ اور حافظ صاحب سے قرآن شریف سُنتے اور بعد فراغ کے خود بھی قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ بعض اوقات نماز ظہر سے پہلے بھی قرآن شریف کی تلاوت ہوتی ہے۔ پھر آپ عصر تک درس وتدریس میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر نیا وضو کر کے نماز عصر پڑھ کر وعظ فرماتے ہیں۔ بعض وقت نماز عصر کے بعد سے شام تک خلوت میں رہتے ہیں۔ پھر اول وقت نماز مغرب یعنی فرض ادا کر کے فوراً دو رکعت سنت پڑھتے اور وظیفۂ شام اور نماز اوابین میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں طویل قرأت پڑھتے ہیں جس میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے بموجب عشا کا وقت آجاتا ہے۔ اس کے بعد گرمی کے موسم میں آپ نماز عشا کے بعد محل میں تشریف لے جاتے ہیں۔ اور سردی کے موسم میں تہائی رات گزرنے کے قریب نماز عشا پڑھتے ہیں۔ اکثر اوقات اندرونِ محل عورتوں کی جماعت میں وعظ فرماتے ہیں۔ اور آخر شب میں تہجد کے لئے اُٹھتے ہیں اور اُس میں لمبی سورت بآواز بلند پڑھتے ہیں۔ اکثر اوقات تہجد کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر وقت وظائف اور اوراد ماثورہ کا التزام رکھتے ہیں۔ اوراد غیر موقتہ کے بھی پابند ہیں۔ اور پانچ ہزار بار کلمہ طیبہ روزانہ پڑھتے ہیں۔ کہ عبادات اور اوقات کی اتنی پابندی احاطہ بشر میں نہیں آسکتی ہے۔ ان سب مشاغل کے باوجود آپ ارشادِ طلاب اور افاضۂ احباب میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ اور طالبانِ راہِ خدا پر رشد وارشاد کے آثار اور فیوض وبرکات کا پہنچنا آپ کی توجہ کی برکت سے ظاہر اور ہویدا ہے طالبانِ راہِ خدا دور و دراز سے آپ کی خدمت میں آنے کی توفیق پاتے ہیں۔ اور کمالات ومقامات عالیہ پر پہنچتے ہیں آپ کی تصنیفات سے آپکے مکتوبات ہیں کہ دریائے گوہر حقائق وجواہر معارف ہیں۔ کچھ اُن میں سے یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔ کہ قطرہ دریائے ذخار کی خبر دیتا ہے:۔

قد سبق ھو۔ اللہ تعالیٰ نے کثرتِ موہومہ کو حقیقتِ وحدت کے ظہور کا دریچہ بنایا ہے۔ اور ہر خس و خاشاک کو شاہ راہ مطالعۂ جمال مطلق قرار دیا تاکہ اُس کے لمعات جلال کے پرتو سے باصرۂ بصیرت میں غیریت کا کوئی نام و نشان اور اثر باقی نہ رہے اور اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کی صدا دیتا ہوا جویائے مطلب ہوا۔ کہ اُس کا دامن عزتِ کبریائی دائرۂ خیال و اوہام سے بلند ہے۔ ہماری عقلیں اُس کے سرادقات کمالات میں متحیر ہوتی ہیں کہ سرِ اسرار بغیر پردۂ ظلال کے سب اصلوں کی اصل آپ اپنے پر ظہور کرے اور ہم کو اس کا کچھ حصہ عطا کرے۔ اور یہ بات اللہ کے نزدیک کچھ بڑی نہیں ہے۔

قد سبق۔ اَلَمْ تَرَ یَا مُحَمَّدُ مَا مَظْهَرُ الْاُلُوْهِیَّةِ وَالْاِسْمِ الْجَامِعِ لِلْوُجُوْبِ وَالْاِمْکَانِ اِلٰی رَبِّکَ وَهُوَ الْهَادِیْ لِلشُّیُوْنِ الذَّاتِیَّةِ وَالْاِضَافِیَّةِ کَیْفَ مَدَّ ظِلَالَ شُیُوْنِهٖ عَلَی الْحَقَائِقِ لِکَوْنِهَا الَّتِیْ هِیَ الْعَدَمَاتُ الْمُتَقَابِلَةُ لَهَا وَصَوَّرَهَا فِیْ صُوْرَةِ الْوُجُوْدِ فَتَعَجَّبْ مِنْ کَمَالِ اقْتِدَارِهٖ فِیْ اِرَادَتِهٖ مَا هُوَ عَدَمٌ بَحْتٌ وُجُوْدًا مَحْضًا وَاِعْطَائِهٖ لَهٗ اَحْکَامًا وَّاٰثَارًا صَادِقَةً سُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ الثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالنَّارِ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهٗ اَیِ الظِّلَّ سَاکِنًا غَیْرَ مَمْدُوْدٍ فَنَنْفِیْ قَوْلَ مَنْ قَالَ بِاقْتِضَاءِ الشُّیُوْنِ الظُّهُوْرَ کَذٰلِکَ ثُمَّ بَعْدَ مَدِّ الظِّلِّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَی الذَّاتِ الْمُتَعَالِیَةِ عَلَیْهِ اَیْ عَلَی الرَّبِّ اَوِ الظِّلِّ دَلِیْلًا لِکَوْنِهِ الظَّاهِرُ دُوْنَهٗ وَمَا سِوَاهُ مُنْکَشِفٌ بِدُجَی الْعَدَمِ ۵

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید از رُوئے متاب

سُبْحَانَ مَنِ اخْتَفٰی لِکَثْرَةِ الظُّهُوْرِ وَاسْتَتَرَ فِیْ سُرَادِقَاتِ النُّوْرِ وَلَعَلَّ اخْتِیَارَ لَفْظِ الشَّمْسِ لِتَصْوِیْرِ کِبْرِیَائِهٖ وَاخْتِبَائِهٖ بِحُجُبِ الْعِزَّةِ کَوْنَهٗ دَلِیْلًا عَلَیْهِ بِاحْتِجَابِ الشَّمْسِ لِضَوْءِهَا وَشُعْشُعَانِهَا وَکَوْنِهَا دَلِیْلًا وَّسَبِیْلًا اِلَیْهَا وَاِلٰی کَشْفِ الْاَشْیَاءِ ثُمَّ بَعْدَ الْمَدِّ وَجَعَلَ الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا وَاِیْضَاحِ السَّبِیْلِ قَبَضْنَاهُ اَیِ الظِّلَّ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا لِتَعْرِیْجِهٖ وَتَسْلِیْکِهٖ فِیْ مَعَارِجِ الْاُصُوْلِ

اَصْلاً فَاصِلاً ترجمہ تم نے دیکھا اے محمدؐ۔ خدائی مظہر اور وجوب اور امکان کو جامع خدا کا نام "اللہ" ہے۔ جو اُس کی ذاتی اور اضافی شانوں کی طرف ہتمائی فرماتا ہے۔ اُس نے کس طرح سے سایہ کو پھیلا دیا جس طرح سے کہ اُس نے اپنی شانوں کو عالمِ امکان کی حقیقتوں پر پھیلایا۔ اور ان کو خلعتِ وجود سے موجود کر دکھایا۔ حالانکہ وہ اُس کے حضور میں اعدام تھے۔ پس عدم محض اُس کے ارادہ اور قدرت کے ان کمالات کو دیکھ کر بہت متعجب ہوا کہ اُس کو کس طرح سے وجود محض بنا دیا گیا اور اُس پر وجود کے احکام اور آثار مترتب کر کے دکھائے۔ کیا پاک ذات ہے جس نے برف میں آگ اور پانی کو جمع کر کے دکھا دیا۔ اور اگر وہ چاہتا ہے تو اُس صورت میں اُن لوگوں کا مقولہ غلط ہو جاتا جو شیونات الٰہی کے ظہور کے قائل ہیں۔ پھر سائے کے پھیلانے کے بعد ہم نے آفتاب کو اُس کے رب کی ذات عالی کی بابت راہنما بنا دیا کہ اُس نے اور دن کو ظاہر کر دیا اور عدم کی ظلمت کو دور کر دیا ؎

ترجمہ۔ آفتاب نے خود اپنی طرف رہبری کی اگر تم رہبری کے جویاں ہو تو اُس سے مُنہ مت موڑو۔

پاک ہے وہ ذات جو اپنے ظہور کی زیادتی کی وجہ سے مخفی اور نور کی وجہ میں پوشیدہ ہے اور اس مقام پر لفظ شمس غالباً اس مناسبت سے اختیار فرمایا ہے کہ اُس کی کبریائی اور اس کی عزت وجلال کے پردوں کا تصور شمس کی روشنی کی کثرت اور اُس کی چمکاہٹ سے تیز اس لحاظ سے کہ شمس اپنی ذات اور اشیا کے ظہور کی طرف رہنما ہے بعد سائے پھیلانے اور شمس کو اس پر رہنما بنانے اور راہ کے ظاہر کر دینے کے ہم نے اُس سائے کو نہایت آسانی سے اپنی طرف سمٹا لیا۔ کہ اپنی اصل کی طرف درجہ بدرجہ عروج کرے اور ترقی پائے۔

قدس سرہ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس کلمہ طیب سے کلام مجید کی ابتدا ہوئی ہے۔ بے شمار اسرار پر مشتمل ہے یہ کلمہ طالبانِ مستعد کے لئے تعلیم سلوک اور عارفانِ منتہی کے لئے ذریعۂ خبرداری دیکھو حرف باکر دار سلوک یعنی وجود سالک کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب تک کہ سالک بالکل اپنی خودی سے نہ نکلے اور مطلوب میں فانی نہ ہو جائے اور مثل حرف کے نہ ہو جائے۔ کہ

اُس کے ذاتی معنی تو کچھ بھی نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن سوائے معنی کے ظاہر کرنے کے اُس کا کوئی اور کام نہیں ہے۔ اور وجود اور اُس کے توابع عرض وغیرہ سے نہ نکل جائے۔ کوئی کام نہیں بن سکتا ہے۔ چونکہ سالک اسماء الٰہی جلّ وعلا میں سے کسی نام کا مظہر ہے اِس لئے وجودِ سالک کا اُس اسم میں فانی ہونا ضرور ہے۔ اور چونکہ اسم بمقابل مسمّٰے کے کوئی وجود نہیں رکھتا ہے۔ اور اُس کی حیثیت بمقابلہ مسمّی کے مثل ایک دلیل کی ہوتی ہے اِس لئے اس کا مآل کار مسمّی تک پہنچتا ہے۔ اور سالک کا معاملہ جو اس اسم سے ہے وہ اُس کے مسمّی سے نسبت پیدا کرلیتا ہے۔ اس وقت سالک کا مقام جمع الجمع میں جس سے الوہیت مراد ہے مستغرق ہوتا ہے۔ اور تجلّی ذات سے مشرّف ہوتا ہے اور بموجب اس حدیث کے کہ من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُس کو بلندی عطا فرماتا ہے۔ اِس مقام میں اس کو لقا حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ یہ مرتبہ بھی شیون الٰہیہ میں سے ایک شانِ جامع ہے۔ اور حضرت اطلاق کا ایک تعیّن اتم ہے۔ اِس لئے اس مقام میں شان کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہر چند کہ اُس کو ذات تصور کرلیتا ہے۔ اور عین حقیقۃ الحقائق میں ارتفاع کی وجہ سے کہ آیہ کریمہ اِلَی اللّٰہِ تُصِیْرُ الْاُمُوْرُ اس کی طرف اشارہ کرتی ہے حرف اطلاق تصور کرے۔ کہ تین اسماء مبارکہ کا مکرر لانا یہ بتا رہا ہے کہ ذات دائرہ اعتبار سے باہر نہیں نکلی ہے علی الخصوص لفظ الرّحیم کے لانے میں اس کی صراحت ہے۔ کیونکہ پہلے دو نام اسماء ذات میں مشہور ہیں۔ اور نسبت اور اسماء کے قرب خاص حضرت ذات سے رکھتے ہیں۔ آیہ کریمہ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی سے اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ معلوم ہو کہ عارف اِن اسماء میں وصول کے وقت وہم کرتا ہے۔ کہ مطلوب بے پردہ آغوش میں آگیا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مطلوب دائرۂ اسماء سے جو کہ حضرتِ ذات کی طرف رہبر ہیں۔ ایک قدم باہر نہیں آیا ہے۔ واللّٰہ اَعلم وسُبحانہٗ +

قدس سرہ - اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ - کیونکہ مطلوب حقیقی سے غفلت کرنے اور اس کے ماوراء میں متوجہ ہونے میں اگرچہ مرتبۂ ظاہر کو سکون ملتا ہے مگر باطن اضطراب میں رہتا ہے۔ کیونکہ قلب بالذات حسن جمال علی الاطلاق کا شیفتہ اور

حضوری میں مشغولی کا خواہاں ہے۔ پس غیبت غیبا سے اُس کو کیا اضطراب ہو سکتا ہے اور جب وہ ذکرِ حق میں مشغول ہو جاتا ہے تو اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔ نفس رجیم اس امر کا کوشاں ہے کہ سالک کو حسن و زینت میں لگا کر اپنے وسوسوں میں مشغول کر کے محرومی اور نامرادی کو اُس کا نقد وقت بنائے۔ خصوصاً اوراد صلوات میں کہ بڑا مقام قرب ہے اپنی پوری طاقت اُس پر صرف کر دیتا ہے۔ مگر وہ جماعت کہ عنایتِ حق جن کے شاملِ حال ہے۔ وہ بہت جلد اس وادیٔ پُرخطر سے نکل جاتی ہے۔ اور بینا ہو جاتی ہے آیۂ شریف

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ۝

ترجمہ متقی آدمیوں کو جب شیطانی اثر پہنچتا ہے تو وہ خدا کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔ پس وہ اثر شیطانی کو معلوم کر لیتے ہیں۔ اور بینا ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے بھائی یعنی کافروں کو شیطان کھینچتا ہے گمراہی میں تو وہ اُس کی تعمیل میں کمی پھر کوتاہی نہیں کرتے ہیں" اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب ۝

قدسیہ

افضل دیدی ہر آنچہ دیدی ہیچ است　　وان جملہ کہ گفتی وشنیدی ہیچ است
سرتاسر ہمہ آفاق دویدی ہیچ است　　وان نیز کہ در کنج خزیدی ہیچ است

یعنی اے افضل جب جذبات محبت الٰہی تیرے دل کو دیدِ اغیار سے روک لے اور بسبب غلبۂ محبت محبوب حقیقی کے عالم کا ہر ایک ذرہ نظر بصیرت میں ذات حق نظر آنے لگے اس کے بعد مطالعۂ جمال بے کیف ہو گا۔ پھر ان سب سے قطع توجہ کر کے اس کی جناب اقدس کو ان تمام سے مبرا اور عالم بے کیف سے متعلق پائیگا۔ یہ رمز تو نے سُنی نیز یہ حقیقی کے لمعات تیرے باطن پر چمکیں گے۔ تو ظاہر ہو گا کہ جو کچھ معلوم و مشہود ہوا تھا۔ وہ سب ہیچ اور تصور و خیال تھا اور ثابت ہو گا کہ جو کچھ آفاق یعنی۔ بیرون وجود اور کنج انفس میں مرئی اور متجلی ہوا ہے۔ جناب اقدس کبریا اُس سے بلند تر ہے اور اس کو عبارتوں اور اشاروں سے تعبیر نہیں کر سکتے ہیں ۝

قدسیہ

زلفش بکشی شب دراز آید ازو　　چون بگذاری چنگل باز آید ازو

در یک گرہ از پیچ خمش بکشائی　　عالم عالم مشک طراز آید ازو

منقول ہے کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی اس رباعی میں قضا و قدر کا راز بیان فرمایا ہے۔ اور اسی وجہ سے اُس میں آثار مغلق اور مشکل ہونے کے ظاہر ہیں۔ اِس کے حل کی طرف جو کچھ مؤلف کی طبع حقیر پہنچی ہے یہ معلوم ہوا کہ زلف سے مراد وحدتِ صرف مطلق سے عالم تقیدات کی روپوشی ہے۔ یعنی جب پردہ تعین قیود کو جو کہ ذات کے احکام و آثار و اعیان کے ساتھ متجلی ہونے سے پیدا ہوا ہے ظاہر ہستی مطلق پر آپ ڈالدیں۔ اور اُس میں مطلق کو چھپادیں تو رات اُس سے دراز ہو جائے۔ کیونکہ آفتاب احدیت کے آثار و احدیت کے پردوں میں روپوش ہو جانے کے بعد کواکب اعیان کا برآمد ہونا ضروری امر ہے اور اگر اس سے گزر جائیں تو مطلق کو مطلق رکھیں۔ اور قیود کو صرف اطلاق میں شامل کردیں تو ذات حق جل و علا کہ جمیل مطلق ہے متجلی ہو جائیگی۔ اُس وقت باز کا چنگل عاشقانِ حضرت محبوب علی الاطلاق کے دلوں کو فریفتہ کرنے کے لئے یہ نغمہ سرائی کرتا ہوا ظاہر ہوگا ؎

ذاتِ من نیست جز تجلّیِ ذات
ذات بر من زدہ است راہِ صفات

اور تمام اعیان انفس اور آثار و افعال کے لئے بجز ایک ذات باحدیت کے دوسرا مرجع نہ پائیگا۔ اور شرب اِلَی اللہِ یُصِیرُ الاُمُورُ سے شاداب ہوگا۔ اور سر قضا وقدر ہویدا ہوگا کہ جس قدر افعال سرزد ہوتے ہیں۔ وہ بجز ایک ذات حضرت وجود حقیقی دوسرے کے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ باعتبار اطلاق کے بسیط حقیقی ہے اور باعتبار تجلّیِ ثانی کے مفتقر اور باعتبار تجلّیِ ثالث کے مقتضی کہ روپوش ہوکے خلق کو پیدا کیا۔ ورنہ فاعل کون ہے او فعل کس کا کہ غیریت پیدا کرے۔ اور ماسوا ہونیکا راگ گائے ؎

اے روئے درکشیدہ ببازار آمدہ　　خلقے بدیں طلسم گرفتار آمدہ

اور اگر ایک گرہ اُس کے پیچ و خم سے کھولو یعنی اگر ایک گرہ تعین کی اُن گرہوں میں سے جو اُس کے مطلق ہونے میں پڑی ہیں کھولیں تو سارا جہان مشکبار ہو جائے یعنی جب الوانِ مختلفہ کہ بمقتضائے ظہور اعیان ہیں مضمحل ہو جائیں تو مشک طرازی (کہ کنایہ سیاہی

ہے اور مراد اُس سے نورِ ذات کی بے رنگی ہے۔ ہے اظہور میں آئیگی۔ ع

بہ تاریکی درون آبِ حیات است

جمالِ بے کیفی کی اِس شمیم سے مشتاقانِ جمال مدہوش ہو گئے۔ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَيَهْدِي السَّبِيلَ ۞

قدسیہ۔ اللہ تعالےٰ اپنے جذبات کی کمند سے ہم کو من و ما کی قید سے رہائی بخشے۔ اپنی حقیقی محبت کی طرف رہنمائی فرمائے۔ تاکہ اُس جنابِ اقدس محبوبِ مطلق کے لیے اختلافِ تعلقات اور تبدیلی اطوار حجاب نہ بن جائیں۔ اور دشواری و سہولت اور تموّل و فقر اور شدت و نرمی اور عنایت و مشقت اُس کے جمال و جلال کے آئینہ دار ہیں۔ شاید کہ ایک لمعہ اُن مطلع انوار سے بشریت کے ظلال پر چمکے اور ہویت کا آفتاب پہاڑوں اور ٹیلوں کے پیچھے سے طلوع ہو کر اِس جمادِ بے حس و حرکت کے نام و نشان کو برباد کر کے ایسے وجود سے کہ اس کے بعد عدم نہ ہو۔ اور ایسی زندگی سے کہ موت اُس کے پیچھے نہ ہو۔ اور ایسے نور سے کہ ظلمت اُس کے مقابل نہ ہو۔ مکرم فرمائے۔ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ (ترجمہ) وہی ایک ذات ہے لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتی ہے اور اپنی رحمت کو پھیلاتی ہے اور وہی مالک حمد کے لائق ہے ۞

قدسیہ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ بعض محققین صوفیہ زوالِ عین کے قائل ہیں۔ نہ اثر کے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سارا عالم اسماءِ الٰہی جل و علا کا مظہر ہے اسی لئے کہا گیا کہ عالم چند عرضوں کا مجموعہ ہے۔ جو عین واحد میں جمع ہو گئے ہیں۔ پس سالک مستعد جب راہِ حق سبحانہ میں قدم ڈالتا ہے اور رشد کا دریچہ اُس پر کھلتا ہے تو یہ دقیقہ حل ہو جاتا ہے۔ کہ حقیقت اُس کی عدم ہے اور جو کہ اُس کو عین تصور کیا جاتا تھا۔ وہ اس کی سمجھ اور پندار تھی۔ کمالاتِ الٰہی اُس میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ جن کو وہ اپنے سے پاتا تھا۔ سالک اب جو اپنی اصل کو دیکھیگا۔ تو اُس وقت اپنی ذات کا نام و نشان نہ پائیگا کہ کمالاتِ الٰہی کی نفی تو غلط ہے۔ جو نسبت کہ خودی موہوم کی طرف کی جاتی تھی۔ وہ برطرف ہو گئی۔ اور فضائے وجود میں سوائے کمالات و شیونات واجب جل و علا کے

اور کوئی چیز نہ دیکھیگا۔ چونکہ شیون ذی شان کا عین ہیں۔ اور تمیز و تعدد سوائے وہم کے اور کوئی شے نہیں ہیں۔ اِس لئے ذات واحدِ صرفہ کو ہر اعتبار اور لگاؤ سے معرا پائیگا اور لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ کہتا ہوا دریائے توحید میں مستہلک و مستغرق ہوجائیگا اور کثرت میں وحدت کا شہود اس طرح سے (کہ عالم کے رنگارنگ کے تعینات وحدت حقیقۃ اور مراتبہ کے اطلاق کے بساطت میں مضمحل اور فنا ہوجائیں) ہر ایک ذرہ ذرات عالم سے جمال بے کیف کے لئے مقصد ہوجائیگا۔ مگر حضرت مجدد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے طریق میں عین اور اثر دونوں زائل ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے پاس اگرچہ عالم اسماءِ الٰہی کے مظاہر کا مجموعہ ہے لیکن مظہر اپنے اصل یعنے ظاہر کا عین نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ بمنزلہ ایک تصویر کے کہ درجہ حس میں اُس کو محسوس کردیا ہے۔ اور حقیقت میں نہ اُنکا کوئی نام ہے اور نہ کچھ نشان پس عارف پر اس حقیقت کے منکشف ہونے اور وجود مطلق کے غلبہ کے وارد ہونے کے بعد جس کے شیون حقیقت اس ضعیف اور اُس کے آثار ضعیفہ کے نام و نشان اور عین و اثر کو باقی نہ چھوڑیں گے۔ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ خدا کی روشن آگ جو دلوں میں مشتعل کیگئی ہے سب کو جلادیگی۔ کَانَ اللّٰہُ لَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ وَالْاٰنَ کَمَا کَانَ خدا ہی تھا اور اُس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ تھی اور اب بھی وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

اس وقت حق جل شانہٗ سے عالم کے متحد اور اُس کے عینِ حق ہوجانے کے کوئی معنی نہ ہونگے۔ اور فنا و بندگی کے حقیقی معنی کہ اپنے تمام اعیان و آثار سے نکل جانا اور وجود مطلق میں اُن کو محو کردینا متحقق ہونگے۔ بخلاف تعریف سابقہ کے کہ مجرد فنا انتساب بخودی ہے نہ فنائے خودی۔ اور دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

قدسیہ۔ آنحضرت قدس سرہ نے جلد دوم کے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ مراتب عروج جب تک کہ ایک دوسرے کے ساتھ متمیز ہیں ایک مقام کی اصل سے دوسرے مقام کی اصل تک جاتے ہیں یہ تمام کمالات داخل دائرہ ولایت ہیں اور جب یہ تمیز جاتی رہے۔ اور تفصیل مذکور گم ہوجائے اور معاملہ اجمال و بساطت صرفہ کے ساتھ متعلق ہوجائے۔ تو مقامات نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ انتہی ۔

مرتبہ ولایت صغریٰ میں کہ ظلال صفات سے متعلق ہے ایک ظل دوسرے ظل سے متمیز رہتا ہے اس لئے تفصیل ضروری ہوئی۔ اور ولایت کبریٰ کہ اصول صفات سے متعلق ہے اور اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ علم اس مقام میں عین قدرت ہے اور قدرت عین ارادہ ہے۔ اس لئے تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اگر کثرت ہے۔ تو تعبیری ہے۔ اسی طرح ولایت علیا میں کہ شیون ذاتیہ سے جو عین ذات ہیں متعلق ہے تفصیل کو سوں دور ہے اور اگر بے چونی وسعت کو قبول کرتی ہے تو حضرت ذات میں بھی بفحوائے اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ثابت ہے۔ پھر وجہ فرق کیا ہے +

قدسیہ۔ مرتبہ عدم امتیاز صفات بموجب طریق شیخ ابن عربیؒ کہ وہ صفات واجبی کے وجود واجبی پر زائد ہونے کو ثابت نہیں کرتے ہیں امر موجہ ہے بخلاف طریقہ آنحضرت قدس سرہ کے کہ معاملہ شیون ذاتیہ کو باوجودیکہ وہ عین ذات ہیں مگر چونکہ وہ اصل صفات ہیں۔ اس لئے اُن میں تفصیل وتمیز بہ نسبت اطلاق صرف کے ممکن ہے بخلاف مرتبہ حضرت ذات جل وعلا کے کہ وہ تعقل وتمیز وتعدد سے مبرا ہے۔ فافہم +

قدسیہ۔ آپ نے ایک عزیز کو تحریر فرمایا کہ :۔

نَحْمَدُہٗ عَلٰی نَعْمَائِہٖ وَنَشْکُرُہٗ عَلٰی اٰلَائِہٖ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِ اَنْبِیَائِہٖ وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَطْہَارِ وَصَحْبِہِ الْاَبْرَارِ اِلٰی یَوْمِ الْقَرَارِ

ہم اللہ تعالےٰ کے انعام اور اکرام پر اُس کا شکر اور حمد ادا کرتے ہیں۔ اور سید انبیا اور اُن کی آل اطہار اور اصحاب ابرار پر تا قیامت درود بھیجتے ہیں +

اللہ تعالےٰ آپ کی ذات بابرکات کو اپنے عنایات والطاف سے اپنی حضوری میں مسرور رکھے۔ کہ اُس کے بعد غیبت نہ ہو۔ اور احدیت کا ایسا شہود عطا فرمائے کہ کثرت موہومہ اُس کے مزاحم نہ ہو۔ ایسا حضور جو ایسی کیفیت کے ساتھ پیدا ہوئے کہ غیر کا وجود اس کے مزاحم نہ ہو۔ طریقہ خواجگان قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم میں ابتدا ہی جذبہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اس میں ایک قسم کا استہلاک واضمحلال سالک کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اُس کے حصول کا سبب سالک کی بے تعلقی ہوتی ہے اجزاء عالم امر اور اجزاء عالم خلق سے اور قبل اُس کے کہ اُس کا رسوخ پیدا ہو اور اسمیں

پوری قوت حاصل ہو۔ اس طریقہ علیہ میں اُس کو وجود عدم کے نام سے تعبیر کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا ہے۔ اور دیگر مشائخ نے تجلی صوری اس مقام کا نام فرمایا ہے۔ اور یہی مقام توحید صوری کا ہے۔ کہ سالک بخیال وحدت کثرت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ سالک کا وجود کونی و مکانی ہنوز اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اگرچہ اس مقام میں وہ اَنَا الحق و سُبحانی کہتا ہے۔ اور لَیسَ فِی الدّارِ غَیرُہٗ دَیَّارٌ اُس کا نقد وقت ہوتا ہے۔ مگر چونکہ سالک فنائے حقیقی سے مشرف نہیں ہوا ہے۔ اور حقیقت وحدت سے اُس کو آگاہی نہیں ہوتی ہے۔ اور نہ وہ دائرۂ نفس سے باہر نکلا ہے اور نہ شراب معرفت اُس کے حلق میں ٹپکی ہے۔ اس لئے اگر عنایت بے غایت مدد کرے ایسے مرشد کامل تک پہنچائے جس کی نظر دوا اور اُس کی توجہ شفا ہو۔ خسارت و نقصان اُس کا نقد وقت ہو گا کہ گرداب صورت میں گرفتار رہکر ساحل معنی پر نہ پہنچ سکیگا۔ ایک جم غفیر مبتدیوں کی اسی توحید میں آسودہ ہے اور اکابر اولیا کو بھی اپنی طرح سے اسی مقام میں سمجھ کر اس کو کمال الکمال سمجھے ہیں۔ اور تجلی صوری جس میں کہ خدائے لایزال کے جمال کا مشاہدہ صورتوں اور شکلوں میں ہوتا ہے اس سے عام ہے کہ لباس صور حسی میں یعنی بیں خواہ پردہ الوان میں ظاہر ہوں یا انوار میں۔ پس تجلی نوری بھی اسی تجلی صوری میں داخل ہو گی اور منجملہ مراتب یقین یعنی علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین کے صاحب مقام توحید صوری کو مرتبہ علم الیقین حاصل ہوتا ہے۔ اور اُس کی سیر داخل سیر آفاقی ہے جس کو بُعد در بُعد اور سیر مستطیل کے نام سے اولیاء اللہ نے موسوم فرمایا ہے۔ اور یہ جو بیان کیا گیا ہے۔ کہ مناسب مقام وجود عدم کے متجلی صوری ہے نہ عینی وہ اس وجہ سے کہ طریقہ حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم میں سلوک اخیر کی سیر شروع میں ہو جاتی ہے۔ کہ آغاز میں اُن کی نظر احدیت ذات پر ہے اِن بزرگوں کا پہلا قدم یعنی وجود عدم اور اُن کی نہایت النہایت کو متضمن ہے اور تجلی معنوی کی چاشنی یعنی تجلی صفات اور ذات کہ آخرین تجلیات ہیں طالبان حق کو آغاز کار میں عطا کرتے ہیں۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اور فرماتے ہیں کہ یہ حضور جب مضبوط ہو کر جاگزین ہو جاتا ہے تو اُس کو مشاہدہ کہتے ہیں

اور وہ الفاظ جو دوسرے صاحب اس موقع پر استعمال کرتے ہیں۔ موہم حلول و اتحاد و مشعر تنزل و تقید اور حسب ظاہر مخالف شریعت بیضا ہیں اُن سے پرہیز کرنا لازم ہے اور مشاہدہ نسبت مذکورہ کے رسوخ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح سے بیان مقامات میں حضرت محبوب رب العزت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی صورتاً و معناً متابعت کی رعایت کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب حضور صفت شاہدی و مشہودی سے مبرا ہو جائے تو اُس کو فنا حقیقی کہتے ہیں اُس وقت سالک کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ سے مشرف ہوتا ہے اور حیرت و جہل و اضمحلال و استہلاک سالک کو حاصل ہوتے ہیں۔ اب کفر حقیقی و مقام جمع اُس کو حاصل ہوگیا۔ اور وہ مرتبہ علم الیقین سے عین الیقین میں داخل ہوگیا۔ اور اب وہ اس مقام میں حسن اسلام و قبح کفر کے بیان سے باز رہیگا۔ اور کہے گا ؎

کفر با سلام یکساں نگر کہ ہر یکے دیوان او دو فریست

اب وہ سیر آفاقی سے انفسی میں آگیا اور سلوک سے جذبہ میں پہنچ گیا۔ اور دائرہ کونی و امکانی قطع کرکے اس اسم الٰہی جل و علا میں کہ اُس کا مبداء تعین ہے واصل ہوگیا۔ اور مزاحمت تفرقہ اور خلل کثرت سے نجات حاصل کی اُس کے کاردبار کا علاقہ حضرت محبوب سے ہوگیا۔ اور وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے وہ مامون ہوگیا طریقہ علیہ خواجگان قدس اسرارہم میں اس نسبت کا حصول حکم الف و بے کا رکھتی ہے۔ اور پیر مقتدا سے اذکار سیکھنا سلوک میں قدم کا رکھنا ہے۔ اِس سے ظاہر ہوگا کہ پیشگاہ ان اکابر کی کس قدر بلند اور انکی ابتدا متضمن انتہا ہے۔

کوئی شخص ہمارے اس بیان سے یہ گمان نہ کرے کہ حسن اسلام و قبح کفر میں تمیز کرنے سے دائرہ شرع سے قدم باہر رکھنا لازم آتا ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس حقیقت کو شریعت نے ردّ کر دیا ہے۔ وہ زندقہ ہے۔ کیونکہ کفر کے دو اعتبار ہیں ایک اعتبار تو کفر کا پیدا کرنا کہ وہ خالق سے متعلق ہے۔ اور دوسرا اعتبار کسب کفر جس کا بندہ سے تعلق ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ خلق تو قبیح نہیں ہے۔ صاحب فنا چونکہ مزاحمت کثرت سے رہائی پاکر جمع حقیقی میں پہنچگیا ہے اُس کا مشہود حالت مذکورہ میں باعتبار اول ہے۔ اِس لئے وہ کفر کے قبیح ہونے کا حکم نہیں دے سکتا۔ اور اعتبار

محض جو ملفوظ نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کے قبیح کا حکم دیگر اُس کو ممتاز کیا جا سکتا ہے۔

اِس کے بعد اگر سالک پھر ہوش میں آگیا۔ اور اُس حضور کو جس کو اُس نے اپنے وجود سے زائل کر دیا تھا۔ حق سبحانہٗ تعالےٰ کی طرف منسوب کیا۔ اور یقین کیا کہ اللہ تعالےٰ خو بخود حاضر ہے۔ تو وہ فنا حقیقی سے مشرف ہوا۔ اور حیرت وجہل سے علم میں آیا اور مرتبہ تفریق بعد الجمع سے مکرم ہوا۔ اور اُس کی فنا نے ثمرہ بقا بخشا۔ اور اب تنگی علم وسکر سے اُس کو کشادگی حق الیقین ظاہر ہو گی۔ وہ حقیقت اسلام سے آراستہ ہوا

ع دلم بکفر و اسلام مائل فتادہ ست

اِس کے بعد کسی کو شہود احدیت سے کثرت میں پہنچا کر توحید وجودی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ جماعت کہتی ہے کہ جو کچھ عرصۂ وجود میں موجود ہے۔ وہ خدا کی ہستی کے ساتھ عین ذات حق جل وعلا ہے اور واجب ہے کیونکہ اگر واجب تعالےٰ کی ہستی اُس کی ذات سے علاوہ ہوتی تو وہ ذات غیر حق ہوتی اس لئے کہ ہر ایک دو چیزیں باہم متغائر ہوتی ہیں۔ پس ذات الٰہی جل شانہٗ محتاج غیر کی ہوتی اور احتیاج کا ہونا ممکن کی علامت ہے۔ اور وہ محال اور مستلزم ابطال واجب الوجود ہے اس لئے ہستی حق عین ذات حق ہونا لازمی ہے۔ ممکن کا وجود چونکہ ذاتی نہیں ہے اِس لئے اُس کی ہستی اُس کی حقیقت پر زائد ہو گی۔ پس وہ زائد یا تو ممکن کو عارض ہے یا معروض صحابِ ذوق نے وجداناً پایا ہے۔ کہ حقائق ممکنہ عوارض ہیں اور وہ وجود کہ ہستی ہے معروض ہے قایم بذاتہٖ ہے۔ اور ماسوا اُس کا قائم اُس کے ساتھ ہے۔ اِسی لئے کہا گیا ہے کہ عالم چند اعراض ہیں۔ جو ایک ذات میں مجتمع ہیں۔ پس وجود چونکہ مبدء آثار ہے۔ اِس لئے یقیناً موجود ہے۔ پس اگر وہ ممکن کو عارض ہو تو وہ وجود عارضہ وجود سے موجود ہو گا۔ اِسی طرح وجود الوجود کا بھی ایک وجود ہو گا۔ اور تسلسل لازم آئے گا۔ اور یہ باطل ہے۔ پس وجود کی عارضیت بھی باطل ہو گی۔ بلکہ وجود معروض ہو گا۔

دُوسری ایک بات یہ بھی ہے کہ وجود کے عارض ہونے کی صورت میں دو حال سے خالی نہیں ہے یا وجود کے بانی کا اثر نفس وجود میں ہوا ہو گا یا مرتبہ اتصاف میں اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں جیسا کہ کتب معقول میں اس کی صراحت مذکور ہے۔ پس جب وجود معروض ہوا تو ثابت ہو گیا کہ عرصۂ کائنات میں ذات موجودہ حضرت حق سبحانہٗ ہے

ماسوائے حق کے کوئی وجود نہیں وہ صرف امورِ اعتباری ہیں۔ جو کوئی موجود ہے منسوب بحضرتِ وجود ہے گا وہ موجودِ حقیقی ہے اور اس کا وجود ذاتی ہے کیونکہ اگر ممکنات موجودِ حقیقی ہوں تو اُن کا وجود عینِ ذات ممکنات ہو گا یا عارضِ ذات دو نو صورتیں ممتنع ہیں پس اُن کا وجود بھی حضرتِ وجود کی طرف ہی منسوب ہو گا اور فی ذاتہٖ معدوم ہو گا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اَلْاَعْیَانُ مَا شَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ یہ عوارضِ ممکنہ اسی ہستی مطلقہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ کیونکہ بے اُس کے وہ موجود نہیں ہیں۔ پس کمالات بھی اُسی میں مندرج ہونگے جو کہ مرتبہ اطلاق میں متمیز نہیں ہیں اور مرتبہ تنزلِ علمی میں متمیز ہو کر حقائقِ ممکنات بنے۔ اِن حقائقِ متمیزۂ علمیہ نے حضرتِ وجود یعنی ذاتِ واجب جل وعلا سے ایک نسبت مجہول الکیفیت پیدا کی۔ اور وہ آئینۂ ظاہرِ وجود میں منعکس ہو کر نیست نما ہو گئے اور چونکہ یہ کمالات جو کہ حقائقِ ممکنات ہیں مرتبہ اطلاق میں عینِ مطلق ہیں اور مطلق مرتبۂ تقید میں عینِ حق ہے۔ اس لئے عینیت ثابت قرار دی گئی اور کہا گیا ہے ؎

در شکلِ بتاں بزنِ عشاق حق است — لا بلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزے کہ بود ز روئے تقیدِ جہاں — واللہ کہ ہم ز روئے اطلاق حق است

کسی اور نے کہا ہے ؎

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت — لاجرم عینِ جملہ اشیا شد

یہ وہم نہ کیا جائے کہ کثرتِ وحدت کے ساتھ متحد ہو گئی یا وحدت نے کثرت میں حلول کیا۔ کہ یہ باتیں بالاتفاق کفر ہیں۔ کیونکہ حلول اور اتحاد اس وقت متصور ہو سکتا ہے جب کہ وجود متکثر ہوں۔ وحدتِ وجود میں ایسے وہم مرفوع ہیں۔ قدوۃ الاحرار شیخ فریدالدین عطارؒ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ؎

ایں جا حلول و کفر بود اتحاد وہم
ایں وحدت است لیک بتکرار آمدہ

جس طرح کہ زید کی صورت جب مختلف آئینوں میں ظہور کرتی ہے۔ تو آئینوں کے شکل اور رنگ کے اختلاف کی وجہ سے صورتیں کئی قسم کی ظاہر ہوتی ہیں۔ پس موجودِ خارجی صرف ایک ذات زید کی ہے۔ جس نے ارادوں اور خیالات کے مختلف ہونے کے سبب سے متعدد اور کثیر آئینوں میں ظہور کیا ہے۔ پس اس کثرت سے وہ ہمہ کی وجہ سے زید کی

ذات میں کچھ تکثّر لازم نہیں آتا ہے۔ اور حلول و تجساد کا شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ہماری تقریر میں موجود خارجی ذاتِ واحد حقیقی ہے کہ کثرت کو اس میں دخل نہیں ہے۔ اور تعداد کی وہاں گنجائش نہیں۔ غایت الامر یہ ہے کہ کمالات کے آئینوں میں انعکاس اور ظہورِ ذات مرآتِ صفات میں ہونے کے سبب سے شعبدۂ کثرت بطون سے ظہور میں آگئے۔ عارف جامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں ؎

ممکن ز تنگنائے عدم ناکشیدہ رخت — واجب بجلوہ گاہ عیاں نا نہادہ گام

در حیرتم کہ این ہمہ نقش بدیع چیست — بر لوح منظر آمدہ منظور خاص و عام

بادہ نہان و جام نہاں آمدہ پدید — در جام عکس بادہ و در بادہ رنگ جام

جامی معاد و مبدأ ما وحدت است و بس — ما در میانہ کثرتِ موہوم والسلام

یعنی ذات حق جل سلطانہٗ نے آئینہ داری ذات ممکنات کی کی اور حقائق ممکنہ نے آئینہ داری آثارِ ذات واحد قہار جل سلطانہٗ کی فرمائی +

سوال۔ جب کثرت موہوم ہے تو پھر شریعت کہ بنا اس کی کثرت پر ہے کیونکر قائم رہے گی :۔

جواب۔ کثرتِ موہوم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ محض خیال اور وہم کی من گھڑت ہے۔ کہ وہم و خیال کے مرتفع ہوتے ہی مرتفع ہو جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرتبۂ اطلاق میں اُس کا نام و نشان نہیں ہے۔ مراتب مقیدات اگرچہ مرتبۂ اطلاق میں ثابت نہیں ہیں مگر چونکہ مراتب تنزیہ میں صنعت خداوندی سے مرتبۂ یقین میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اور متعلق علم الٰہی جل و علا ہے اس لئے وہ ارتفاع خیالی سے محفوظ ہیں اور اسی لحاظ سے مقام تکلیف یہ عالم ہوا اور مدار ثواب و عقاب وہ عالم دار القرار بنا +

الحاصل اِس طائفہ کے نزدیک وہی حق سبحانہٗ ہے کہ مراتب مختلفہ میں با احکام متضادہ ظاہر ہوا۔ مرتبۂ اطلاق کے احکام مرتبۂ تقیید سے بغیر تعلق گویا کاذب ہیں۔ اور مرتبہ قید کے احکام بارگاہ اطلاق میں سے بغیر تعلق غیر صادق ہیں ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد — گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

مثلاً حقیقتِ انسانی کہ مرتبۂ اطلاق میں فی ذاتہٖ احکام سے مبرّا ہے اور مرتبہ قید و تعین میں بوجہ قیدِ شخصیہ کے احکامِ مختلفہ اور متضادہ رکھتی ہے اگرچہ حقیقۃً وجود میں حقیقت

کے لئے ہے اور یہ اختلاف اشخاص عوارض کی وجہ سے ہے جو اُس کے اجزاء حقیقت ہیں
مگر اُسی ایک حقیقت کو بحیثیت اطلاق حقیقی اور تقیدات ذہنیہ وخارجیہ کے بہت سے آثار اور
احکام ایسے ہیں کہ ظاہر بینوں کو سبب وہم اختلاف ان اشخاص کا ہوا۔ بلاشک اشخاص حقیقت
انسانیہ باہم تمیز عارضی رکھتے ہیں۔ اور حقیقت میں متحد ہیں۔ اِسی طرح افراد حیوان حیوانیت
میں شریک ہیں۔ اور حقیقی وجود اُسی حقیقت حیوانیہ کا ہے اور اختلاف انواع بوجہ عوارض
اور اعتبارات ہے کیونکہ وجود مطلق کے لئے ہے اور قید اعتباری ہے۔ اِسی طرح
افراد جسم میں وجود حقیقت جسمیہ کا ہے اور اختلاف اجسام صرف امر اعتباری ہے اس کی
مثال یہ ہے کہ جوہر وجود کہ مراتب تنزل یعنی جوہر وجسم وحیوان وانسان میں وجود اسی
حقیقت بسیط کے لئے ہے اور اختلاف اجناس وانواع واصناف واشخاص صرف
امر وہمی ہے اور آثار واحکام کی مزاحمت باہمی باعتبار اختلاف مراتب بالکل صحیح ہے
اور کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔ اور موجود وہی حقیقت مطلق جنس الاجناس ہے کہ تمام
موجودات میں ساری اور اسماء متعددہ میں ظہور فرما ہے۔ اور تقیدات اعتبارات
محض ہیں ایسا نہیں ہے کہ الانسان جسم قضیہ صادقہ ہے مطلب اس کا یہ ہے
کہ دو صورت مختلفہ ذہنیہ یعنی صورت انسانی اور صورت جسم کہ وجود خارجی میں باہم متحد
ہیں۔ اور جب انسان کے ساتھ وجود خارجی میں جسم متحد ہوا اور محتاج امر زائد کا ہوا حالانکہ
موجود فی الحقیقت وہی جسم تھا۔ اور قید انسانیت ایک امر اعتباری ہے۔ نیز جب
جسم اس قضیہ میں انسان کے ساتھ متحد ہوا۔ اور قضیہ الحجر جسم میں جسم کو حجر کے ساتھ نسبت اتحادی
تھی۔ تو انسان کو بھی حجر کے ساتھ مرتبہ جسم میں اتحاد بدیہی ہے۔ پس تمام تقیدات
مطلق کے ساتھ متحد ہو گئے۔ اسی طرح مرتبہ مطلق میں وجود حقیقی اُسی مطلق کے لئے
ثابت ہوا اور مقیدات امور اعتباری ہوئے کہ مرتبہ تنزل میں تعدد وتکثر قبول
کر کے میدان ظہور میں آ گئے ہیں۔ یہ اجمالی بیان مسئلہ وحدت وجود کا بموجب مسلک
متاخرین صوفیہ کیا گیا ہے اور شاہد حقیقی اس پر کشف اور وجدان ہے اور اُس کے متعلق
دلائل اور براہین بطور تنبیہات بر بدیہیات ہیں۔ ہمارے حضرت قطب المحققین کے
اس مسئلہ میں مقالات مفردہ اور تحقیقات فائقہ اور تدقیقات عجیبہ ہیں کہ کتاب سنت
سے مؤید اور اعتقادات اہل السنت والجماعت سے مزین ہیں ۔

آپ فرماتے ہیں کہ مقصود سیر و سلوک سے تحصیل لوازم بندگی ہے نہ حصول الوہیت اور خدائی اور مقصود نفس کی شناخت ہے بلحاظ اُس کی ذلت اور احتیاج اور شناخت اللہ تعالےٰ کی بلحاظ اُس کے کمال غنا و قدرت کے جو خاکروب خبث ذاتی سے موصوف ہے۔ اور دنائت طبعی سے موسوم وہ عین سلطان ذی شان کیونکر ہو سکتا ہے پس حکم عینیت کیونکر تسلیم کیا جائیگا۔ اور قضیہ وحدت و اتحاد کیسے درست ہوگا۔ بجز حالت مدہوشی کے کہ مغلوب السکر لوگ معذور ہیں۔ ورنہ ارباب ہوش و امتیاز ناپاکیوں اور فضلات کا اتحاد اُس خالق زمین و آسمان کے ساتھ کہ قدوسی اُس کا وصف ذاتی اور سبوحی اُس کا ظہور صفاتی ہے ہرگز تجویز نہیں کر سکتے ہیں۔ اور نہ بیان مراتب تنزیہہ و تشبیہہ میں فرق اعتباری پر اکتفا کر سکتے ہیں۔ اور عبودیت کو ربوبیت کے ساتھ ملا کر عقل کی دولت کو ہاتھ سے نہیں کھو سکتے ہیں۔ وحدت وجود کے ثابت کرنے والے صوفیہ نے جو کہ عینیت عبد و رب کے قائل ہیں بیان کیا ہے کہ حقیقت واجب تعالےٰ اور تقدس ہستی مطلق وجود بحت ہے۔ اور ابھی پھر بنیاد مسئلہ وحدت وجود کی قائم ہے مدخول فیہ ہیں۔ کیونکہ یہ اس صورت میں درست ہوگا جب کہ ذات باری تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود اور ہستی کے ساتھ کائن ہو تاکہ کہا جا سکے کہ ہستی حق عین ذات حق ہے۔

قطب الاقطاب شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ فوق عالم وجود کے اوپر عالم ملک ودود ہے۔ یعنی مقام اطلاق جس طرح کہ تمام اعتبارات کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح وجود کی بھی منجملہ کمالات ذاتیہ اعتباریہ حقہ کے ہے۔ اس بارگاہ علیٰ میں دخل نہیں ہے۔ نہ عینیۃ اور نہ زیادۃ جب کہ ان اکابر کے مسلک میں اُس کی حیوۃ و علم و سمع و بصر و قدرت و ارادت و تکوین کو کہ صفات حقیقۃ ہیں۔ اور اُن کا وجود زائد بر وجود ذات مقدس نہیں ہے۔ باوجود اس کے نہیں کہہ سکتے کہ حقیقت واجب تعالےٰ مثلاً علم ہے یا قدرت پس وجود حق جب کہ زائد بر ذات حق نہ ہوگا تو کیونکر حقیقت واجبی ہو سکیگا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کنہ ذات واجب تعالیٰ مجہول مطلق ہے اور یہ کہنا کہ حق تعالےٰ کی حقیقت وجود ہے اور ہستی مطلق اُس کے منافی نہیں ہے حالانکہ موضوع کا تعقل حکم میں ضروری ہے اور جب ثابت ہو گیا کہ حقیقت واجب جل و علا وجود کے علاوہ ہے۔ پس وجود منجملہ مصنوعات

گے ہوا جو صانع تعالےٰ سے صادر ہوا ہے۔ پس اُس صورت میں جب کہ وہ حقائق ممکنات کو معروض ہوا اور مقیدات کو نیبہ کو عارض تو باوجود ان ممکنات اور مقیدات کی غیریت کے اُن پر واجب کے ساتھ عینیت کا حکم کسی طرح سے متصور نہیں ہو سکتا اتنا ضرور ہے۔ کہ جو کچھ میدان ظہور میں آیا ہے۔ کمالات واجب تعالےٰ کے ایک تو کے مماثل ہے۔ اور اس کے شیون و اعتبارات کے ظلال کا ایک ظل ہیں اور ممکنات بجز اُس کے جمال و کمال کے مظاہر ہونے کے اور کچھ نہیں ہیں مگر ہمیشہ جمال لایزال الٰہی کی نظر فیض اثر سوائے اِن ظلال نور الانوار کے کسی اور پر نہیں ہے اور یہ مظاہر کے آئینے اُس کی شہود کے میدان سے ساقط ہیں۔ اُس کی انوار حقیقت کے ظلال ایسے متوارہیں کہ نہ ان کو انوار مشرقی کہا جاسکتا ہے۔ اور نہ غربی۔ پس شہود و شہو پردہ کثرت میں ایک واحد علی الاطلاق کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ایک فرقہ کو صوفیہ کو آئینوں کی روپوشی اور ظل کے اصل کے ساتھ کمال اتحاد نے واجب و ممکن میں عینیت کا حکم لگانے پر دلیر کر دیا۔ اور وحدت و اتحاد کا قائل اس لئے انہوں نے کہا ؎

مجموعۂ کون را بقانون سبق کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا کہ ندیدیم نخواندیم درآں جز ذات حق و شیون ذاتیہ حق

مگر اُن حضرت نے تشبیہ مطلق کے امتزاج سے رہائی نہیں پائی۔ اور بارگاہ مطلق تک رسائی کی جسارت نہ فرمائی۔ اسی لئے کہا ؎

باگل رخ خویش گفتم اے غنچہ دہاں ہر لحظہ مپوش چہرہ چوں عشوہ تناں
زد خندہ کہ من بعکس خوبانِ جہاں در پردہ عیاں باشم و بے پردہ نہاں

اگر یہ حیات تنزیہ حقیقی کے گلستان قدس میں عبور کرتے تو عنان توجہ اُن چیزوں سے جو داغ چونی و چندی سے داغدار ہیں پھیر کر بے چونی کی طرف سبقت کرتے اور تشبیہ کو تنزیہ سے مختلف کرتے۔ اور حقیقت کلمہ لا سے ان کو منفی کرتے اور بہ بداہت معلوم کر لیتے کہ مطلق نے اَوج اطلاق سے تنزل نہیں فرمایا ہے اور مقید کا عروج قید کی پستیوں سے محال ہے۔ جو کچھ کہ متنزل ہے اور تعین میں آیا ہے وہ اطلاق سے کوسوں دور ہے مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی مٹی کجا اور رب الارباب کجا۔ اللہ تعالےٰ عالم سے مستغنی ہے ؎

غنائے ذاتی حضرت واجب تعالیٰ کا کوئی آئینہ متحمل نہیں ہے اور کسی آئینہ کو اُس کے مقابلہ کی تاب نہیں ہے۔ اِس لئے کہ حادث جب قدیم سے ملایا جائے تو اُس کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے۔ چونکہ وجود اخص کمالات واجب تعالےٰ ہے اور مبداءِ خیر ہے ممکن کہ عدم ممکن کا حکم ذاتی ہے۔ پس وجود کو ممکن کے لئے استعارات اور مجازات صرف سے الگ ہو کر ثابت کرنا امر مشکل ہے پس عالم کا وجود محض نمائشی اور خیالی ہے۔ جیسے کہ آئینہ کوئی صورت منعکس ہوتی ہے لیکن فرق دونوں میں یہ ہے کہ ثبوت عالم اگرچہ مرتبۂ نظر اور حس میں ہے۔ مگر چونکہ قادر مختار کی صنعت گری نے اُس مرتبہ میں متعلق ہو کر قرار پکڑ لیا ہے اور اس وجہ سے عالم کا زوال حس وخیال کے زوال کے ساتھ نہیں ہو جاتا اور وہ موردِ احکامِ صادقہ ہو گیا۔ وجودِ واجبی جل وعلا مرتبۂ خارج میں تھا۔ اور تحقق عالم مرتبۂ حس ونمائش میں پس اراءت وجود عالم سے تجدید اتحادِ مرتبہ کی خواہاں ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے۔ زید کی تصویر جو آئینہ میں نمایاں ہوئی ہے۔ زید کے اُس وجود کے مصادم نہیں ہے جو خارج میں موجود ہے اِس بیان سے وحدتِ وجود بمعنے اثبات قدم اور رفع حدث حاصل ہو گیا لیکن حقیقت توحید روشن ہو گئی۔ کہ نفی ماسوائے حق تعالےٰ ہے اور فنا حقیقی کہ سالک کی ذات وصفت اور افعال کا نام ونشان باقی نہ رکھے۔ نہ محض انتساب کی نفی جو کہ مشربِ اول میں حاصل ہوتی ہے اور وہ صورتِ فنا ہے ✦

سوال ۔ واصلینِ مقامِ وحدتِ وجود جمع بین التشبیہ والتنزیہ کے قائل ہیں چاہیئے کہ اُن کا شہود اتم اور اُن کا ایمان اکمل ہو کیونکہ یہ لوگ مرتبۂ تنزیہ حقیقی کو مسلم رکھ کر تشبیہ پر بھی (کہ وہ تنزیہ کا ایک تعین ہے) ایمان رکھتے ہیں اور اُس کو کمالِ مطلق جانتی ہے ✦

جواب ۔ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ ہماری تحقیق میں تشبیہ سے انکار اور مشاہدہ کمال لایزال سے اُس کے ظلال میں اعراض ہے۔ مابہ الاختلاف تنزیہ وتشبیہ میں عینیت واتحاد ہے۔ ہماری تحقیق میں عالم مظہر کمالات حق ہے نہ یہ کہ مظہر عین ظاہر ہے اور مشرب اربابِ وجود میں عالم اور حق میں اتحاد ثابت ہے۔ اس تشبیہ وتنزیہ کے اختلاط نے اُن کی ہمت کے دامن کو اطلاق حقیقی تک وصول سے

روک لیا۔ اور کارخانۂ سلوک کو مراقب تعینات نے معطل کر دیا۔ چونکہ تھوڑی سی اعیان ممکنات کی تحقیقات سے کلام میں طوالت ہو گئی ہے اس لئے بخوف ملالت سامعین مزید تشریح کسی اور وقت پر موقوف رکھی جاتی ہے۔ اگر منظورِ مشیت ہے تو اس کا کچھ حال لکھا جائیگا۔ والسلام ❖

کرامت۔ جو بات کہ ہم کو پیش آنے والی ہوتی ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ قبل از وقوع کے اُس کے اچھے بُرے کی آپ ہم کو خبر دیدیا کرتے تھے اور آپ کے ارشاد کے مطابق ہی واقع ہؤا کرتا تھا۔ آپ کے خوارق و کرامات کا شمار ناممکن ہے ❖

مَیں اپنی شادی کے زمانہ میں بالاخانہ پر رہتا تھا۔ ایک رات کسی نے نہایت زور سے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا مَیں متحیر ہؤا اور بہت پوچھا کہ کون ہے۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ آخر کار میرے دل میں آیا کہ اٹھ کر دروازہ کھولوں۔ مَیں نے زنجیر کھولی۔ مَیں دروازہ اپنی طرف کھینچتا تھا اور وہ اپنی آپ اس وقت دوسرے گھر میں تھے۔ آپ نے وہیں سے ہوں ہوں کر کے فرمایا کہ محمد سعید بمجرد آپ کے اس فرمانے کے دروازہ کھل گیا۔ دیکھا تو کوئی شخص وہاں نہ تھا۔ پھر مَیں نے دروازہ لگالیا اور سو گیا۔ اور سو گیا۔ اور علی الصباح خدمت فیضدرجت میں حاضر ہؤا قبل اُس کے کہ شب کا واقعہ عرض کروں خود آپ نے فرمایا کہ محمد سعید ایک جن تھا کہ تمہارے ساتھ مزاحمت کر رہا تھا اس لئے مَیں نے آواز دی۔ اور تمہاری اُس کے پنجہ سے رہائی کرائی ❖

کرامت۔ آپ فرماتے ہیں۔ جس زمانہ میں کہ میری شادی ہوئی تھی آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اس بیوی سے تم کو اولاد ہو گی۔ مگر پہلا لڑکا چار سال کا ہونے نہ پائیگا کہ وفات پائیگا۔ ایسا ہی ہؤا کہ اُس بیوی سے پانچ لڑکے تولد ہوئے اور پہلا لڑکا چار سال کا ہونے سے پہلے انتقال کر گیا ❖

کرامت۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں کہ سرہند میں وبا پھیلی تھی ہمارے بھائی خواجہ محمد صادق اور محمد فرخ اور محمد عیسیٰ اور ہماری بہن ام کلثوم نے اُسی وبا سے رحلت کی ❖

ایک روز آنحضرت نے مجھ سے اور برادر عزیز محمد معصوم سے فرمایا کہ آج صبح میں بارگاہ بے نیاز نے تجلی فرمائی کی اور تم دونوں کو میری گود میں بٹھایا گیا محمد سعید

کو زانوئے راست پر اور محمد معصوم کو زانوئے چپ پر۔ اور الہام کیا گیا کہ ہم نے ان کو تمہیں بخشا یہ دونو معمر ہونگے اور بوڑھے ہونگے۔" اللہ تعالے نے ان ہر دو چشمۂ فیض و افضال کو بلائے و باسے عافیت بخشی اور معمر کیا کہ ایک عالم اُن کی صحبت سے سرشار فیض و برکات ہوا۔ اور ایک جہان فیض بخشیونکا شہرہ سُن کر دور دراز کے شہروں سے ان مرشدان طریقت و حقیقت کے دولت سرائے کی طرف متوجہ ہوا +

کرامت آپ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں کہ آنحضرت بطلب سلطانی اکبر آباد تشریف لے گئے۔ میری بیوی حاملہ تھیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ محمد سعید کی بیوی کو اس حمل میں ایک لڑکی تولد ہوگی فاطمہ سلطانہ اُس کا نام رکھنا۔ پھر فرمایا کہ دلگیر نہ ہو کر یہ بھی عنایت الٰہی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا +

کرامت۔ بعض اصحاب محرم اسرار نے فرمایا کہ اب سے دُور ایک مرتبہ حضرت مخدوم زادگی خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ و ابقاہ سخت بیمار تھے۔ اور اُن کا مرض طویل اور ضعف و ناتوانی بے انتہا ہوگئی تھی۔ کہ اطبائے علاج کرنے سے عاجز ہوگئے تھے۔ ایک روز آنحضرت قدس سرہ نے رستہ میں کاغذ پڑا ہوا دیکھا۔ اس کو اُٹھالیا۔ اُس پر خدائے جل و علا کا نام لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اُس کو چوما اور پاک جگہ رکھ دیا۔ درگاہ الٰہ رب سے الہام ہوا کہ تو نے ہمارے نام کی تعظیم کی ہم نے تمہارے بچے کو تم کو بخش دیا۔ اور اس کی بیماری کو صحت سے بدل دیا۔ فوراً ہی حضرت مخدوم زادہ صاحب نے صحت پائی +

کرامت۔ اِس حقیر نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت خواجہ محمد سعید سلمہ ربہ بادشاہ ہیں اور اولیا متوفی اپنی ارواح کے ساتھ اور اولیا احیا اپنے اجسام کے ساتھ مثل امرا پادشاہی صبح و شام ان کو سلام کے لئے آتے ہیں۔ اور میں بھی دونوں وقت آپ کے سلام کے لئے جاتا ہوں۔ ایک روز میں سلام کے لئے حاضر ہوا دیکھا کہ بجائے آپ کے ایک دوسرے صاحب شوخ کپڑے پہنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور کوئی شخص سلام کے لئے نہیں آیا میں خائف اور متحیر ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اتنے میں وہ بزرگ اُٹھے اور جلدی سے نیچے اُتر آئے میں نے دیکھا کہ جس طرف کو وہ صاحب گئے۔ اُسی طرف سے حضرت خواجہ محمد سعید حشم بادشاہی کے ساتھ آرہے ہیں۔ وہ بزرگ آپ کی خدمت میں جاگئے اور آپ کو سلام کیا اور آپ کا استقبال کیا۔ آنحضرت قدس سرہ نے تشریف فرما ہو کر اجلاس کیا۔ اور تمام

لوگ سلام کے لئے حاضر ہوئے ۔

حضرت مخدوم زادہ کے مدارج اور کرامتیں اور خوارق عادات حد شمار سے زیادہ ہیں۔ اشراق قلوب و کشف قبور بدرجہ کمال رکھتے ہیں۔ آپ کی بشارات آپ کے ارشاد کے مطابق ہوتی ہیں۔ ان سب کا شمار خالی از دشواری نہیں ہے اس لئے بخیال اختصار صرف چند پر اکتفا کی جاتی ہے ۔

درجہ ۔ ایک واقعہ جو اس مؤلف نے ان ایام میں دیکھا ہے تحریر کرتا ہے کیا دیکھتا ہے کہ ایک وسیع جنگل ہے اُس میں کل اولیاء اللہ اور صالحین اور اور مخلوق جمع ہے اور یہ سب خلقت آپ کی طرف رجوع ہے۔ اُس جماعت میں سب کے امام اور پیشوا آپ ہیں۔ اس اثنا میں فقیر آپ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص ہم تمہارے منتظر تھے اور ایک بڑا ڈبہ نقرئی مرصع میناکاری کیا ہوا فقیر کو عطا فرما کے ارشاد فرمایا کہ یہ مفرح یاقوتی اعلےٰ درجہ کی ہے۔ بادشاہ وقت نے مجھے مرحمت فرمائی تھی۔ ہم تمہیں دیتے ہیں۔ کھاؤ اور لوگوں کو دو۔ خود اُٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ میں نے وہ ڈبہ کھولا اُس میں ایک اور ڈبیہ نکلی جو مفرح یاقوتی سے بھری ہوئی تھی۔ مخدوم زادگان شیخ لطف اللہ اور محمد فرخ نے ایک انگلی اس مفرح میں سے لیکر چکھی اور پھر آنحضرت سے جا کر مل گئے۔ اس کے بعد تمام لوگ اس مفرح کی تمنا میں فقیر پر آ کر گرے میں نے سب کو تقسیم کیا اور دیکھا تو ڈبیہ ویسی ہی بھری ہوئی تھی ۔

درجہ ۔ آپ کے مرید خواجہ محمد ناہل بیان کرتے تھے کہ اخیر عشرہ رمضان المبارک ۱۰۸۰ھ میں بعد ادائے نماز اشراق میں سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک مقام پر فضا ہے جس میں بکثرت پھولوں کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ اور اس مقام میں ایک طرف کو ایک بلند بالاخانہ ہے۔ جس پر حضرت پیر دستگیر خواجہ محمد سعید اور حضرت محمد معصوم تشریف فرما ہیں۔ اور خلق اللہ کے اعمالنامے آپ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں ایک جماعت اولیاء آپ کے احکام کی منتظر کھڑی ہے۔ میں نے غور کیا تو باغ مذکور وہی آپ کی مسجد تھی جس میں آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ معتکف ہوتے تھے۔ اور حوض مسجد کے کنارہ شمال کی جانب نور کے ایسے زینے زمین سے آسمان تک کھڑے کئے گئے ہیں کہ اُن کو جہاں چاہو منتقل کر لو۔ اور وہ لوگ جو وہاں کے مہتمم ہیں لوگوں کے نام کاغذ پر لکھ کر اُس پر حضرت

کے دستخط کرائے ہیں۔ اور جس کو بخشوانا چاہتے ہیں اُس کے کاغذ کو اوپر لے جاکر مُہر کرا کے لاتے ہیں۔ اور خاص لوگوں کی جماعت میں اُس کو داخل کر دیتے ہیں۔ اور جس کو آپ لائق مغفرت نہیں دیکھتے ہیں اُس پر دستخط نہیں فرماتے ہیں +

اِس اثنا میں فقیر بھی پہنچا اور عرض کیا کہ فقیر کو بھی داخل اہلِ مغفرت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو اور محمد حنیف اور شیخ فیض کو بخش دیا گیا۔ بندہ نے عرض کیا کہ ان کے فرزندوں کے بارہ میں کیا حکم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اُن کے فرزندوں کو مع متعلقین کے بخشدیا گیا +

دوسرے تیسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا اور آپ نمودار ہوئے۔ لیکن جماعت اہل اہتمام نے مجھ سے یہ کہا کہ تم ان حضرات عالیات کی خدمت میں ہماری طرف سے یہ عرض کرو کہ ہم نے اس قدر آپ کی خدمت گزاری کی۔ مگر کچھ تبرک ہمکو عنایت نہیں ہوا جب میں نے عرض کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کے لئے فاتحہ مفید ہے۔ پھر آپ نے فاتحہ پڑھی دوسرے دن میں آنحضرت کے حلقہ میں مراقب تھا کہ وہ جماعت حاضر ہوئی اور کہا کہ ہمارا حق مل گیا +

کرامت۔ مرحوم وزیر خاں کی زوجہ نے جو کہ حضرت کی خدمت میں خلوص رکھتی تھی ایک خط میں یہ لکھا کہ میرے بارہ میں دعا فرمائیے اللہ تعالےٰ مجھ کو لڑکا عطا فرمائے حضرت نے توجہ کی اور جواب میں لکھا کہ اطمینان رکھو اللہ تعالےٰ عنقریب تم کو لڑکا عطا فرمائیگا۔ جب اُس کی مدّتِ حمل پوری ہو گئی۔ لڑکا پیدا ہوا۔ اُسی وقت لاہور سے خبر ولادت اور نیاز لیکر حاضر خدمت ہوا +

کرامت۔ ایک روز آپکا خادم پان کا ایک بیڑا برگ پلاس یعنی ڈھاک کے پتّے میں لپٹا ہوا لیکر حاضر ہوا۔ آپنے پان نکال کر کھا لیا۔ اور اُس پلاس کے پتے کو پان کے بیڑہ کی طرح لپیٹ کر مجھ کو عنایت فرمایا۔ مَیں نے دیکھا تو خالی تھا۔ آپکے برادر خورد خواجہ محمد الحسینی سلمہ اللہ تعالےٰ بیٹھے تھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔ مَیں منفعل ہوا اور دفع ندامت کے لئے مَیں نے اُس کو فوراً اپنی پگڑی میں چھپا کر رکھ لیا۔ کہ حاضرین اس بات سے آگاہ نہ ہوں۔ جب مَیں اپنے گھر واپس آیا تو گرمی کی وجہ سے مَیں نے سر سے پگڑی کو اُتارا تو خیال آیا کہ اُس پتے کو پھینکدوں

دیکھا تو وہ پان کا بیڑہ مصالحہ سے پُر تھا۔ آپ کے اِس تصرف سے مجھے حیرت ہوئی اور وہ آپ کی کرامت کا پان مَیں نے کھایا +

کرامت۔ ایک دفعہ فقیر ایسا بیمار ہوا کہ ناامیدی کی حالت پیدا ہو گئی حضرت ہر سہ مخدوم زادہ گان فقیر کے پاس تشریف لائے۔ چونکہ کمزوری کمال درجہ کی تھی اس لئے خیال ہؤا کہ آپ سے یہ التماس کروں کہ میرا خاتمہ بخیر ہونے کیلئے آپ دعا فرمائیں۔ بمجرد اس خیال کے آپ نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر بیمار فلاں دعا کو بیماری میں پڑھے تو اُس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ اِس بارہ میں دُعا بھی فرمایئے حضرت میاں محمد معصوم سلمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم صحت کیلئے دعا کرتے ہیں۔ پھر دعا فرمائی کہ اللہ تعالےٰ تمہاری بیماری کو صحت سے بدل دے آپ سے اکثر ایسی کرامتیں بے حساب دیکھی اور سُنی گئی ہیں +

کرامت۔ آپ کے فرزند ارجمند شیخ لطف اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت قصۂ شہادت حضرت حمزہؓ عمِ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرما رہے تھے کہ جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے باشارہ ابوسفیان و ہندہ جنگ احد میں آپ کو شہید کیا اور ہندہ نے آپ کا جگر کھایا۔ ابوسفیان اور ہندہ پر میری زبان سے لعنت نکلنے والی تھی کہ آنحضرت نے قطع کلام کر کے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ابوسفیان اور اُس کی بی بی پر لعن وطعن کرنا نہیں چاہئے کہ وہ آخر میں مشرف باسلام ہوئے ہیں اور ان کا ایمان بارگاہِ رسالت پناہ میں مقبول ہؤا ہے۔ اور اس خطاب باسعادت سے کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے۔ بعد فتح مکہ کے سربلند ہوئے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب میں داخل ہوئے +

کرامت۔ فقیر مؤلف ایک کام کیلئے لشکر بادشاہی میں گیا ہؤا تھا کاروائی میں رکاوٹ ہوئی اور دیوان نے دستخط کرنے سے انکار کیا اور نہایت سختی کی۔ مَیں آنحضرت سلمہ اللہ کی طرف متوجہ ہؤا اس غم و پریشانی کی حالت میں خواب میں دیکھا کہ ایک قصر بلند اور ایوان رفیع میں ہوں اور ایک عورت حسین مجھ سے مذاق اور دل لگی کر رہی ہے۔ اور آخر کار مجھ پر غالب ہو گئی اور دشمنی سے میرے سینہ پر چڑھ بیٹھی قریب تھا کہ میرا گلا گھونٹ کر مجھ کو ہلاک کر دے کہ اس اثنا میں آنحضرت حسب عادت جلیلہ کہ

مسجد کو آپ جایا کرتے ہیں عصا لئے ہوئے باد جاہت و وقار نمودار ہوئے آپ کے
تشریف لاتے ہی وہ عورت فرار ہوگئی۔ اور میں نے اُس کے شر سے رہائی پائی۔ صبح
کو مجھے خیال آیا کہ تعبیر اس خواب کی یہ ہے کہ حضرت نے مجھ کو دیوان کے شر سے
رہائی دلائی ہے۔ میں دیوان کے پاس گیا تو وہ خلاق کے ساتھ پیش آیا اور کہا کہ بوجہ
سفارش خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ ہم تیرے کام کو انجام دیتے ہیں کہ حضرت کی توجہ
تمہارے شامل حال ہے کہ ہم کو خواب میں ظاہر ہوا ہے۔ پس اُس نے بڑی خوشی سے کاغذ
پر دستخط کر کے حکم میرے حوالہ کر دیا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ القیوم کے حالات

آنحضرت رضی اللہ تعالے عنہ کے فرزند ہیں آپ کی ولادت ۱۰۰۹ھ میں ہوئی۔
آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ میرے فرزند محمد معصوم کی دنیا میں مبارک آمد ہمارے
لئے مبارک ہوئی۔ آپ کی ولادت سے چند ماہ کے بعد حضرت خواجہ قدسنا اللہ سبحانہٗ
بسرہ الاقدس کی ملازمت حاصل ہوئی اور یہ تمام علوم و معارف ظاہر ہوئے آنحضرت
آپ کے لڑکپن میں ہی آپ کی استعدادِ عالی نژاد کی تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے
تھے۔ کہ یہ لڑکا ولایتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد رکھتا ہے اور محمدی المشرب
(صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ محمد معصوم نے تین برس کی عمر میں کلمہ توحید پڑھا کلمہ شریف
تجلی ذات کی استعداد وسیع رکھتا ہے اور محمد معصوم کی در و دیوار اور گل و گلزار
اور جن چیزوں پر نظر پڑتی کہتے کہ یہ میں ہوں اور وہ میں ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ
اِس بارہ میں صغیر و کبیر جوان و پیر و آزاد و اسیر اور عورت مرد۔ خورد و کلاں ضعیف
و قوی اور زندہ مردہ سب برابر اور حصول میں ایک ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

نیز آپ کی شان میں یہ بھی فرمایا کہ یہ محبوب ہیں آنحضرت کے ایک خادم نے

جو کہ سفر و حضر میں ہمیشہ آپ کے ہمراہ رکاب رہتا تھا فقیر سے بیان کیا کہ ایام سفر دار الخلافہ دہلی میں مخدوم زادے بھی آنحضرت کے ہمراہ تھے ۔

ایک روز آنحضرت بعد فراغت حلقہ کے حجرہ سے نکلے تاکہ تھوڑی دیر آرام کریں۔ دیکھا کہ حضرت مخدوم زادہ آنحضرت کے پہنچنے پر آرام فرما ہیں۔ پس فوراً آپ واپس تشریف لائے خدام نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو مخدوم زادہ کو ہم بیدار کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے غیرت خداوندی سے خوف کیا تھا کہ خداوند جل وعلا کا ایک دوست استراحت فرما ہے ایسا نہ ہو کہ میرا جانا موجب رنج و ملال ہو جائے۔ پھر آپ دھوپ میں تشریف فرما رہے۔ ہوا بہت گرم چل رہی تھی۔ اور مسجد فیروزی کا فرش جو پتھر کا ہے توے کی طرح گرم ہو گیا تھا۔ آپ اسی حالت میں اس پر تشریف فرما رہے یہاں تک کہ صاحبزادہ والا گوہر بطور خود بیدار ہوئے اور دیکھا کہ آنحضرت دھوپ میں زمین پر تشریف فرما ہیں۔ پس مضطرب ہو کر اٹھے اور جگہ آپ کے لئے خالی کر دی ۔

آنحضرت قدس سرہ آپ کی بلندی استعداد و کمال فطرت و مناسبت کے معائنہ کرنے کی وجہ سے بارگاہ ایزدی جلت آلائہ میں منتظر آپ کے کمالات مخفیہ کے ظہور کے رہتے تھے۔ اور عجائب و غرائب امور کے حصول کے لئے آپ کے حق میں متوقع رہتے تھے۔ اور فرماتے کہ بابا تحصیل علوم سے جلدی فارغ ہو ہم کو تم سے بڑی خدمات لینا ہیں۔ آپ نے سولہ سال کی عمر میں تحصیل علوم متداولہ سے فراغت فرمائی۔ اور پندرہ سالہ عمر میں مرید ہوئے۔ اور تحصیل قال و حال کو جمع فرمایا۔ فراغت علوم کے بعد بھی اگرچہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ مگر حال کا غلبہ ہو گیا تھا۔ اور پوری ہمت اور کامل توجہ کے ساتھ اپنے والد بزرگوار کے دریائے اسرار میں رسائی حاصل فرمائی تھی اور انہوں نے بھی اپنی پوری ہمت کو آپ کی ترقی کے لئے مصروف کر کے آپ کو ہر ایک خلوت اور جلوت میں اپنا مونس اور دمساز کیا تھا تاکہ اپنے جملہ کمالات مخصوصہ اور ہر ایک خصائص علیا سے آپ کو سرافرازی فرمائیں۔ اور آپ کی استعداد عالیہ کے جواہرات کو جو آپ میں ودیعت رکھے ہوئے ہیں اس کو جلوۂ ظہور میں لائیں۔ اس لئے توجہات کثیرہ فرماتے تھے اور ان کے آثار یوماً فیوماً بلکہ آناً فاناً آپ عالی نژاد ظاہر ہوتے تھے۔ پس مقامات و کمالات عالیہ جلوہ گر ہوئے اور اسرار خاصہ و معاملات مخصوصہ سے

آپ متصف ہوئے۔ چنانچہ یہ بات شاہد عدل ہے کہ ایک روز آنحضرت نے خلوت میں اپنے مخلص مریدوں سے فرمایا کہ میرے فرزند محمد معصوم کا یوماً فیوماً نسبت کو حاصل کرنا شرح وقایہ کے مماثل ہے جیسا کہ کتاب مذکور کے خطبہ میں بیان کیا ہے کہ میرے دادا کتاب وقایہ کی تصنیف سبقاً سبقاً فرماتے تھے۔ اور میں ساتھ ہی ساتھ اس کو حفظ کرتا جاتا تھا۔ پس ختم کتاب کے ساتھ ہی میرا حفظ بھی مکمل ہو گیا۔

آپ کی انتہائی سرعت سیر وسلوک اور طے مقامات وصول کا حال کلمات آنحضرت واقوال اصحاب آنحضرت اور ان کے ملفوظات اور تحریرات سے بخوبی ہویدا ہے۔ اور انکی تفصیل کیجائے تو نزدیکاں دوری ڈھونڈیں اور واصلان او مہجوری اختیار کریں یعنی تفصیل کرنا تطویل مالایطاق کا باعث ہوگا۔ الحاصل واقعہ نگاروں کے لئے ان بشارات کا خلاصہ کہ حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ مخدوم زادہ موصوف کی بیان فرمائی ہیں۔ اور جزواً ان مقامات سے کہ صاحبزادہ موصوف مقبول زمانہ کو حاصل تھے تحریر کیے جاتے ہیں۔

جب آپ احوال و واردات عظمیٰ اور مقامات و کمالات قصویٰ پر پہنچے تو آنحضرت نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز و ممتاز کیا اب وہ مخدوم زادہ گرامی مرتبت مقامات ظاہر و باطن کے ساتھ مسند ارشاد پر تشریف فرما ہیں۔ اور کمال شرع و تقویٰ سے آراستہ اور متابعت سنت سنیہ اور عمل بعزیمت مرضیہ سے پیراستہ ہیں۔ آپ اخلاق واوضاع اور اقوال و اعمال میں اور رعایت آداب میں صورتاً و معنیً پوری مناسبت کے ساتھ اپنے والد بزرگوار کے کمال درجہ متبع ہیں۔ اور اس اہتمام میں کوشاں رہتے ہیں کہ آداب سلوک اور اعمال صالحہ سنن و مستحبات کی ادائی میں اپنے والد ماجد کی پیروی میں سر مو خلاف نہ ہونے۔ آپ کے اعمال بعینہٖ آنحضرت کے اعمال ہیں۔ اور طریقہ آپ کا بعینہٖ طریقہ آنحضرت علیہ الرحمۃ کا ہے۔

وظائف طاعات اور رعایت آداب عبادات اور اوقات شریف آپ کے اعمال صالحہ شب و روز کے لیے مقسوم ہیں اور اعمال حسنہ کیلئے آپ کے ساعت لیل و نہار مقرر ہیں۔ ہر وقت کے وظائف ماثورہ اور ادعیہ غیر موقتہ کی تلاوت کے آپ پابند ہیں نماز فجر اور وظائف مقررہ کے بعد آپ حلقہ ذکر میں اصحاب کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور مراقبہ

میں مشغول ہوتے ہیں۔ بعد نماز ظہر حافظ صاحب سے کلام مجید سننے کیلئے حلقہ فرماتے ہیں اکثر اوقات بعد حلقہ ظہر کتب متداولہ مثلاً بیضاوی و عضدی و تلویح و مشکوٰۃ و ہدایہ کا درس فرماتے ہیں۔ بعض وقت بعد حلقہ ظہر کے صحرا کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ اور اطراف شہر کے ویرانوں میں علیحدہ بیٹھ کر خلوت فرماتے ہیں۔ اور کبھی بعد ظہر دوگانہ میں مشغول ہوتے ہیں۔ ایک ہی دوگانہ میں نماز عصر کا وقت ہو جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ حالت نماز میں کلام مجید کی تلاوت نہایت لذت بخش ہے +

تین ماہ میں آپ نے حفظ کلام اللہ فرمایا تھا۔ اور ہمیشہ تلاوت فرماتے ہیں۔ تراویح رمضان المبارک میں ایک ختم قرآن خود پڑھتے ہیں اور دو ختم اور حافظوں سے سنتے ہیں۔ خلق اللہ اطراف و اکناف شہروں اور دیہات سے دور دراز کی راہ سے آپ کا کلام مجید سننے کیلئے اور آپ کی مجلس بہشت آئین میں شریک ہونے کیلئے مور و ملخ کی طرح جمع ہوتی ہے۔ مسجد باوجود وسعت کے حاضرین کے لئے ناکافی ہوتی ہے۔ اس لئے بعض لوگ روزہ کے افطار سے قبل آجاتے ہیں +

طلباء کے احوال کی دریافت اور ان کی ترقی منازل سلوک اور وصول مدارج قصوےٰ میں مصروفی آپ کا طریقہ پسندیدہ ہے۔ اور سالکوں کی تربیت اور بطریق سنت انکی تکمیل آپ کا عمار آمد ہے۔ خدا کے سچے طالبوں کے حال پر آپ بلند توجہ بہت کچھ مصروف اور آپ کی ہمت عالی ان کی ترقی میں بے حد مبذول رہتی ہے۔ چنانچہ اس کے آثار سالکوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور واردات اور سوانح حالات اور وصول بمقامات میں ان کو فی زمانہ کامیابی ہوتی ہے۔ آپ ان کے احوال حاصلہ و آیندہ سے اطلاع دیتے ہیں۔ اور ان کے مقامات عروج آپ بیان فرماتے ہیں۔ مریدین کو اطلاع دیتے ہیں۔ کہ فلاں شخص فلاں ولایت میں ہے۔ اور فلاں شخص نے فلاں منزل میں قدم رکھا ہے۔ اکثر اہل نسبت آپ کے ذریعہ سے احوال روشن و اسرار خفیہ سے مشرف ہوئے اور شرف خلافت ان مخدومزادہ مرکز دائرہ قطبیت سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں ممتاز ہوئے ہیں۔ وہ اپنے اپنے ملکوں میں قبولیت عظیم رکھتے ہیں۔ لوگ ان کی صحبت سے بڑے بڑے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ جو لوگ آپکی طرف صرف انتساب ہی رکھتے ہیں وہ بھی عجائب و غرائب امور بیان کرتے ہیں۔ اور ان کی صحبت بھی بہت کچھ موثر ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے

ان نعماتِ الٰہی و احسانِ نامتناہی حق تعالےٰ کا اظہار فرمایا۔ اور اس طرح سے اُس کا ذکر فرمایا کہ بکرم خداوند جل سُلطانہٗ اور بطفیل رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور بہ برکاتِ توجہ پیرِ دستگیر قدسنا اللہ بسترہ الاقدس سالکوں کی تعلیم اور تکمیل کا معاملہ نہایت سہل ہو گیا ہے۔ اور راہ وصول قریب تر۔ مدتوں کا کام مہینوں اور دنوں میں ہوتا ہے۔ ایک طالبِ حق نے سات روز کے عرصہ میں فناءِ قلبی کا اپنے حال کی بابت پتہ دیا۔ اور ایسی چیزیں بیان کیں کہ گویا وہ فناءِ نفس کے حال میں پہنچ گیا ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز اور اللہ کے نزدیک یہ کچھ بڑی بات نہیں ہے +

فقیر کے اکثر اجازت یافتہ اپنے مریدوں کے حالات وصول اور سرعتِ سیر کے ایسے ایسے دنعات بیان کرتے ہیں کہ عقل متحیر ہو جاتی ہے ؎

اگر بادشہ بردرِ پیرزن   بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

واضح ہو کہ مربی حقیقی اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ ہمارا اور تمہارا صرف بہانہ ہے ❊

تنبیہ۔ باوجود ان تمام افاضۂ انوار اور افادۂ اسرار کے اس دلفگار کا کام روز بروز ابتر ہے۔ اور حاصلِ روزگار بعد و حرمان ہے۔ اور غفلت و کسبِ معاصی کی زیادتی ہے۔ دریائے حیرت میں غرق اور مکر خداوندی جل شانہٗ سے ترساں و لرزاں ہے کہ نہ معلوم کل کیا معاملہ کیا جائے۔ اور کس جرم میں گرفت ہو جائے +

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ خدایا تو ہمارے گناہوں کو اور ہمارے اسراف کو جو ہمارے کاموں میں ہم سے ہوا ہو بخشدے۔ اور ہم کو ثابت قدم رکھ۔ اور بمقابلہ قوم کفار کے ہماری امداد فرما ❊

واضح ہو کہ آپ اپنے والد بزرگوار کے اُن تمام اسرارِ خفیہ و معارفِ مکنونہ سے بخوبی واقف ہیں جو مکتوبات قدسی آیات میں مندرج ہیں اور جو کچھ اُس کے سوا اور اسرار خاص ہیں اور بوقت خلوت زبان الہام ترجمان آنحضرت رضی اللہ عنہ سے آپ نے سُنے ہیں۔ اور بعض بعض کو اپنی بیاض خاص میں نقل بھی فرما لیا ہے۔ بعض اسرار خفیہ ایسے ہیں جو صرف انہی مخدوم زادہ نو بادۂ گلستان ولایت سے مخصوص ہیں اور کوئی شخص ان میں شریک اور محرم راز نہ تھا چنانچہ بعض اسرار متشابہات قرآنی اور

مقطعات فرقانی خاص طور پر آپ ہی سے نقل فرمائے گئے ہیں۔ چونکہ اُن اسرار کا مخفی رکھنا ضرور تھا اس لئے آپ نے اُن کے اظہار میں لب کشائی نہ فرمائی۔ صرف بعض وہ اسرار جو اظہار کے قابل تھے۔ قلم عنبر رقم کے حوالہ فرمائے ہیں۔ اور اپنے بعض مکتوبات شریف میں آپ نے ان اسرار کے اخفا اور استتار کی کیفیت ظاہر فرمائی ہے ؂

قدسیہ اگر ایک شمہ اِن بزرگوں کے حالات کی حقیقت کا بیان کیا جائے تو ارباب قرب و دوری کے خواہاں ہونگے اور اہلِ وصال راہِ فراق اختیار کرینگے۔ سننے والا مدہوش ہو جائیگا۔ اور متکلم کو تابِ تکلم نہ رہیگی ؎

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

متشابہات قرآنی اُنہیں ہیں کا ایک رمز ہے اور مقطعاتِ فرقانی ایک اشارہ یہ دولت بالاصالت انبیاء کرام علیہم الصلوٰت کے لئے مخصوص ہے۔ اور ان کے کامل وارثوں کو اُن کے اتباع میں گو شاذ و نادر ہی کیوں نہ ہو مگر حاصل ہوتی ہے۔ پس تو اتباع خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات میں کوشش کر اُن کے برکات تجھے پہنچیں گے اور تو بھی تیرے غم و غموں سے اُن کی شفاعت کے طفیل میں رہائی پائیگا ؂

آنحضرت نے وہ بشاراتِ عالیہ جن سے حضرت مخدوم زادہ کو سربلند اور ممتاز فرمایا تھا۔ بعض کا اُن میں سے ذکر ہوا ہے۔ وہ بشارتیں سب آپ پر ظاہر ہوئیں۔ اور اُن بشارتوں کے ساتھ آپ متصف ہوئے۔ جیسا کہ خود آپ نے بعد حصولِ بشارات مذکورہ و کمالات دیگر اپنے بعض مخلصین محرم اسرار کو تحریر فرمایا ؂

ایک روز آنمخدوم زادہ عالی تصف نے آنحضرت سے عرض کیا کہ میں اپنے آپ کو ایک نور پاتا ہوں۔ کہ تمام عالم اُس سے منور ہے اور وہ نور عالم کے ہر ایک ذرہ میں ساری مثل نور آفتاب کے کہ تمام عالم اس سے منور ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے فرزند! تم اپنے وقت کے قطب ہو گے۔ اے فرزند ہماری یہ بات یاد رکھو ؂

آنمخدوم زادہ والانژاد نے اپنے بعض مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ مجھ کو چودہ سال کی عمر میں آنحضرت عالی منقبت نے نوید قطبیت کی بشارت دی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ وعدہ پورا ہوا۔ اور بشارت کے اثرات بخوبی ظاہر ہوئے ؂

یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ ایک روز آنحضرت اپنے طریقِ خاص کے دقائق اسرار فنا وبقا اور زوال عین واثر بیان فرما رہے تھے۔ اور سلسلہ کلام کعبہ مقصود کے حصول اور اس کے آثار زبانِ مبارک سے ظاہر فرما رہے تھے۔ تقریباً ایک ماہ سے زیادہ مدت تک انہی اسرار کا سلسلہ رہا۔ روزانہ عجیب غریب دقائق کھلتے تھے۔ اور یہ عاجز آنحضرت کی توجہ شریف کی مدد سے اس مقام کے حصول کے لئے چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارتا تھا۔ آنحضرت اس فقیر بے پر وبال کی تفتیش اور اظہار حال کے جویان اور ترقی کے نگران اور کوشاں رہتے تھے۔ اور بیانِ دقائق کے وقت اس فقیر ناکارہ سے استفسار حال فرما کے اُس کے حال پر نوازشِ بے پایاں فرمائیں۔ اور حصولِ معاملات فنا وبقا کی بشارتیں دیں۔ اور یہ بیت اُس کی شان میں اپنی زبان الہام ترجمان سے بیان فرمایا

بیت

مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد

دست برپائے کبوتر زدو ناگاہ رسید

ترجمہ۔ عاجز چیونٹی کو آرزو خانہ کعبہ کو جانے کی ہوئی اُس نے اُس کبوتر کے پاؤں کو پکڑ لیا جو وہاں کو جا رہا تھا۔ تو یہ بھی فوراً وہاں پہنچ گئی ✣

حَمِدَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَائِہٖ ہم اللہ تعالےٰ کا اُس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں ✣

آنحضرت قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز فجر کے بعد میں مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ظاہر ہوا کہ وہ خلعت جو میرے بدن میں تھا الگ کر لیا گیا اور بجائے اُس کے دوسرا عطا ہوا۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ اُترا ہوا لباس کسی کو دیا جائیگا یا نہیں۔ اور یہ تمنا پیدا ہوئی کہ یہ میرے فرزند ارجمند محمد معصوم کو دیا جائے تو بہتر ہے ایک لمحہ کے بعد میں نے دیکھا کہ خلعت مذکورہ فرزندم محمد معصوم کو مرحمت ہوا۔ اور وہ خلعت کامل ان کو پہنا دیا گیا۔ پس وہ اُترا ہوا خلعت مرتبہ قیومیت تھا کہ تربیت وتکمیل سے متعلق ہے۔ اُمید ہے کہ خلعت جدیدہ کا مرتبہ جب تکمیل پا کر اس کے نکالے جانے کا وقت آئیگا تو براہ کمال بندہ نوازی وہ میرے عزیز فرزند محمد سعید کو عطا کیا جائیگا ✣

فقیر تضرع اور نیازمندی سے یہ بات ظاہر کرنا چاہتا ہے اور اثر بھی اُس کی

قبولیت کا پاتا ہے کہ فرزندم محمد سعید اِس دولت کا مستحق ہے۔ ع

برکریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ؏ کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام تم کلامہ الشریف

دوستوں کو واضح ہو کہ یہ خلعت جدیدہ معاملہ خلافت تھا۔ اور حضرت خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ المجید کے لئے عطائے خلعت کا جو وعدہ کیا گیا تھا چند ہی روز کے بعد فیصلہ ظاہر ہوا۔ خدا کا شکر اور احسان ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں ہی اس بات کی قرار داد ہو چکی تھی ؂

حضرت مخدوم زادہ ثالث نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ جس زمانہ میں کہ ایک فقیر کو خلعت قیومیت سے سرفراز کیا گیا۔ آنحضرت قدس سرہٗ نے خلوت میں اس فقیر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ ہمارا اعلاقہ اور تعلق اِس جہان سے اسی خلعت قیومیت تک تھا۔ کہ اس کو بعد توجہات کے تم کو دیا گیا۔ امرار الٰہی خود بخود بصد شوق و ذوق کے ساتھ تم پروارد ہو گئے اب اس دار فانی میں ہمارے رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ پھر اپنے قرب وفات کی خبر پہلے سے دیدی۔ وہ درویش دلریش باوجود اس بشارت عالیہ متذکرہ کے سماعت کرنے کے جگر کباب اور دیدہ پُر آب کے ساتھ بکمال رنج واندوہ مستغرق الحال ہو گیا۔ نہ اُس کی زبان کو بولنے کی طاقت تھی اور نہ کانوں کو سننے کی تاب۔ جب آنحضرت نے ہتلوین اس فقیر میں ملاحظہ فرمائی تو بندہ نوازی کے طریقہ سے فرمایا کہ کچھ غم مت کرو عادتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ ایک کو اپنے پاس بلاتا ہے اور دوسرے کو بجائے اُس کے بٹھاتا ہے۔ پھر نفحات کی یہ عبارت پڑھی ؂

"کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اُن کی جگہ بیٹھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کے جانشین ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُن کے جانشین ہوئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن کی جگہ تشریف لائے" ؂

آنحضرت قدس سرہٗ نے اس فقیر کا رنج والم حد سے زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ ابھی میرے انتقال میں کچھ مدت ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ تعلق کیا باقی ہے۔ جو توجہ اور دعا قرب

ہو کر بعد ایک لمحہ کے فرمایا کہ میرے زمانۂ وصال تک تمہارا قیام و قرار مجھ سے ہو گا۔ اور افراد عالم کا قرار و قیام تم سے رہیگا۔ اس ارشاد سے خاطر مسکین کو گونہ تسلی حاصل ہوئی۔ چنانچہ اس ارشاد سے کچھ روز کم ایک سال تین ماہ کے بعد آنجناب قدس سرہٗ کی وفات کا حادثہ واقع ہؤا +

نیز تحریر فرمایا ہے کہ کسی کو نسبتِ قیومیت کا حصول تا وقتیکہ اصالت حاصل نہ ہوئی ہو۔ میسر نہیں ہو سکتا۔ آنجناب نے فقیر کو جب بشارت حصولِ نسبتِ قیومیت کی دی تو اصالت کے شمول کی بشارت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ اور نیز فرمایا کہ جس قدر اصالت تم کو حاصل ہوئی ہے۔ اُسی قدر محبوبیت بھی تمہارے اندر امانت رکھی گئی ہے۔ یعنی محبوبیت ذاتی کا پتہ ان کا کمال انفعال دے رہا ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کچھ بڑی بات نہیں ہے +

نیز فرمایا ہے کہ آنجناب جس رات کی صبح میں وفات فرمانے والے تھے اُس سے ایک رات پہلے حالتِ شدتِ مرض میں کہ حضرت مخدومی اوستادی میاں محمد سعید سلمہٗ ربہٗ بھی اُس وقت حاضر خدمت تھے۔ اور حضرت کے مرض میں بہت زیادتی تھی ارشاد فرمایا کہ مجھ کو بٹھاؤ۔ فقیر نے اُس پیشوائے بزرگان کو اپنی گود میں بٹھایا۔ اِس طرح سے کہ اس ذرۂ بےمقدار پر آنحضرت کا بارِ مبارک پڑ رہا تھا۔ جس سے مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ اچھی قسم کا خوشگوار فیضان اس خاکسار کو مرحمت ہو گا۔ اور اسرارِ عالیہ پردۂ خفا سے اِس دل افگار پر ہویدا ہونگے۔ پس آں اعلیحضرت نے فرمایا کہ داعی وصال لایزال نے میرے باطن میں ندا دی کہ سلطان نے طلب فرمایا ہے میرے مرغ ہمت بلند پرواز نے آشیانۂ لامکان کا رُخ کیا۔ اور پہنچا جہاں کہ اُس کو پہنچنا مقصود تھا۔ اُس بارگاہِ عالیجاہ سے یہ ندا آئی کہ سلطان گھر میں نہیں ہے +

اِس کے بعد معلوم ہؤا کہ وہ مقام حقیقتِ کعبۂ ربانی تھا۔ پھر مَیں نے وہاں سے عروج کیا اور مقام صفاتِ حقیقیہ میں پہنچا جو کہ موجود بوجود زائد ہیں۔ یہ مقامِ صفات اُن صفات علمیہ سے ماسوا ہے جو کہ مرتبۂ تعینِ علمی میں ثابت ہیں۔ اور اُن صورِ صفات سے بھی الگ ہے جو کہ مرتبۂ تعینِ وجودی اور تعینِ حبی میں ہیں۔ کیونکہ یہ عروت اور سیر ماوراء تعینِ حبی ہے۔ اُس کی تفصیل عنقریب بیان ہو گی۔ پھر اس مقام سے بھی آگے کو

ہیں نے عروج کیا۔ اور ان صفات کے اصول میں کہ شیون ذاتیہ ہیں اور مجرد از اعتبارات ہیں۔ ذات عز شانہ میں واصل ہوا۔ تم دونوں بھائی اس سیر میں میرے ہمراہ تھے۔ پھر یہاں سے بھی آگے کو عروج ہوا اور ذات بحت میں جو کہ مجرد ہے نسب و اعتبارات سے پہنچایا گیا۔ پھر آپ نے حضرت مخدومی محمد سعید سلمہ کو بسبب آنحضرت کی نماز میں امامت کرنے کے اس درجۂ عالیہ پر وصول کی بشارت دی کہ بیماری کے زمانہ میں امامت آنحضرت کی آپ ہی کرتے تھے۔ فقیر کو دوسرے رستہ سے وصول کی بشارت دی اسی مجلس یا کسی اور مجلس میں ارشاد فرمایا کہ اس درجۂ کمال اور رتبۂ عالی پر واصل ہونا قرأتِ قرآن مجید پر منحصر ہے میں بھی اسی کے طفیل سے اس رتبۂ عالی سے ممتاز ہوا ہوں۔ ہر حرف قرآن کو ایک دریا پاتا ہوں کہ کعبۂ مقصود تک واصل کرتا ہے پھر آپ نے وہ شعر پڑھا جس کے قائل کی ملاقات کے لئے حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ نے سفر دور و دراز فرمایا تھا۔ وھو ہذا ؎

اندر غزل خویش نہاں خواہی بودن تا بر لب تو بوسہ زنم چونش بخوانی

سخن عاشق لب محبوب تک کہاں پہنچ سکتا ہے اس کی قرب و منزلت اسی کے کلام سے پہنچ سکتے ہیں نہ اپنے سخن سے کہ سخن عاشق کوتاہ و ناقص ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ اس ارشاد پر گواہ ہے یعنی جس شخص نے کہ خدا کو پہنچانا گونگی ہوگی اس کی زبان ع

پس سخن کوتاہ باید والسلام

نیز تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت قدس سرہ مرض موت میں ہمیشہ اسرارِ نماز وحقیقتِ نماز اور بیان نماز انبیاء و اکمل اولیا اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ کی بمقابلہ دیگر کاملین اولیاء کے خصوصیات اور کیفیت صفوف اربعۂ انبیاء علیہم السلام کی آپ نے اُن کی اقتدا فرمائی ہے۔ اور اُن کے صف باندھنے کی کیفیت اور اُن کے باہمی وجوہ کے تفاوتِ مراتب بلحاظ قرب و منزلت کے اور یہ کہ صف اوّل میں اُن برگزیدوں میں سے کون سے اکابر ہیں اور اُن انبیا کی بمقابلہ کل مجمع کے خصوصیتیں جن کے اسماء کلام مجید میں مذکور ہیں اور مقامِ خاص سرورِ دین و دنیا جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تمام انبیاء کے مقامات پر بزرگی اور سروری آپ ہی کو حاصل ہے۔ اور

اُس مقام کا مقام وسعت بمقابلہ سابقین امت کے گروہ پر سبب طفیل و تبعا کے شرف اور بہرہ اندوز ہیں۔ اور خود اپنے نظام کا تعین اور اس کی خصوصیتیں آپ بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت مخدومی و استادی کو بھی اس دولت کے حصول کی بشارت دی اور فقیر کو بھی اُس کے آوازہ سے مفتخر فرمایا۔ اور اس مقام کے مناسب اور بہت سی ایسی باتیں ارشاد فرمائیں کہ فکر عقل اور وہم و خیال اُن کے ادراک سے حیران ہیں چونکہ تفصیل اکثر امور مذکور از جملہ اسرار ہے اس لئے واجب الخفا ہے اس لئے مجملاً ذکر کیا گیا ؛

نیز فرمایا ہے کہ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں گروہ سابقین کو کہ اللہ تعالےٰ نے انکی شان میں ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ فرمایا ہے نظر کر رہا تھا۔ اپنے کو اُس گروہ میں داخل پایا۔ اور اپنے ایک ساتھی کو اس میں پایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

اور اسی کی مثل اسرار متشابہات کے متعلق فرمایا کہ متشابہات کنایہ معاملات سے ہے۔ اور جائز ہے کہ ایک شخص کو ایک مرتبہ حاصل ہو اور اس کو اس کا علم نہ ہو۔ فقیر نے یہ حال اپنے ایک مرید میں مشاہدہ کیا ہے۔ اور دونکا کیا حال ہوگا ؎

سعادتہا ست اندر پردۂ غیب
نگہ کن تاکرا ریزند در جیب

نیز فرمایا ہے[1]۔ کہ آنجناب فرماتے تھے کہ حضرت سرور دین و دنیا علیہ وعلےٰ آلہٖ الصلوٰۃ والبرکات العلیہ کے وجود باجود کے خمیر میں سے جو کچھ باقی رہ گیا تھا آپکے اولش خوار وں میں سے ایک فرد کو جو آپ کی اُمت میں صاحب دولت ہے عطا فرمایا گیا اور اُس کا خمیر اُس مٹی سے فرمایا گیا۔ اور اس راہ میں اس فرد کو اصالت نسبت سے بہرہ ور کیا گیا ہے۔ اور اس فرد امت کے خمیر سے جو ذرا سی مٹی بچی تھی اُس سے اُس فرد امت کے ایک منتسب کا خمیر اُس بقیہ مٹی سے کیا گیا۔ اور اسی اندازہ سے اُس نے بھی اصالت سے حصہ پایا ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَتِ ؛

حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کو جو اصالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] مکتوب ۱۹۲ جلد اول ۔ محمد عبید اللہ ۱۲

بہرہ ہے وہ بواسطہ حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات کے ہے" تم کا ہے"

اور آنحضرت قدس سرہٗ نے دربارہ سعیدِ دارین اور معصومِ مادر زاد فرمایا تھا کہ میں نے تمکو دائرہ جلال سے نکال دیا ہے۔ اُمیدوار فوق کے رہو۔ اور حضرت نے ہردو مخدوم زادگان سے یہ بھی فرمایا کہ درگاہِ مجیب الدعوات میں میں نے درخواست کی ہے کہ تمہارے لئے سلطان کی جانب سے صحبت و رفاقت کے لئے اکراہ نہ ہو اور تم کو اس کی مصاحبت کے کام میں لگایا جائے۔ میری یہ درخواست قبول ہو گئی ہے چنانچہ اسی طرح وقوع میں آیا۔

اَب چند کلماتِ قدسیہ اور وارداتِ سنیہ حضرت مخدوم زادہ کے تحریر کئے جاتے ہیں۔ آپ کے وہ معاملات و مقامات کہ زمانۂ حیات آنحضرت قدس سرہٗ میں گزرے ہیں۔ اور آنحضرت نے جو کچھ اسرار آپ سے بیان فرمائے ہیں وہ بسبب استتار کے بیان نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ صرف وہ بعض امور جو کہ بذریعہ عرضداشت آپ نے بحضور آنحضرت عرض فرمائے ہیں یا اپنے مکتوبات قدسی آیات میں (کہ غوامض حقائقِ صوفیہ اُن کے مبادیات ہیں اور نفائس و قائقِ علماء و عرفا ان کے مقدمات سے ہویدا ہیں اور ہر فقرہ اُن کا اسرارِ فقر کی انگشتری کا نگینہ ہے اور ہر فصل جواہر اسرارِ وصل کا خزینہ ہے) تحریر کئے ہیں۔ اُن میں سے کچھ مختصر سا حال صفحۂ کاغذ پر لکھا جاتا ہے۔

قدسیہ ۔ کمترین بندگان محمد معصوم ملازمانِ بارگاہ علیہ میں ذرہ بمقدار کی طرح عرض پرداز ہے کہ نامہائے گرامی بامعارف اسرار سامی پے در پے وصول ہوئے اور معاملہ کو پستی سے بلندی میں لے گئے۔ وہ مکتوب کہ تجلیاتِ ثلثہ پر مشتمل ہے اس وقت صادر ہوا۔ فقیر اپنی استعداد کے بموجب اُس سے مستفید ہوا۔ اور لطف حاصل کیا۔ اس کے بعد اُس مکتوب سے جو کہ معارف صرف نورِ ذاتیہ پر مشتمل ہے مشرف بورود ہوا اثناء مطالعہ میں اُس نور محض صرف سے آگاہی حاصل ہوئی۔ بلکہ فنا و بقا بھی اُس نور میں پائی گئی اور مدتوں اُس میں مستغرق رہا۔ اُس بے نیاز کی عنایات اور احسانات کیا بیان ہو سکتے ہیں کہ کشاں کشاں لئے جا رہا ہے۔ اگرچہ نہیں جانتا کہ کہاں لیجائیں گے۔ اور کہاں پہنچائیں گے۔ مگر التذاذات و کیفیات جو اس مقام میں ظاہر ہو رہے ہیں وہ

احاطۂ بیان سے خارج ہیں۔ کیونکہ وہ ذوقی ہیں نہ بیانی ۔

من نہ باختیار خود میشوم از قفائے او
وان دو کمند عنبریں مے برم کشاں کشاں

ترجمہ۔ میں اپنے اختیار سے منزلیں نہیں طے کر رہا ہوں بلکہ وہ عنبریں دو کمندیں کشاں کشاں لے جا رہی ہیں ۔

اللہ تعالیٰ علم اور تمیز کامل بطفیل آپ کی توجہ عالیہ کے عطا فرمائے رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا۔

قدسیہ ۔ بتاریخ تیسری شعبان ۱۰۱۸ھ بعد نمازِ عصر ایک بسیط عظیم پیدا ہوا اور ایک مرتبۂ عالیہ اور کیفیاتِ عجیبہ نے (کہ اُس سے پہلے کبھی وہم و گمان میں بھی نہ گذری تھیں) اشرفِ ورود بخشا۔ اور ایسے امور ظاہر ہوئے کہ نہ آنکھوں نے اُن کو دیکھا تھا اور نہ کانوں نے سُنا تھا۔ نہ زبان میں بیان کرنے کی قوت اور نہ قلم میں لکھنے کی طاقت ۔

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

غالباً کاتب الحروف کو اُس مقام سے خاص خصوصیت تھی۔ نتائج کلمۂ طیبہ اور تمام الفاظ ذکر مثلاً تسبیح و تحمید و تکبیر کی بھی اُس مقامِ قدس میں گنجائش نہ پائی۔ قرآن مجید کا البتہ اُس سے تعلق تھا۔ اور نماز کو بھی قرآن مجید کی وجہ سے تعلق تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سوائے نماز قرآن کے اس نسبت عالیہ کے حضور میں کسی کسب و عمل کو دخل نہیں ہے صرف وہب و عنایت سے متعلق ہے۔ ریاضات اور مجاہدات قرب ولایت کے شروع تک تعلق رکھتی ہیں۔ اور جب تک کہ اصول اور اصول اصول سے سیر متعلق رہتی ہے اعمال صالحہ سودمند و نتائج بخش رہتے ہیں اور اُن کے وسیلہ سے سالک مستعد ترقی کرتا ہے۔ وردِ کلمۂ طیبہ اور ذکر نفی و اثباتِ ظل سے اصل تک رہنمائی کرتے ہیں۔ اور اصل سے اصلِ الاصل تک عروج کراتے ہیں۔ یہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ قربِ نبوت سے متعلق ہے کہ وہاں اصل کو ظل کی طرح راہ میں چھوڑتے جاتے ہیں۔ ریاضاتِ شاقہ جوابِ بارگاہِ معلیٰ کا راستہ نہیں بتلاتی ہیں۔ بلکہ اُس مقام کی رسائی وہبِ محض سے متعلق ہے یا محبتِ صرفہ سے۔ اس مقام میں کسی اور کی عدمِ شرکت جو مذکور ہوئی اس کے

متعلق جب مزید غور کیا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ اِس راہ سے جو لوگ اس مقام میں پہنچے ہیں اُن میں ہر ایک کی خصوصیات جداگانہ ہیں۔ بالاصالت کسی اور کو اُس میں شرکت نہیں ہے اگرچہ اس مقام کے واصلین دنیا میں بہت کم ہیں۔ مگر ہیں آنجناب کو بھی اس مقام میں نہایت عظمت اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ مَیں نے دیکھا۔ کہ عقل اور وہم بھی اُس کے ادراک سے حیران و سرآسیمہ ہے اور زبانِ قلم اور قلم اُس کے بیان سے عاجز و قاصر ہے۔

واضح ہو کہ علم کو حضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ کا ظل جاننا یا اُس کا آئینہ تصور کرنا اور وہمی دیکھنا اور کمالات منعکسہ ظل کو اصل کے سپرد کرنا اور ظل کو خالی بلکہ معدوم سمجھنا اور پھر اُس کو کمالاتِ اصل سے متحقق پانا یہ سب مراتب قربِ ولایت میں ہیں۔ یعنی ظلال سے اصول میں واصل ہونے میں داخل ہیں۔ جب سالک اصل کو بھی ظلال کی طرح راہ میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور مقام حوالیِ بارگاہ قدس میں پہنچتا ہے۔ تو امور میں کسی کا تصور بھی نہیں آتا ہے وہاں ظلیت کا قصہ نہیں ہے۔ اور نہ اوصاف کو اصل کے سپرد کرکے اپنے کو خالی اور مستہلک دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور اُس مقام پر بقاء اصل کے ساتھ مشہود نہیں ہوتی ہے۔ اُس مقام پر پہنچنے کے لئے دُوسرا راستہ ہے اس راہ سے اُس مقام کو پہنچنا دشوار امر ہے۔ چونکہ اس مقام میں جمال اور رضا کا بے حد ظہور ہوتا ہے اِس لئے اُس کو اگر ضحک سے تعبیر کیا جائے تو گنجائش ہے۔ وَالعِلمُ عِندَ اللّٰہِ سُبحَانَہٗ؀

قدسیہ۔ خدمتِ عالی[۱] سے دور محمد معصوم حاضرین بارگاہِ عالیشان کی گوشگذاری کے لیئے اس عرضداشت کے ذریعہ عرض پرداز ہے کہ حسن و جمال اب تک متوہم ہوتا تھا۔ چونکہ وہ عاریتی و امانتی تھا۔ اِس لئے اہلِ امانت کی طرف واپس ہو گیا اب سوائے عیب اور نقص کے اور کچھ باقی نہیں ہے +

حضرت سلامت! ایک روز یہ ایک حالت ظاہر ہوئی کہ سوائے عدم کے اور کوئی چیز ظاہر نہ تھی۔ وہ پوشیدہ ہونا شروع ہوا۔ اور جو کمالات اصل میں رجوع کر گئے تھے۔ وہ جلوہ گر ہوئے۔ اور عدم کو بالکل دور کر دیا گیا۔ اور اُن کمالات کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا تھا۔ اُس وقت اپنے آپ کو نہایت نورانی و لطیف پایا گیا پھر دیکھا کہ جن کمالات میں بقا بخشی گئی تھی وہ اصل کی طرف رجوع کر گئے اور اصل الاصل

[۱] - مکتوب ۱ جلد اول مکتوبات معصومیہ ۱۲

میں جاکر مل گئے۔ اور اُس بارگاہ میں بطور اصالت دحقیقت کے ظہور پیدا ہو کر ایک اتصال بے کیف حاصل ہؤا۔ اور اس مقام میں جو کچھ عدم سے بتمامہ نکل کر کمالات میں الحاق ہوگیا تھا۔ وہ وہاں مطلق ہوگیا۔ اور ظاہر کی نسبت مظہر کے ساتھ پائی گئی۔ جیسی کہ عالمِ خلق کی عالمِ امر کے ساتھ کمالات انفعالی کی حقیقت اس مقام پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور بعض اور ایسے امور ظاہر ہوتے کہ تحریر سے باہر ہیں +

قدسیہ۔ بندۂ کمترین محمد معصوم اس عرضداشت کے ذریعہ سے خاک نشینانِ بارگاہ عرش پایگاہ میں اس طرح سے عرض پرداز ہے کہ فقیر کو جب سے کہ عالم کی منزل میں نزول کرایا گیا ہے۔ اُس نسبت کے علامات کو جو عروج میں عطا کی گئی تھی۔ موجود پاتا ہے کہ یمین و یسار سے بیگانہ ہے۔ یمین و یسار کے سالک اِس نسبت سے بے بہرہ ہیں۔ بلکہ کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ نسبت جماعتِ سابقین کے ساتھ مخصوص ہے۔ ارباب یمین مانند ارباب یسار کے اس کمال سے کیا حصّہ لے سکتے ہیں۔ اور ارباب ظلال مانند عوام مومنین کے اِس معمّے سے کیا بہرہ پا سکتے ہیں۔ محبّتِ ذاتیہ (جس میں کہ محبوب کا الم باعثِ ازدیادِ محبّت ہے بمقابلہ انعام محبوب کے) یہاں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اگر ذوق اور وجدان کی طرف سالک رجوع کرے تو واضح ہوجاتا ہے۔ کہ وہ حظّ و حلاوت بلکہ محبت کی زیادتی جو محبُوب کے ستانے کے وقت ہوتا ہے۔ وہ اس کے انعام کے وقت نہیں ہوتی۔ محبُوب کے رنج رسانی کا نقد ایسا فرحت و سرور بخشتا ہے اُس کے انعام وہی میں وہ سرور و مسرّت نہیں ہوتی۔ کیونکہ محبت ذاتیہ کی مسرّت شائبۂ نفس سے مبرّا اور منزّا ہوتی ہے اِس لئے وہ محبت پوری اور مکمل ہوتی ہے +

قدسیہ۔ ہمارا مقصود جس کے ہم کوشاں ہیں وہ جذبہ و سلوک کے علاوہ ہے اور آفاق و انفس سے باہر اور فنا و بقا کے سوا اور تجلیات و ظہورات سے علیحدہ اور دخول و خروج سے الگ اور قرب و بعد اور توحید و اتحاد سے جدا اور شہود و مشاہدات کے علاوہ اور لفظ و معنی سے علاوہ اور علم و جہل سے باہر اور کثرت و وحدت کے سوا اور اسم و صفت سے علیحدہ اور توحید و اطلاق سے الگ اور شیون و اعتبارات سے جدا اور موہومات و متخیلات و مکاشفات کے علاوہ اور تجلی افعال و صفات تعالیٰ و تقدس

جدا اگانہ ہے۔ اصل مانند ظل کے اس دولت سرائے کے رستہ میں رہ جاتا ہے اور وہ ذات پاک اس سے وراء الوراء اور وراء الوری ہے۔ یہ ورائیت جانب قرب میں ہے نہ جانب بعد میں۔ وہ ہر ایک تصور سے نزدیک ہے اور درائیت جانب بعد وہم کی جولان گاہ ہے۔ یہ ورائیت دیدۂ عقل و ادراک اور وہم و خیال سے الگ ہے۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے آپ سے زیادہ اور کسی چیز کو قریب تصور نہیں کر سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ وجود میں قریب تر اور پانے میں دور تر ہے۔ یہ کمالات ولایت انبیا علیہم الصلوٰت و التسلیمات سے تعلق ہیں کیونکہ ولایت اولیا کے کمالات مراتب قرب میں منحصر ہیں۔ کہ قرب کی اصلی غایت اتحاد ہے اور دوئی کے پردہ کا اٹھ جانا۔ جو کہ اس ولایت کی انتہا ہے۔ اقربیت کا معاملہ اتحاد سے بھی زیادہ نازک ہے اتحاد سے آگے بڑھنا چاہئے۔ تاکہ معاملۂ اقربیت ظاہر ہو۔ مصرعہ

ذوق این مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

(ترجمہ) اس شراب کا مزہ بغیر چکھے کے نہیں معلوم ہو سکتا

فائدہ مطلوب حقیقی چونکہ وہموں سے اور سمجھوں سے اعلےٰ اور رنگ و عقل سے علیحدہ ہے اس لئے معرفت اُس بارگاہ اقدس میں نکارت ہے۔ علم و جہل جب علیحدہ گر ہوتا ہے۔ تو مشتاق بیچارہ عدم میں چلا جاتا ہے ؎

گیرم کہ بخانۂ ما یار حسن آمد		کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

ترجمہ۔ میں نے مانا کہ میرے گھر میں یار آیا۔ مگر اُس کے دیدار کی کس کو طاقت اور کس کا حوصلہ ہے +

پس طالب کے لئے سوائے اُس کے چارہ نہیں ہے کہ ہجر سے قرار پکڑے اور ناامیدی سے آرام پائے ؎

عاشقاں را نصیب از معشوق		جز خرابی و جاں گدازی نیست

ترجمہ۔ عاشقوں کا معشوق کے پاس خرابی اور جاں گدازی کے سوا اور کیا حصہ ہے +

اور اگر وجود موہبت کے بعد اُس کو پھر علم و شعور میں لایا جائے۔ تو وہ اپنی طاقت اور حوصلہ سے زیادہ کب دوڑ سکتا ہے گو کتنا ہی مقید اپنے گمان کی بموجب قید و بند سے چھوٹ جائے۔ تاہم مطلق حقیقی نہیں بن سکتا ہے۔ پس نایافت ہر وقت اُس کی

دامنگیر اور ناامیدی نقد وقت رہتی ہے ؎

ہم صبح وصل جویاں من شام ناامیدی
کز سیاہ بخت ہجرم شب من سحر ندارد

ترجمہ۔ میں ہر روز وصل کا جویاں ہوں مگر ہر شام ناامیدی سے ہوتی ہے۔ کہ میرے ہجر کی سیاہ بختی کو سحر نہیں ہے۔ عاشق دردمند کے لئے آرام و قرار نہیں ہے۔ تپ ہجر سے سوزاں اور جدائی کے کانٹے سے ہمیشہ پُرخلش رہتا ہے +

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باوجودیکہ سرورِ حبیبان تھے مگر دائم الحزن اور متواصل الفکر رہتے تھے۔ تو پھر اور وں کا کیا ذکر ہے۔ پس ظلال اور اعتبارات کی رسائی پر اطمینان کر لینا ذات کا وصول نہیں ہے۔ ذات کا عاشق ظلال اور اعتبارات سے خوشی اور مطمئن نہیں ہو سکتا ہے ؎

گرفتم از غمِ دل راہ بوستاں گیرم کدام سرو بِبالائے دوست مانند است

ترجمہ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ دل بہلانے کے لئے باغ میں جاؤں۔ مگر باغ میں کوئی سرو صنوبر دوست کے قد و قامت کی برابر نہیں ہے +

قدسیہ۔ خدائے پاک کا نام مبارک اللہ اپنی ذات کے عدم دریافت کی طرف خود اشارہ کر رہا ہے۔ لام معرفت جب لامِ الٰہ میں وصل ہوا تو اُسمیں شامل اور گم ہو گیا۔ اور صرف اللہ باقی رہا۔ رمز اس ضمن میں یہ ہے کہ جب معرفت حضرت حق سبحانہٗ کی انتہا کو پہنچتی ہے تو عارف اُس میں فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے اور سوائے معروف کے کچھ اور باقی نہیں رہتا۔ اور جب معرفت گئی تو عارف بھی عدم سے مل گیا کیونکہ علم کو عالم کے ساتھ جو اتحاد ہے وہ اس اسم مبارک کی ایک فضیلت ہے کہ اکابر علما اُس میں متحیر رہ گئے ہیں۔ اور اس کی کنہ تک نہیں پہنچ سکے پھر اس کے مسمیٰ تک وصول کس کی مجال ہے۔ ع

چو نام این ست نام آور چہ باشد

ایک جماعت اس اسم پاک کو سریانی اور ایک جماعت عربی کہتی ہے اور بصورت عربی ہونے کے +

بعض کہتے ہیں کہ جامد ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ مشتق ہے۔ اگر مشتق ہے تو

بالتحقیق یہ معلوم نہ ہوا کہ اشتقاق اس اسم پاک کا (الٰہ) بفتح لام سے ہے بمعنی عبد کے یا اِلٰہ بکسر لام سے جو بمعنی حیرت کے ہے یا مشتق ہے اَلِہٗ سے کہا جاتا ہے اَلِهتُ اِلیٰ فلانٍ سے یعنی عاجزی کی میں نے اس کی طرف یا مشتق ہے اَلَہَ سے کہ استعمال اس کا اُس وقت کیا جاتا ہے جبکہ فارغ ہو جاتا ہے کوئی شخص اس کام سے جو اس پر نازل ہوا ہو۔ یا مشتق ہے اَلَہَ الفصیلُ سے جس کا استعمال اس وقت کیا جاتا ہے۔ جبکہ کسی جانور کا بچہ اپنی ماں کی طرف شوق میں بھر کر جاتا ہے۔ یا مشتق ہے اَلَہَ سے جس کا استعمال اُس وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص کسی کام میں متحیر اور مخبوط ہو جاتا ہے +

اور ایک جماعت کا یہ بھی مقولہ ہے کہ اس کی اصل لَاہٗ ہے جس کا مصدر لَیْھًا ہے۔ بمعنی پردہ میں جانے کے یا بلند ہونیکے +

بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ اسم ذات ہے اور بعض اس کو صفت کہتے ہیں اور یہ کہ وصفیت کو ذاتِ حق پر غالب آ گیا اور اس نے علم کی شان حاصل کر لی ہے۔ جیسا کہ اکثر مقابلہ اقل کے غالب آجاتا ہے۔ الحاصل اس اسم کی بزرگی اور عدم یافت اُس کے مسمیٰ کی بزرگی اور عدم یافت کی دلیل ہے ؎

اللہ چہ لفظ یا چہ نام ست کو ورد زبانِ خاص و عام است

قدسیہ۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ احباب اولی الفضل کیلئے اس خستہ دل افگار کی یہ چند نصیحتیں ہیں ان سے اہل نظر کو عبرت حاصل کرنی کرنی چاہیئے +

واضح ہو کہ عالم کی پیدائش سے غرض حصول معرفت حق ہے معرفت کے میدان میں تفاوتِ استعداد کے لحاظ سے مراتب مختلف ہیں بعض عرفا کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ ہر شخص نے اپنے عرفان کے بموجب معرفت میں گفتگو کی ہے۔ جو معرفت طائفہ نقشبندیہ تک پہنچی۔ لیکن اس طائفہ علیہ کے نزدیک یہ بات متفق علیہ اولیاء اللہ ہے کہ مدارج قرب کے حصول کے لئے عارف کا معروف میں فنا ہونا امر لازمی ہے اور معرفت بغیر فنا کے ناممکن ہے ؎

ہیچکس را تا نہ گردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

از تست حجاب تو یقین است شرط ہمہ رہروان ہمین است
می بین و مگو کہ مذہب این است می باش و مباش مشکل این است

ترجمہ۔ بغیر فنا فی اللہ ہوئے کے کسی کو درگاہِ الٰہی تک پہنچنے کا راستہ نہیں ہے، جو کچھ خدا اور بندے میں حجاب ہے وہ خودی کا پردہ ہے سب سالکوں کا یہی کہنا ہے کہ دیکھو جمال مگر اُس کو افشا مت کرو ایسے ہو جاؤ کہ تم نہ رہو مگر یہ بڑی مشکل بات ہے۔ ع

تجھے دھوکا ہؤا ہے میں نہیں ہوں

پس اہلِ عقل کے لئے ضروری ہے کہ اپنے حاصلِ کار اور نتیجہ روزگار پر بخوبی غور کریں جس شخص کو معرفت مذکورہ حاصل ہوئی ہو۔ تو اُس کو مبارک اور میمون ہو جیئے۔ اُس کو چاہیئے کہ اس حاصل کو امورِ غیر حاصلہ میں صرف کرے اور اصل کو ظل کی طرح چھوڑتا ہؤا آگے کو چلے۔ پس اگر کسی پر معرفت کا راستہ کھولا گیا۔ مگر اس کو طلب کا درد اور اس دولت کے حصول کے لئے بیچینی نہ دی گئی ہو تو اُس کے لئے افسوس بلکہ بے حد افسوس ہے۔ اُس کی پیدائش سے جو کچھ غرض تھی وہ اُس نے نہ جانی۔ وہ کام جس کا اُس کو اِس عالم میں حکم دیا گیا اور جس چیز کی ویرانی چاہی گئی تھی اُس نے اُس کی تعمیر کی اور عمرِ گرامی کے سرمایہ کو ہوا و ہوس میں بیکار صرف کر دیا۔ اور اپنی استعداد کی زمین کو حصولِ اسباب کے باوجود بیکار چھوڑ دیا۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ اُس نے مطلوب کو اِس تھوڑی مدت میں باوجود بلائے جانے کے آغوش میں نہ لیا۔ وہ اِس جہان سے کیونکر جائیگا اور کل کس طرح سے بارگاہِ بے نیاز میں زبانِ عذر کھولیگا۔ عذاب دوری جدائی دوزخ کے عذابوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ جس طرح کہ لذت قرب جیسے کہ قرب و وصال کی لذت جنت کی لذتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ فَیَا وَیْلَنَا عَلٰی مَنْ اَعْرَضَ عَنِ اللّٰہِ وَحَسْرَتَا عَلٰی مَنْ فَرَّطَ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ پس بڑا افسوس ہے اُس پر جس نے خدا سے کنارہ کشی کر لی اور اُس سے دُور رہا۔ دوبارہ دنیا میں کوئی آنے والا نہیں ہے مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖۤ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا۔

جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا اور راہ گم کردہ ہے

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند   تا دورۂ قیامت ایں غم بجا بماند

میرے مخدوم! باوجود اس سیہ کاری اور تباہی کے اتنا جانتا ہوں کہ فطرتاً فقیر کی طینت میں معنی اور معارف کو امانت رکھا گیا ہے اس بارہ میں اُس کی امانتداری کے سبب سے نظر خاص میرے شامل اور عنایت خفی شریک حال ہے۔ مَیں اس سے اور زیادہ تفصیل نہیں کر سکتا۔ کہ متکلم میں اس کے تکلم کی طاقت اور مستمع میں سماعت کی تاب نہیں ہے اس حال کے ظہور سے پہلے جذب و کشش باطنی اور عشق و محبت کی بے کیفی اپنے اندر پاتا تھا اور طبیعت خلق سے گریزان اور تنہائی اور صحرا نشینی کی خاص طور سے راغب رہتی تھی اور اپنے دل سے کہتا تھا ؎

بہ تنہائی چنیں مسل دلم چیست   دریں تنہا نشستن حاصلم چیست

یہ معلوم نہ تھا کہ اس محبت کا راز کیا ہے اور یہ عشق کس کا ہے اور یہ کشش کہاں لیجائے گی ؎

مے دید بچشم خود غبارے   در دیدہ نہفتہ خار خارے
آگہ نگہ گرد دامن کیست   واں غنچہ ز خار گلشن کیست
در جیب گلشن کہ ایں خسارے ریخت   در چشم دلش کہ ایں نمک ریخت
آتش کہ بسقف خانہ در زد   ویں فتنہ کہ دامن سر زد
ایں تلوسہ چیست کہ در نگیش   جادوئے کہ می دہد فریبش
شوریست ز عشق در سر او   تیغیست نہاں بگو ہر او
از جنبش غمزہ ہائے خونی   وارد نگرانئے درونی
جانے بسر خیال مے داشت   چشمے براہ شمال مے داشت
سرمست نظارہ سو بسو بود   در رقص نشاط مو بمو بود
ہم دیدہ براہ آرزو باز   ہم گوش تمنیش بر آواز
کز قافلہ در رسد صدائے   آواز بروں دہد درائے

مدتوں یہ حالت غالب رہی اور یہ تمنا تھی کہ یہ عشق جس معشوق سے متعلق ہے ظاہر ہوئے اور اس بے تابی اور بے قراری کا جس دوست سے علاقہ ہے نمودار ہو جائے بہت کچھ معشوقانِ ظاہر کی طرف توجہ کی جاتی مگر اس حالت میں کوئی افاقہ نہ ہوتا تھا

وہ ایک سودا تھا جنون آمیز اور ایک شوق تھا آتش انگیز اور کچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ جنون انگیز کون ہے اور یہ آتش افروزی کس لئے ہے۔ دل میں حیران تھا اور زبانِ حال سے یہ شعر پڑھتا تھا ؎

دارد زکہ مو بمو۔ یم آزار — وز ناخنِ کیست جنبش تار

شہانہ بدل خلد کز اں سُو — دارد خندۂ بہر بن مُو

در دیدۂ من کہ می زند برق — وز شعلۂ کیست دشنہ بر فرق

از سوز کہ ایں شرارہ برخاست — در راہ کہ ایں غبار برخاست

در ہر مژہ ام جدا انگاریست — در ہر نگہم جدا بہاریست

آں کیست کہ در درونِ سینہ — بشکست ہزار آبگینہ

ایں باد ز دامنِ کہ برخاست — ایں دود ز خرمنِ کہ برخاست

ایں مرغ کہ مے پرد بریں بام — ویں بوسہ کہ مے دہد بہ پیغام

ایں عشق ندانم از کجا خاست — کز ہر رگ و ریشہ ام بلا خاست

آنروز کہ خاکِ من سرشتند — سودائے جنون بسر نوشتند

از طرفہ بتے فگندہ دامست — لیکن نشناسمے کدام است

پیکش بکششِ کمند تقریر — آں کیست کہ می کشد بزنجیر

تا عشق کہ شد مساعدِ من — واں در کفِ کیست ساعدِ من

از خندۂ کیست نو بہارم — وز نازکی کہ خار خارم

ایں عشق ز عاشقان عجب نیست — معشوق شناسی ز ادب نیست

اے عشق خوش آمدی چنیں حست — در دل بنشیں کہ منزلِ تست

بنشیں بنشیں نشیمن از تست — جان و خرد و دل و تن از تست

روز از تو و شب سیہ مرا بس — بخت از تو و خاک رہ مرا بس

بپذیر بہ تحفہ جان و بنشیں — بخشا کمر از خیال و بنشیں

بنشیں تو ز عقل خویش بہ نشاں — در خون ہوس خروش بنشاں

از آمدنت چو گل شگفتم — دامن دامن بہار رُفتم

گل کرد بہار بختم امروز — بر گل بنہید تختم امروز

سلسلۂ کلام یہ ہے کہ ایک مدّت کے بعد اس پوشیدہ معنی نے پرتو ڈالا اُس سے مفہوم ہوا کہ اس محبت کا تعلق کس سے ہے۔ اور یہ کشش کہاں لے جا رہی تھی۔ وہ محبوبِ حقیقی نہایت حسن و خوبی اور شان و شوکت میں جلوہ گر ہوا کہ اُس سے زیادہ حسن و جمال متصور نہیں ہو سکتا۔ حسن و جمال کا اطلاق اُس بارگاہ عالی کے لئے سزاوار ہے۔ ہر کمال و جمال اُس بارگاہ سے نیچے رستہ میں ہے۔ پس عالم میں جو کمال نمایاں ہو وہ اُس کے کمال کا اثر ہے۔ جو حسن و جمال کہ نظر میں آئے وہ اُس کے حسن و جمال کا ایک نمونہ ہے۔ اُس وقت یقین ہوا کہ شانِ محبوبی اور سزاوار مطلوبی وہی حق سبحانہ ہے پس سب طرف سے مُنہ موڑا اور کمرِ ہمّت اُس کی خدمت میں چُست باندھ کر نکلا۔ دیکھا تو میری توجہ راہ کشائی نہیں کرتی ہے۔ اور یہ خدمت گزاری اُس بارگاہ تقدس کے شایاں شان نہیں ہے۔ کسی کوشش و جدّ و جہد کو بغیر اُس کے فضل کے رسائی نہیں ہو سکتی۔ اُس کی عنایت ازلی اور بڑی کشش درکار ہے اُس کے سوا اور کوئی بات کارآمد نہیں ہے۔ معاملہ کو اُسی پر چھوڑ دیا جائے اور بس کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

مرا اگر تو سرِ دل انیست در راہ — کمندِ لطفِ او ہم نیست کوتاہ

آخر کار اُس کی عنایت ازلی نے پہنچکر اُس فقیر پر نوازش فرمائی اور اپنے فضل و کرم سے اِس ناکارہ کو نوازا اور اُس خاکسار کو اطرافِ بارگاہ قدس میں جگہ دی وہ معنی مضمر و مستور اُس بارگاہ پُر نور سے ظاہر ہوئے اور بڑی آب و تاب سے اُمید کے باغ کے صحن میں رقص و نشاط ابدی میں مصروف ہیں ایک قدم ناز سے اُٹھاتا ہے اور دوسرا قدم نیاز سے رکھتا ہے۔ اور کمال خرمی و فرخندگی سے ہم آغوش بوے وصال ہے اور باوجود بندگی کے سرمستِ بادۂ لایزال ہے اور ترانہ کے ساتھ مترنم ہے ؎

هم از در باز گر دلے باد نوروز — کہ من بوے گل خود دارم امروز
مدہ تشویش شب از مہ یاد اکنوں — کہ من با مہوش خود شادم امروز
گر اوّل می ربود از گریہ آبم — کنوں خوش مے برد ذریاد خوابم

اگر میں اپنا آپ عاشق ہو جاؤں تو روا ہے۔ کیونکہ محبوب کا نوازا ہوا ہوں۔ اور اگر اپنے حسن کا شیفتہ رہوں۔ تو جائز ہے کیونکہ منظور و مطلوب ہوں +

اے عزیز! اس بارگاہِ معطر اور معنبر کو اس بدنِ غلیظ سے کیا نسبت

اور اُس معنوی کو اس پیکرِ سفلی سے کیا مناسبت یہ ایک آوارہ و بیچارہ پریشان پژمردہ غربت زدہ مسکین ہے۔ کہ اپنے محبوب سے جدا ہو کر گرفتار مجمع اعدا ہوگیا۔ اُس کو محبوب ازلی سے کیا قربت ہو سکتی ہے۔ یہ جسم عنصری صحرائے حیرت و حسرت میں سراسیمہ و سرگشتہ پریشان دل اور پراگندہ بال بادِ سفارقت ہر طرف سے تھپیڑاتی اور گرد حواس خمسہ میں آلودہ و بادیں غلطان۔ ذکر اور فکر سے دور اور شوق اور گرمی سے دست کش گوشۂ بے لذتی اور افسردگی میں گمنام عنانِ ہمت اُس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔ اور کمر خدمت اُس کی ٹوٹ گئی ہے۔ کمال حیرانی کے باعث کچھ بھی نہیں کر سکتا اور بسبب ہر طرح کی سراسیگی کے کسی سے بھیک بھی نہیں مانگ سکتا ہے۔ قرب اُس کا اِس پیکرِ عنصری کو حاصل ہو سکتا تھا۔ مگر اس کو دوسرے نے لے لیا ہے اِس لیے منزلوں دور پڑ گیا ہے۔ اور بعد مشرقین اِس کے اور اُس کے بیچ میں حائل ہوگیا ؎

از بادِ صبا دلم چو بوئے گرفت	بگذاشت مرا و جست جوئے تو گرفت
اکنوں ز من خستہ نے آرد یاد	بوئے تو گرفتہ بود خوئے تو گرفت

وہ محبوب اپنے تخت مرصع پر جلوس فرما ہے۔ اور یہ جسم عنصری وحشت خاک تیرہ میں گرفتار ہے۔ وہ ہم آغوشی محبوب سے شاد و فرخندہ ہے۔ اور یہ حیرت کے سبب سے سینہ حسرت کو بان ہے۔ یہ اِس قدر زنداری اور عاجزی میں معروف اور وہ استغنا و ناز میں مشغول ہے۔ یہ بہزار آرزو دراز محبوب کا جویان ہے۔ اور وہ بکمالِ بے نیازی با خود راز گویان۔ یہ پیکرِ سفلی اُس معنیِ علوی سے یہ کہتا ہے ؎

من بے تو خاک رہ فرہ باز	تو خواب گزیں بہ بستر ناز
من بے تو بخون دیدہ گلنار	تو خندہ زناں بصحن گلزار
من بے تو بخوں کشیدہ دامن	تو رفتہ بہ نطع گل خراماں
من بے تو بخاک غصہ پامال	تو رقص کناں بہ بانگ خلخال
من بے تو چو رشتہ تاب در تاب	تو رشتہ گسل چو دُرِ نایاب
من بے تو بسوز دل گدازی	تو عاشق خود بحسن پاک بازی
من بے گرفتہ ترک ہستی	تو کردہ بخویش ناز مستی

قدسیہ۔ جب عارف مقامات وصول کو طے کر کے انتہا عروج تک پہنچ جاتا ہے

تو بعض وجوہ سے اُس کا وصول ذات تک ہو جاتا ہے۔ کہ وہ عارف کے مبدأ تعین کی اصل ہے۔ بموجب جامعیت اسم کے اُس میں بھی جامعیت ہوتی ہے۔ جس قدر اسم جامع ہو اُسی قدر وجہ میں بھی جامعیت ہوتی ہے۔ لیکن جمیع وجوہ سے وصول کا حصہ لینا اور چیز ہے۔ اور کسی ایک وجہ سے جو جامع وجوہ بہرہ ور ہونا اور چیز ہے چنانچہ عقلمند سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کا مقام اصول اور اصول اصول سے ترقی کر جائے۔ مگر وہ بموجب اُس اسم کے جو اُس کا مربی ہے تقلید کو اپنے ہمراہ لیجاتا ہے اور تمام فضیلتوں سے بالکلیہ بہرہ ور نہ ہو سکیگا۔ اگرچہ اول بار میں اُس وجہ کے وصول کو تمام وجوہ میں فانی دیکھ کر متمیز نہ پائیگا۔ مگر حقیقت میں متمیز ہے۔ جب اُس مقام میں استقرارِ تام پائیگا تو وحدت پر نظر رہیگی۔ اور اُس وقت تمیز پائیگا۔ جب یہ نکتہ معلوم ہو گیا۔ تو اب ایک اور نکتۂ تحقیق تر یہ ہے کہ بعض کاملین ایسے ہیں کہ اُن کو تمام وجوہ سے حصہ ملتا ہے اُس کی توضیح یہ ہے کہ اُس وجہ اسمی کو اور وجوہ کے ساتھ ایک طرح کی شرکت ہے۔ اِس لئے عارف اُس وجہ مشترک کے سبب سے تمام وجوہ سے حصہ حاصل کر لیتا ہے کیونکہ نوع کو اپنے جنس کے ساتھ ایک بڑا تعلق خاص ہے۔

سوال۔ ماہیت ما بہ الاشتراک اور ما بہ الامتیاز سے مرکب ہے۔ اور ہر ایک کی خصوصیات جداگانہ ہیں۔ کیا یہ امر ممکن ہے کہ ما بہ الامتیازات سے عارفِ کامل تمام وجوہ سے حصہ لیتا ہے۔

جواب۔ جب کہ ما بہ الاشتراک کا ما بہ الامتیازات کے صادق آنا بطور عرض کے ہے۔ کیونکہ جنس اپنے انواع کی فصول کے لئے عرض عام ہے تو اس طرح سے ما بہ الامتیازات سے پورا حصہ حاصل ہو گا۔ اور عرض عام کی راہ سے اُس کے افراد پر پہنچ سکیگا۔ اور ذاتِ تعالیٰ و تقدس سے بجمیع وجوہ تفصیلاً حصہ پا سکیگا۔ اور ان کمالات سے بھی جو نوعِ بشر کے لئے ممکن الحصول ہیں۔ بطفیل حضرت خاتم الانبیا علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات حصہ پا سکیگا۔ یہ معرفت بعد انبیا علیہم الصلوٰۃ والبرکات کے آنجناب قدس سرہ کے معارف خاصہ و کمالاتِ مخصوصہ میں سے ہے۔

قدسیہ۔ حمد و صلوٰۃ اور دعا کے بعد واضح ہو کر احوالِ موجودہ قابلِ

شکر گزاری ہیں۔ اَلْمَسْئُوْلُ مِنْہُ سُبْحَانَہٗ عَافِیَتُکُمْ وَاسْتِقَامَتُکُمْ وَتَرَقِّیْ دَرَجَاتِکُمْ فِیْ مَدَارِجِ الْقُرْبِ وَوُصُوْلُکُمْ اِلٰی مَرَاتِبِ الْوِلَایَاتِ الثَّلٰثِ ثُمَّ مِنْہَا اِلَی الْعُلُوْمِ الْوِرَاثَۃِ وَالنَّصِیْبِ مِنْ کَمَالَاتِ مَرْتَبَۃِ النُّبُوَّۃِ ثُمَّ مِنْہَا الْاِطِّلَاعُ اِلٰی مَقَامِ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ وَعَلٰی اٰلِ کُلٍّ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ لِیَطْمَئِنَّ النَّفْسُ کَمَالَ الْاِطْمِیْنَانِ وَیَنْشَرِحَ الصَّدْرُ حَقَّ الْاِنْشِرَاحِ وَیَجْرِیَ الْعَنَاصِرُ الْمُخْتَلِفَۃُ مَجْرَی الْاِعْتِدَالِ فَیَاْخُذَ نَصِیْبًا مِّنَ الْخُلَّۃِ وَالْمَحَبَّۃِ الذَّاتِیَّۃِ وَحَظًّا مِّنَ الْاَسْرَارِ الْخَفِیَّۃِ الَّتِیْ اُشِیْرَ اِلَیْہِ بِلِسَانِ الصَّحَابِیْ فَلَوْ بَثَثْتُہٗ قُطِعَ ھٰذَا الْبُلْعُوْمُ وَیَنْبَغِیْ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ الْعُمْدَۃَ فِیْ حُصُوْلِ کَمَالَاتِ الْوِلَایَۃِ الصُّغْرٰی الْمُرَاقَبَۃُ وَالْاَذْکَارُ الْقَلْبِیَّۃُ مِنْ ذِکْرِ اسْمِ الذَّاتِ وَالنَّفْیِ وَالْاِثْبَاتِ وَفِیْ حُصُوْلِ الْوِلَایَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ الذِّکْرُ اللِّسَانِیُّ بِالنَّفْیِ وَالْاِثْبَاتِ وَالْعُمْدَۃُ فِیْ حُصُوْلِ الْکَمَالَاتِ الْمَرْبُوْطَۃِ بِمَرْتَبَۃِ النُّبُوَّۃِ تِلَاوَۃُ الْقُرْاٰنِ وَالصَّلٰوۃُ خُصُوْصًا الصَّلٰوۃُ الْمَفْرُوْضَۃُ

اللہ تعالیٰ سے آپ کی خیر و عافیت مطلوب ہے۔ نیز استقامت اور ترقی درجات مدارج قرب اور آپ کا وصول ولایاتِ ثلثہ میں پھر ان سے آگے علوم وراثت اور کمالات مرتبہ نبوت میں پھر ان سے آگے اطلاع یابی مقام حضرت خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات۔ تاکہ نفس کمالِ اطمینان کا مرتبہ پیدا کرے اور کما حقہٗ مقام شرح صدر حاصل ہو۔ اور عناصر مختلفہ مرتبۂ اعتدال میں آجائیں تو اس وقت تم مقام خلت اور محبت ذاتیہ سے حصہ پالوگے۔ اور ان اسرار خفیہ سے جنکی نسبت ایک صحابی نے کہا ہے کہ اگر ان اسرار کو فاش کردوں تو میرا یہ حلقوم یعنی نرخرہ کاٹ ڈالا جائے۔ واضح ہو کہ کمالات ولایت صغریٰ کے حصول کیلئے بڑی چیز مراقبہ اور اذکارِ قلبیہ یعنی ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات ہیں اور ولایت کبریٰ اور ولایت علیا کے حصول کیلئے ذکر زبانی نفی و اثبات۔ اور کمالات نبوت کے لئے تلاوت قرآن اور نماز خصوصاً نماز مفروضہ ہے

[1] دیکھو صفحہ ۲۵۳ پر ۱۲

ثُمَّ يَجِيءُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَقَامٌ لَيْسَ لِلْعَمَلِ فِيْهِ نَتِيْجَةٌ وَّلَا لِلْاِعْتِقَادِ اَثَرٌ وَّ التَّرَقِّيْ هُنَاكَ مَرْبُوْطٌ بِمُجَرَّدِ التَّفَضُّلِ وَالْاِحْسَانِ هٰذَا الْمَقَامُ بِالْاَصَالَةِ مَخْصُوْصٌ بِالْاَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالْبَرَكَاتُ وَبِتَبْعِيَّتِهِمْ بِغَيْرِهِمْ اَيْضًا نَصِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْمَقَامِ ثُمَّ يَاْتِيْ كَمَالٌ فَوْقَهٗ يُرْتَقٰى فِيْهِ مِنَ التَّفَضُّلِ اِلَى الْمَحَبَّةِ فَالتَّرَقِّيْ فِيْ حُصُوْلِ هٰذَا الْكَمَالِ مَنُوْطٌ بِالْمَحَبَّةِ الصِّرْفَةِ وَفِي الْمَحَبَّةِ اَيْضًا كَمَالَانِ الْمُحِبِّيَّةُ وَالْمَحْبُوْبِيَّةُ فَظُهُوْرُ كَمَالَاتِ الْمُحِبِّيَّةِ الذَّاتِيَّةِ مَخْصُوْصٌ بِالْكَلِيْمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَّلًا وَكَمَالَاتُ الْمَحْبُوْبِيَّةِ الذَّاتِيَّةِ اَوَّلًا مَخْصُوْصٌ بِالْحَبِيْبِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَكْمَلُ التَّحِيَّاتِ وَبِطُفَيْلِهِمَا ثَانِيًا بِغَيْرِهِمَا اَيْضًا رَجَاءٌ مِّنْ هٰذَيْنِ الْكَمَالَيْنِ وَالسَّلَامُ۔

اس کے بعد ایسا مقام ہے جہاں نہ کسی عمل کو دخل ہے اور نہ کسی اعتقاد کو اس مقام کا حصول اور اس کی ترقی محض فضل و احسان ہے اور یہ مقام بالاصالت انبیاء المرسلین علیہم السلام والبرکات سے مخصوص ہے، اور ان کے اتباع اور طفیل میں اوروں کو بھی کچھ حصہ ملتا ہے پھر اس مقام کے اوپر اور ایک کمال ہے اس میں بھی عروج محض فضل و احسان سے مقام محبت میں ہوتا ہے۔ اور ترقی اس میں محبت صرف پر منحصر ہے پھر محبت میں بھی دو کمال ہیں ایک کمال محبیہ یعنی عاشقی دوسرا کمال محبوبیہ یعنی معشوقی پس کمالات محبیہ ذاتیہ مخصوص ہیں اولاً ساتھ حضرت موسےٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کمالات محبوبیہ ذاتیہ اولاً مخصوص ہیں ساتھ حضرت حبیب خدا علیہ وعلےٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کے اور ان دونو حضرات کے طفیل میں ثانیاً اوروں کے لئے بھی امیدواری ہے۔ والسلام +

قدسیہ عارف بعد فناء اتم کے جو کہ حقیقت عدمیہ کے جاننے سے متعلق ہے اور مورد آتا ہے جب امر الٰہی جل سلطانہٗ کے ساتھ بقا پیدا کرتا ہے۔

صفحہ ۲۵۲ — ؎ یہ حدیث بخاری شریف میں ابوہریرہؓ سے ہے قال حفظت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ فیکم واما الاخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم مجری الطعام

اور حقیقت ثبوتیہ بجائے حقیقت عدمیہ کے قائم ہو جاتی ہے۔ تو وہ اسم الٰہی اس سالک
میں مدبّر اور متصرّف ہوگا۔ اور سالک اس اسم کے اوصاف سے متصف اور آراستہ
ہو جائیگا۔ اور سالک صفات حیٰوۃ اور علم اور قدرت اور ارادہ اور بصر اور کلام
سے متصف ہو کر حیّ اور عالم اور قدیر اور مرید اور سمیع اور بصیر اور متکلم ہو جائیگا۔
چونکہ ہر اسم الٰہی جلّ سلطانہٗ اسماؤ صفات کو مشتمل ہے اور وہ اسم دوسرے اسم کا
ظل اور جزئی ہے۔ اس لیئے عارف بھی ظل سے اصل میں جا پہنچیگا۔ اور اسم سابق
کی طرح اوصاف اسم لاحق سے متصف ہو جائیگا۔ اور پھر اس اصل سے دوسرے
اصل میں ملجائیگا۔ اور اصل دوم سے اصل سوم میں اور پھر سوم سے چہارم اور پھر
پنجم میں اور پھر جہاں تک اللہ تعالےٰ چاہے ملتا جائے گا۔ چونکہ ہر ایک اسم
دوسرے اسم سے شرکت رکھتا ہے اس لیئے بوجہ شرکت کے اور اسما میں بھی گو وہ
اُس کے اصول کے سوا ہوں بقا پائیگا۔ اور یہ تمام اسماء بے شمار اجزاء عارف
ہو جائینگے۔ اور بارگاہ ذات تعالےٰ و تقدس میں وہ باریابی اور عادت اللہ جاری
ہے۔ کہ سیکڑوں سال کے بعد ہزاروں عارفوں میں سے کسی ایک کو بقاءِ ذات
سے مشرف کیا جاتا ہے۔ اور اُس ذات بیچون کا وہ مرتبۂ مقدسہ اُس کو عطا ہوتا
ہے۔ جو اُس عارف کا کنہ ہو۔ اور یہ تمام اوصاف اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے
ہیں۔ بلکہ عالم کے جملہ افراد اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ
افراد عالم مظاہر اسماؤ صفات ذات ہیں۔ پس عارف بھی بوجہ خلافت کے قیوم
عالم ہو جاتا ہے۔ اور مرتبہ وزارت کا حاصل کر لیتا ہے۔ پس آثارِ رحمت الٰہی
کو دیکھو کہ کیونکر زندہ کرتا ہے زمین کو بعد اُس کے مرنے کے اُس وقت وہ ذات
قائم مقام حقیقت ثبوتیہ کے ہو جاتی ہے۔ اور عالم میں مدبّر و متصرف ہو جاتا ہے
تب اس عارف کی جامعیت کی وہ شان ہو جاتی ہے کہ دنیا بھر کی ہدایت اور
ارشاد کی اُس کے مقابلہ میں بہت خفیف حیثیت ہو جاتی ہے۔ قطرہ بھی دریا کے
ساتھ ایک نسبت رکھتا ہے۔ مگر عالم کو اُس کے ساتھ یہ نسبت بھی نہیں ہوتی ہے۔
جیسے کہ اوصاف کو ذات سے ایک نسبت لاشئے اور استہلاک کی ہے۔ پس یہ عارف
کامل ذکر کرنے کے وقت گویا کئی ہزار زبانوں کے ساتھ ذکر میں مشغول ہے ہر ایک

اسم اپنی زبان سے ذاکر ہے اور عارف بمنزلہ اُن کے مجموعہ کے ہے۔ تحریمہ باندھنے کے وقت گویا ہزاروں اشخاص تحریمہ باندھ رہے ہیں۔ پھر یہ تمام اشخاص قرأت پڑھتے اور رکوع و سجود میں جاتے ہیں۔ اور امکان کے اور بھی اکثر حقائق ان امور میں اس عارف کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔ اور جو لوگ کہ صرف زبان سے ذکر کرتے ہیں چونکہ انانیت امارہ سے پاک نہیں ہیں اس لئے اُن کا ذکر لائق بارگاہ اقدس نہیں ہو سکتا۔ اور وہ انہی کی طرف واپس کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ عارف چونکہ ہزاروں زبان سے ذکر کر رہا ہے اور کوئی جزو اس کی خودی کا درمیان میں حائل نہیں ہے عوام الناس ظاہر بین ان دو ذکروں کو یکساں ذاکر اور عابد جانتے ہیں۔ اور حقیقت فرق سے آگاہ نہیں ہیں۔ عارف مجسم حضور الٰہی ہو گیا۔ اور وہ غفلت میں بھی حاضر بحضور رہتا ہے۔ کیونکہ علم حضوری میں غفلت مدامی طور سے گم ہو جاتی ہے اور ناواقف آدمی اس کے اس مرتبہ سے غافل ہیں۔ پس عارف مذکور غفلت میں بھی باحضور ہے۔ اور وہ لوگ عین حضور میں بھی غافل اور بے خبر جیسے کہ بیان کیا گیا کہ اُن کا حضور حصول کی وجہ سے ہے اور حصول عین غفلت ہے۔ اور عوام الناس اُن کو حاضر و ذاکر جانتے ہیں۔ اور عارف کامل کو غافل۔ ھَدَاهُمُ اللّٰهُ وَ مُنْجِیَانَہٗ سَوَآءَ الصِّرَاطِ اللہ تعالیٰ اُن کو سیدھی راہ دکھائے ہے

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبیست

گوش شوق کیلئے یہ ایک دقیقہ ہے کہ چونکہ عارف خود کو اطلاق کلمۂ انا سے پاک و مُبرّا کر لیتا ہے اور انانیت امارہ سے رہائی پا لیتا ہے۔ اس لئے بحکم ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ معشوق تک پہنچتا ہے اور اُس گم شدہ کو اپنی انا میں جگہ دیتا ہے پس عاشق صادق کشاکش غیر و غیریت سے رہائی پا کر خلوت خانۂ انائے معشوق میں آرام پاتا ہے۔ ایک جماعت صوفیہ کی ایسی ہے جو کہ یہ چاہتی ہے کہ معشوق کو اپنی انا کے ویرانہ میں جگہ دیں۔ اور اُسی خواہش پر خوش ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ ظلال مطلوب کے ایک عکس سے انہوں نے آرام پایا ہے۔ اور اُس ذات بیچد کے ایک پرتو پر اُنہوں نے قناعت کر لی ہے ہے

نواز خوبی نے گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

اب ہم مطلب اصلی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ عارف کامل کو جو ذات عطا کی گئی ہے۔ چونکہ وہ بے چونی سے حصہ رکھتی ہے۔ اس لئے اُس کی جامعیت بادی النظر ادراک میں نہیں آسکتی۔ مگر وہ حقیقت میں تمام اسماء و صفات سے جو اجزاء عارف کے ہمرنگ ہوگئے ہیں جامع رہے بلکہ اس جامعیت کی بہ نسبت جامعیت سابقہ کے کوئی قدر نہیں ہے۔ بلکہ اُس کے رُوبرو حکم لاشئے کا رکھتی ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ ایسی وسیع مملکت ایک حقیر شخص میں ودیعت رکھی گئی ہے۔ اور یہ ملک و ملکوت کے خزانے ایک بیقدر ویرانہ میں محفوظ کئے گئے ہیں اور یہ تمام حسن و جمال بے رنگ اور انوار و اسرار بے کیف اس پیکر تاریک میں امانت رکھے گئے ہیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ اور یہ اُس کی قدرت سے کوئی بعید نہیں ہے۔

اِس اخفا میں حکمت ابتلا اور آزمائش کی ہے خبیث طیب سے علیحدہ رہتا ہے۔ خدا کی نظر نے عارف کامل کے باطن اور اُس کی حقیقت میں نفوذ کیا۔ اور اُس کے برکات سے مملو اور سیراب ہوگیا ہے۔ جس نے صرف اس کی صورت کو دیکھا اور اپنی صورت بے حقیقت پر اس کو قیاس کیا وہ اُس کے برکات سے محروم رہا۔ اور ابدی نقصان کا اُس کو دھبہ لگ گیا۔ اُس نے یہ نہ جانا کہ یہ عارف بالکل مغز ہے کہ کوئی چھلکا درمیان میں اس کے حائل نہیں ہے۔ اور اُس کا پوست مغز سے مبدل ہوگیا ہے۔ اور تمام اور لوگ اُس کے مقابلہ میں پوست بے مغز ہیں مگر چونکہ عارف کا کالبد جو ایک چھلکا کی وضع کا ہے باقی ہے۔ اس لئے پوست بے مغز سے اس کو صورتاً شرکت رہتی ہے۔ اور اس شرکت صوری سے کہ قید جسمی سے وابستہ ہے جو بعد ٹوٹنے جسم کے بھی باقی رہتی ہے۔ محجوبین کی آنکھوں میں اس نے خاک ڈالدی اور اپنے دوستوں کو بے خود کردیا۔ کہ اَوْلِيَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِیْ۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں کوئی میرے سوا اُن کو پہچان نہیں سکتا۔ ہدایت کرو اے محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر یہ میرا رستہ ہے میں خدا کی طرف اپنی بصیرت کی وجہ سے بلاتا ہوں

---

[1] سورہ یوسف۔ رکوع آخر ۱۲

اور اُن لوگوں کو جنہوں نے میری پیروی کی۔ اور اللہ تعالےٰ پاک ہے۔ اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔

قدسیہ اَلْعَارِفُ الْکَامِلُ الْمُشَرَّفُ بِالْبَقَاءِ الذَّاتِیِّ شَاھَدَ جَمَالَہٗ فِیْ مَرَایَا الْعَوَالِمِ وَیَرٰی نَفْسَہٗ کُلًّا وَّاِجْمَالًا وَالْعَالِمَ مَظَاھِرَہٗ وَتَفْصِیْلَہٗ وَیُعَایِنُ ذَاتَہٗ سَارِیًا فِیْ اَفْرَادِ الْعَالِمِ مُحِیْطًا بِہٖ اِحَاطَۃَ الْکُلِّ بِاَجْزَائِہٖ بَلْ اِحَاطَۃَ الذَّاتِ بِصِفَاتِہٖ فَلَہُ الذَّاتُ وَمَاسِوَاہُ مَظَاھِرُ الصِّفَاتِ وَھٰذَا النَّوْعُ الْاَخِیْرُ مَخْصُوْصٌ بِاَفْرَادٍ مِّنَ الْکُمَّلِ لَہٗ حُکْمُ الْعَنْقَاءِ فِی الْغَرَابَۃِ لَوْ وُجِدَ وَاحِدٌ بَعْدَ اُلُوْفٍ مِّنَ السِّنِیْنَ لَاغْتُنِمَ۔ عارف کامل جو بقاء ذاتی سے مشرف ہوا۔ جمالِ حق کا عوالم کے آئینوں میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو کل اور اجمال کا عالم کا دیکھتا ہے اور عالم کو اپنے مظاہر اور اپنے اجمال کی تفصیل پاتا ہے۔ اور تمام افرادِ عالم میں اپنی ذات کو ساری و جاری اور ایسا محیط دیکھتا ہے۔ جیسے کل اپنے اجزاء میں بلکہ جیسے ذات اپنی صفات میں۔ پس اُس کیلئے ذات ہے اور اُس کے ماسوا مظاہر صفات ہیں۔ یہ قسم اخیر معرفت افرادِ اکمل اولیا کے لئے مخصوص ہے۔ جو کہ عنقا کی طرح ناپید ہے اگر ہزاروں سال کے بعد بھی ایسا ایک عارف پایا جائے تو بسا غنیمت ہے ؎

اگر بادشاہ بر درِ پیر زن ... بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

قدسیہ۔ اِس عاصی پر جو عنایات حق سبحانہٗ مبذول رہتی ہیں تحریر میں نہیں آسکتی ہیں۔ ع داد او را قابلیت شرط نیست

اُن کو وہی قبول کرسکتا ہے جو بلادلیل کے قبول کرے۔ اگر اُن کی تفصیل کیجائے تو قلم اُن کے تحریر کرنے کی طاقت نہ رکھیگا۔ اور کاغذ جل جائینگے۔ اور کہنے والا اور سُننے والے بیہوش ہو جائینگے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے اور کون سُن سکتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

سراپا آتشے امشب قدح کو دیگرے پُر کُن
کہ خود صد سوخت ساغر تا توچی درجائے خواہی کرد

اُس کی لطافت اور بلندی زبان کو پھیر دیتی ہے۔ سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور زبان بول

نہیں سکتی۔ ع سخن از لب تو گفتم بلبم سخن گرہ شد
پس ملنے والوں کو چاہئے کہ متکلم کو معذور رکھیں اور جنسیتہ کے واسطے سے اُس کی ذات کو ڈھونڈیں۔ تاکہ ذات بیچون حقیقی سے اتصال کا لطف پیدا کر سکیں اگرچہ ذات متکلم کو ذات مستمعین سے کسی طرح کی جنسیت نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کی ذات بیچونی سے حصہ پایا اور ذات حقیقی کے ساتھ ایک قسم کا اتصال اور ایک نسبت خاص پیدا کی ہے۔ پس وہ لوگ جو مرتبۂ ذات سے مطلق بے بہرہ ہیں ذات عارف کو کیونکر پا سکتے ہیں۔ اور ذات خالق عارف تو اور بھی اُس سے ماوراء ہے۔ بہرحال کوشش کرنی چاہئے اور ہمیشہ یوں مترنم رہنا چاہیئے ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمال روئے تو

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ وَاجْعَلْ خَشْیَتَكَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ وَاقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِكَ وَ اِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَھْلِ الدُّنْیَا بِدُنْیَاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ بِعِبَادَتِكَ خدایا تو اپنی محبت میرے لئے سب سے زیادہ محبوب بنادے اور اپنے خوف کو میرے لئے سب سے بڑا خوف بنادے اور اپنا شوق لقا دیکر میری اور حاجتوں کو قطع کردے اور جب اہل دنیا کی آنکھوں کو تو دنیا سے ٹھنڈا کرے۔ تو میری آنکھوں کو اپنی عبادت سے ٹھنڈا کر ؛

قدسیہ ۔ اِس حقیر مؤلف نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت معصوم مادرزاد تخت سلطنت پر تشریف فرما ہیں اور ایک بڑا چھتر آپ کے سر پر سایہ افگن ہے جس کو ایک غلام بہزاد نامی پکڑے ہوئے ہے۔ آسمان قائم ہو گیا۔ جو تمام عالم کو محیط اور مشتمل ہے اور جواہرات اور مروارید سے مرصع اور اُس کے گرد اگرد جواہر بیش بہا آویزاں ہیں جب اُس چھتر کا حسن وجمال بیان نہیں ہو سکتا ہے تو پھر آپ کے خوارق وکرامات وتصرفات کیا بیان کئے جاسکیں جو آپ کے خانہ زاد ہیں۔ اُن نادر وقعات اور عجیب حالات کے بیان کے لئے ایک جداگانہ دفتر کی ضرورت ہے آپ کے مریدین مسترشدین اور خلفا کثرت سے آپ کے غرائب امور بیان کرتے ہیں اُن اخبار کی کثرت آن اعلیحضرت کے کثرت کرامات کا پتہ دیتی ہے صرف چند کرامتیں اس کتاب میں بیان کی جاتی ہیں ؛

کرامت ۔ فضائل دستگاہ حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق جو آپ کے

خلیفہ ہیں۔ اور پشاور میں مسند ارشاد و شیخیت پر تشریف فرما ہیں بیان کرتے تھے کہ فقیر ملازمت آنحضرت کے ارادہ سے اونٹ پر سوار ہو کر پشاور سے روانہ ہوا کہ اونٹ رستہ میں بھاگنے لگا۔ اور میں اُس کی خانہ زین سے جدا ہو گیا اور میرا پاؤں رکاب میں بند میں رہ گیا اونٹ بھاگتا تھا اور مجھ کو گھسیٹتا تھا۔ لوگ ہر چند اُس کے پیچھے دوڑے مگر کوئی اُس تک نہ پہنچ سکا +

اس حالتِ اضطرار میں حضرت پیر بزرگوار مجھے یاد آئے تو فوراً ہی میں نے دیکھا کہ حضرت آئے اور اونٹ کی مُہار پکڑ کر اُس کو کھڑا کر دیا۔ میرا پاؤں اُس کی رکاب سے الگ ہوا اور میں نے چاہا کہ آپ کے قدموں پر گروں دیکھا تو آپ نظروں سے غائب ہو گئے +

کرامت۔ آپ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک بار میں حضرت سے اجازت لیکر اپنے وطن کو روانہ ہوا۔ رستہ میں پل سلطان پور کی ندی کے پل کے نیچے کپڑے پاک کر رہا تھا۔ کہ میرا پاؤں پھسلا اور پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ میں تیرنا نہیں جانتا تھا پانی کبھی مجھ کو اوپر لاتا تھا۔ اور کبھی نیچے لیجاتا۔ زندگی کی امید۔ باقی نہ رہی تھی یکایک حضرت نمودار ہوئے اور ہاتھ ڈالکر مجھ کو نکال لیا اور نظر سے غائب ہو گئے +

کرامت۔ راوی مذکور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان اللہ کا مجھ پر غلبہ ہوا۔ میں نے تمام دن ایسے جنگل میں بسر کی۔ جہاں کسی کی گذرگاہ نہ تھی اُس حالت میں میں جس طرف نگاہ کرتا تھا۔ حضرت کی صورت مبارک اپنی آنکھوں سے لاکھوں جگہ نمودار دیکھتا تھا ایک مدت تک آپ میری نظروں میں قائم رہے۔ اور پھر نظروں سے پوشیدہ ہو گئے +

کرامت۔ راوی مذکور کا بیان ہے کہ ایک روز غلبہ حال میں میں جنگل کی طرف نکل گیا۔ یکایک ایسی جگہ پہنچ گیا جو کہ آبادی سے بہت دور تھا۔ پیاس نے مجھ پر غلبہ کیا۔ کہ قریب ہلاکت ہو گیا۔ اتنے میں حضرت نمودار ہوئے۔ میں بشوق تمام آپکی طرف دوڑا۔ اور جب وہاں پہنچا تو حضرت کو نہ پایا۔ مگر پانی کا [illegible]۔ جو حوض وہاں پایا اور میں نے اُس سے خوب پانی پیا +

کرامت۔ راوی مذکور کا بیان ہے کہ میرا ایک مخلص [illegible] بیگ نامی جو حضرت کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہوا ہے۔ بیان کرتا تھا کہ میں کو ایام بلانے کی بیل

پر لاد کر لا رہا تھا۔ کہ لکڑیوں کا گٹھا بیل کے اوپر سے زمین پر گر پڑا اور کوئی شخص ایسا وہاں نہ تھا جو اُس کے اوپر بار کر دینے میں میری امداد کر سکے۔ مَیں حیران و پریشان کھڑا تھا اتنے میں حضرت کو مَیں نے دیکھا کہ آئے اور بیل پر میرا پشتارہ بار کرا کے میرے حوالہ کر دیا اور پھر نظر سے چھپ گئے ✣

کرامت۔ آپ کے ایک خادم کا بیان ہے کہ ایک کنیز آپ کے محل سے آئی اور مجھ سے کہا کہ آپ آنحضرت کے روضۂ منورہ کے عقب میں تشریف فرما ہیں۔ اُن کو بلا لاؤ۔ جب مَیں روضۂ منورہ کے احاطہ میں آیا تو دیکھا کہ آپ کی نعلین مبارک دروازہ پر ہیں۔ مَیں روضہ کے پیچھے کی طرف کو گیا تو دیکھا کہ حضرت وہاں نہیں ہیں۔ پھر مَیں نے اطراف و نواحی میں پھر کر دیکھا۔ تب بھی آپ کو نہ پایا۔ پھر روضہ کے عقب میں آکر دیکھا تو حضرت مراقبہ میں تھے۔ مَیں اِس بات کو دیکھ کر متحیر ہو گیا ✣

کرامت۔ آپ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت مسجد کے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ اور مجھ کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ مَیں نے پھر کر دیکھا تو حجرہ خالی تھا اور آپ مسجد کے اُس حجرہ میں نہ تھے۔ اور مَیں حجرہ سے باہر نکلا تو حضرت نے حجرہ میں سے آواز دی کہ یہاں آؤ۔ مَیں نے اِس انکار سے توبہ کی اور متحیر اور بے آپے ہو گیا ✣

کرامت۔ آپ کے ایک متمول مرید کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کچھ عرصہ تک مَیں اپنے گھر والوں سے الگ رہا تھا۔ اور اُس زمانہ میں میرے قیام گاہ کے قریب ایک عورت گانے والی نہایت حسین و خوبصورت جوان دل رُبا فروکش تھی۔ ایک شب کمال مستی اور بے ہوشی کے عالم میں اُس نے آکر مجھے پکڑا اور اُسی قدر مجھ پر اصرار کیا کہ میری سب تدابیر اور ڈانٹ ڈپٹ بے کار ہو گئی۔ جوں جوں اُس کا اصرار بڑھتا جاتا تھا۔ میرا نفس بھی غلبہ کر رہا تھا۔ مَیں بے اختیار ہو گیا اور قصد مباشرت کا کیا مَیں نے بچشم سر آنحضرت کو دیکھا کہ آکر مجھ میں اور اُس عورت میں حائل ہو گئے۔ اُس کو نیند آ گئی۔ اور مجھ پر ہیبت نے غلبہ کیا اور مَیں مسلوب الشہوت ہو گیا۔ مَیں فی الفور نکل کر توبہ اور استغفار میں مشغول ہو گیا ✣

کرامت۔ آنحضرت کے ایک مخلص صحابی والا قدر مولانا محمد حسین کابلی نامی